

دقائقِ محمدیہ

تصنیف

ڈاکٹر محمد علی مالکی مکتبہ المکرمہ



عالمی دعوتِ اسلامیہ
۱۴۔ عنوت اعظم روڈ ۰ لاہور

فون: 7580004

ترجمہ:
مفتی محمد خان قادری
ڈاکٹر غلام شبیر قادری

حییبِ خدا کے مقام و منصب اور شمائل کے بیان پر -
عظیم علمی خزانہ

ذخائرِ محمدیہ

تصنیف

ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکتہ المکرمہ

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری | ڈاکٹر غلام شبیر قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ
۱۴ - غوث الاعظم روڈ لاہور

| | | |
|-------------------------------------|---------|------------|
| ذخائرِ محمدیہ | _____ | نام کتاب |
| ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکی | _____ | تصنیف |
| مفتی محمد خان قادری |] _____ | ترجمہ |
| ڈاکٹر غلام شبیر قادری | | |
| مولانا الحاج لطیف احمد چشتی کامونکے |] _____ | ناشر |
| الحاج محمد بشیر مدنی قادری | | |
| سید قمر الحسن ضنیغیم قادری | _____ | فوشنولیس |
| ستمبر ۱۹۹۴ء (بار دوم) | _____ | طباعت |
| ۱۱۰۰ | _____ | تعداد |
| سہیل لطیف | _____ | طابع |
| حافظ ذوالفقار دستگیری | _____ | پروف ریڈنگ |



الافندہ

ہم اس ترجمہ کو امام دارالہجرتہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں:

● جنہوں نے ایک مرتبہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد پوری زندگی اس خیال سے مدینہ طیبہ سے باہر کا سفر نہ کیا کہ مبادا کہیں شہر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں موت کی سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں۔

● جو تعظیم و عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی بھر شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں بغیر سواری ننگے پاؤں اور عمومی گنہگاروں سے ہٹ کر چلے کہ مبادا پاؤں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش پا پرنے آجائے۔

● جنہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سن شعور کے آغاز سے تلو وصال ہر رات اپنے دیدار سے فیضیاب فرمانے رہے۔

● جن کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے کہ میں نے کسی مسئلے کا ان جیسا سچا کامل اور فوری حل پیش کرنے والا فقیر نہیں دیکھا۔

● جن کے بارے میں امام شافعی کا قول ہے کہ جو شخص حدیث صحیح کا طالب ہو اسے چاہیے کہ امام مالک سے رجوع کرے۔

فہرست

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|------------------------------------------------|-----------|
| ۱۵ | پیش لفظ | ۱ |
| ۱۹ | افتتاحیہ | ۲ |
| ۲۱ | نسب مبارک | ۳ |
| " | ولادت مبارک | ۴ |
| " | پیر کے دن کی عظمت | ۵ |
| ۲۲ | ولادت کے وقت عجائبات کا ظہور | ۶ |
| " | پرورش کرنے اور دودھ پلانے والی خوش نصیب خواتین | ۷ |
| ۲۴ | رسول اکرمؐ کی پرورش | ۸ |
| ۲۵ | ابوطالب کی خدمت گزاری | ۹ |
| " | شام کا سفر | ۱۰ |
| ۲۶ | اعلانِ نبوت سے پہلے | ۱۱ |
| ۲۷ | اسماء مبارکہ | ۱۲ |
| " | قرآن اور آپ کے اسماء مبارک | ۱۳ |
| ۲۸ | علاماتِ نبوت | ۱۴ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|------------------------------------------------------|-----------|
| ۲۸ | شوقِ صدر | ۱۵ |
| ۲۹ | مہرِ نبوت | ۱۶ |
| " | سچے خواب | ۱۷ |
| " | اولادِ اطہار | ۱۸ |
| ۳۰ | صاحبزادیاں | ۱۹ |
| ۳۱ | ازواجِ مطہرات | ۲۰ |
| ۳۳ | رضاعی بھائی | ۲۱ |
| ۳۴ | ماموں اور خالائیں | ۲۲ |
| " | آزاد کردہ غلام | ۲۳ |
| ۳۶ | آزاد کردہ لونڈیاں | ۲۴ |
| ۳۷ | خدا م و ملازمین | ۲۵ |
| " | آپ کی خدمت کرنے والی خواتین | ۲۶ |
| ۳۸ | آپ کی خدمت میں صحابہ کرام کی ذمہ داریاں | ۲۷ |
| ۴۰ | مختلف جنگوں میں حضور اکرم کے محافظین | ۲۸ |
| ۴۱ | مختلف بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دینے والے آپ کے قاصدین | ۲۹ |
| ۴۴ | کاتبانِ وحی | ۳۰ |
| ۴۶ | وقتِ ولادتِ عجائبات کا ظہور | ۳۱ |
| ۴۵ | ولادتِ نبوی کی برکات | ۳۲ |
| ۴۶ | بوقتِ پرورشِ عجائبات کا ظہور | ۳۳ |
| ۴۹ | واقعہ غزائینق اور اس کا رد | ۳۴ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|------------------------------------------------|-----------|
| ۵۲ | شب میلاد افضل ہے یا لیلۃ القدر؟ | ۳۵ |
| ۵۲ | اظہار حقیقت (حضور کے والدین کے بارے میں) | ۳۶ |
| ۶۷ | یا والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | ۳۷ |
| ۶۸ | حیاتِ مصطفویٰ اور آپ کے جسم اطہر کا محفوظ رہنا | ۳۸ |
| ۷۵ | قصیدہ ابن حجر البیہمی کی شرح | ۳۹ |
| ۸۳ | جالی مقدس | ۴۰ |
| ۸۸ | زیارتِ نبوی افضل عمل | ۴۱ |
| ۹۰ | بارگاہِ نبوی میں حاضری کے آداب | ۴۲ |
| ۹۱ | زائرین کے لیے شفاعت کا خصوصی تحفہ | ۴۳ |
| ۹۲ | حدیث وجبت لہ شفاعتی کا مفہوم | ۴۴ |
| " | حدیث من زارنی بالمدینۃ کا مفہوم | ۴۵ |
| ۹۴ | شہر مدینہ کے خصائص و فضائل | ۴۶ |
| ۱۰۷ | منبرِ نبوی کی فضیلت | ۴۷ |
| ۱۰۸ | زیارتِ قبرِ نبوی حنابلہ کے نزدیک مستحب ہے | ۴۸ |
| ۱۰۹ | زائرین کی سواریوں کی فضیلت | ۴۹ |
| ۱۱۰ | زائرِ روضہٴ رسول کے فضائل | ۵۰ |
| ۱۱۱ | ریاض الجنۃ اور اس کا حدودِ اربعہ | ۵۱ |
| " | ریاض الجنۃ کی علامات | ۵۲ |
| ۱۱۳ | ان اقوال میں تطبیق | ۵۳ |
| " | ریاض الجنۃ جنت کا ایک باغیچہ ہے | ۵۴ |

| | | |
|-----|----------------------------------------------------------------|----|
| ۱۱۵ | مسجد نبویؐ اسلام کا اولین مدرسہ | ۵۷ |
| ۱۱۸ | مسجد نبویؐ کی تعمیر | ۵۰ |
| ۱۲۱ | حضور علیہ الصلوٰۃ کی آمد سے سرزمین مدینہ پر استقبال اور خوشیاں | ۵۷ |
| ۱۲۵ | بارگاہِ نبویؐ میں حاضری کے آداب | ۵۸ |
| ۱۲۹ | توجید و ایمان کا مرکز | ۵۹ |
| ۱۳۶ | محفل میلاد کے بارے میں امام ابن جوزی کی رائے | ۶۰ |
| ۱۳۷ | سلام کے لیے بہتر الفاظ | ۶۱ |
| ۱۴۱ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل قرآن کی روشنی میں | ۶۲ |
| ۱۴۲ | بعثت سے قبل عبادت | ۶۳ |
| ۱۴۶ | زیارتِ نبویؐ کے لیے منقول صلوٰۃ و سلام | ۶۴ |
| ۱۴۷ | مقامِ عبدیت ہی حضورؐ کا بلند ترین مقام ہے | ۶۵ |
| ۱۴۹ | درود فاتح کی تشریح | ۶۶ |
| " | آپ فاتح اور خاتم ہیں | ۶۷ |
| ۱۵۰ | وَالْحَاكِمِ لِمَا سَبَقَ كَامَعْنَى | ۶۸ |
| " | وَالنَّاصِرِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ كَامَعْنَى | ۶۹ |
| " | يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ | ۷۰ |
| ۱۵۲ | زیارتِ نبویؐ | ۷۱ |
| ۱۵۷ | اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کو یہودیوں کی سازش سے محفوظ رکھا | ۷۲ |
| ۱۶۰ | حضورؐ کی بارگاہ میں اعمال کا پیش ہونا | ۷۳ |
| ۱۶۲ | حضرت عمرؓ اور حضورؐ کے نصب کردہ پرنالے کا ادب | ۷۴ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ |
|-----------|-----------------------------------------------------------------------|------|
| ۷۵ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اور کجاوے کا ادب اور صحابہ کا معمول | ۱۶۳ |
| ۷۶ | قصیدہ بانٹ سعاد | ۱۶۴ |
| ۷۷ | معمار منبر نبویؐ | ۱۶۵ |
| ۷۸ | حضور سے شفاعت طلب کرنے کا جواز | ۱۶۶ |
| ۷۹ | سواد بن قارب کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنا | ۱۶۷ |
| ۸۰ | غیر نبی سے توسل | ۱۶۹ |
| ۸۱ | اللہ تعالیٰ نے سرکار کو ہمیشہ خیر سے نوازا | ۱۷۱ |
| ۸۲ | آپ کی بارگاہ کے علاوہ ہماری کوئی جائے پناہ نہیں | ۱۷۲ |
| ۸۳ | رد اللہ علی روحی کا مفہوم | ۱۷۵ |
| ۸۴ | سرکار دو عالم حوض کوثر پر اپنی امت کا انتظار فرمائیں گے | ۱۷۶ |
| ۸۵ | لوائے حمد (حمد و ثنا کا جھنڈا) | ۱۷۹ |
| ۸۶ | لا فخر کا معنی | ۱۸۱ |
| ۸۷ | لوائے حمد کی وجہ تسمیہ | ۱۸۳ |
| ۸۸ | سرکار دو عالم اور عفو و درگزر | ۱۸۵ |
| ۸۹ | سرکار کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے فوائد | ۱۸۸ |
| ۹۰ | فوائد صلوٰۃ و سلام | " |
| ۹۱ | دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا | ۱۹۶ |
| ۹۲ | شہر حبیب میں قناعت | ۱۹۷ |
| ۹۳ | امام بوسیری کی غیرت | " |
| ۹۴ | امام نبھانی اور ابن عبد اللہ کے درمیان گفتگو | ۱۹۸ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|----------------------------------------------------------------------|-----------|
| ۲۰۰ | آپ اللہ کا دروازہ ہیں | ۹۵ |
| ۲۰۱ | احتراماً و تعظیماً ہاتھوں کو چومنا | ۹۶ |
| " | کائنات پر روضہ انور کی فضیلت | ۹۷ |
| ۲۰۲ | میلاد النبیؐ کی خوشی | ۹۸ |
| ۲۰۳ | حسین یارِ دل | ۹۹ |
| ۲۰۴ | صاحبِ عرش محمود اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۰۰ |
| ۲۰۵ | آپ ہی کی ذات ہمارا سہارا، ماویٰ و ملجأ ہے | ۱۰۱ |
| ۲۰۷ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں اذان کہاں دی جاتی تھی | ۱۰۲ |
| " | سرکار کے عصائے مبارک سے تبرک حاصل کرنا | ۱۰۳ |
| ۲۰۸ | شوقِ صدر کی حکمتیں اور فوائد | ۱۰۴ |
| ۲۱۵ | سرکارِ دو عالم کے وصال پر حضرت عمرؓ کی حالت زار | ۱۰۵ |
| ۲۱۸ | انتم اعلم بامورِ دنیاء کم کا معنی | ۱۰۶ |
| ۲۲۰ | وہ بچے جنہوں نے حضورؐ کی گود میں پیشاب کیا | ۱۰۷ |
| ۲۲۱ | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی مرتبہ سجدہ سہو کیا | ۱۰۸ |
| " | کیا نبی پر سجدہ سہو ہو سکتا ہے؟ | ۱۰۹ |
| " | افضل پانی | ۱۱۰ |
| ۲۲۲ | جنوں کا قرأتِ رسول کو بغور سننا | ۱۱۱ |
| ۲۲۳ | وہ پانچ افراد جنہوں نے عہد نامہ کو پھاڑ دیا | ۱۱۲ |
| ۲۲۶ | جیبِ کبریا کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام کے بارے میں اہم امور | ۱۱۳ |
| " | عبادات | ۱۱۴ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|------------------------------------------------------------------------------|-----------|
| ۲۲۵ | عادات | ۱۱۵ |
| " | احوالِ مصیبت | ۱۱۶ |
| " | اوقات | ۱۱۷ |
| ۲۲۶ | اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو عتاب کرنے کے بارے میں اہم گفتگو | ۱۱۸ |
| ۲۳۱ | سرکارِ دو عالم کے معجزے کی حقیقت | ۱۱۹ |
| ۲۳۲ | مشاہداتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۲۰ |
| ۲۳۵ | میں رات اپنے اللہ کے ہاں بسر کرتا ہوں۔ اور وہ مجھے کھلاتا ہے | ۱۲۱ |
| ۲۳۷ | خصائصِ نبویہ | ۱۲۲ |
| ۲۳۸ | دنیا میں ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص | ۱۲۳ |
| ۲۴۵ | دنیا میں سرکارِ دو عالم کی شریعت اور امت کے خصائص | ۱۲۴ |
| ۲۵۶ | آخرت میں سرکارِ دو عالم کے خصائص | ۱۲۵ |
| | آخرت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خصائص | ۱۲۶ |
| | وہ اعمال جو سرکار کے لیے واجب اور دیگر انبیاء کیلئے کبھی واجب اور کبھی مستحب | ۱۲۷ |
| ۲۶۱ | | |
| ۲۶۲ | وہ اشیاء جو صرف سرکار کے شرف کی بناء پر آپ پر حرام ہیں | ۱۲۸ |
| ۲۶۳ | وہ اعمال جو حضور علیہ السلام کے لیے مباح ہیں | ۱۲۹ |
| ۲۶۴ | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کرامات | ۱۳۰ |
| ۲۷۱ | اوصافِ نبوی کے بیان پر کوئی قادر نہیں | ۱۳۱ |
| ۲۷۲ | میں عواتک کا بیٹا ہوں | ۱۳۲ |
| ۲۷۴ | میں مومنوں سے اقرب ہوں | ۱۳۳ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|-----------------------------------------------------------------------|-----------|
| ۲۷۶ | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیاری فقر | ۱۳۴ |
| " | ایک پُر لطف بات | ۱۳۵ |
| ۲۷۷ | اسماءِ انبسی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | ۱۳۶ |
| ۲۷۹ | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات | ۱۳۷ |
| ۲۸۴ | سرکار کی دعوتِ اسلام سے ابوہب کا خوف | ۱۳۸ |
| ۲۸۶ | معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | ۱۳۹ |
| " | معجزاتِ نبوی کا بدنی قوی پر اثر | ۱۴۰ |
| ۲۸۷ | شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اور زیارتِ نبویؐ | ۱۴۱ |
| ۲۹۰ | حضرت عمرؓ نے بیعتِ رضوان کا درخت نہیں کٹوایا | ۱۴۲ |
| ۲۹۲ | ایک شخص کا رحمتِ عالم سے شفاعت طلب کرنا | ۱۴۳ |
| ۲۹۳ | حضور کی حمایت میں قدرتِ الہیہ کا جلال | ۱۴۴ |
| ۲۹۶ | سرکارِ دو عالم کا اسلوبِ تعلیم و تربیت | ۱۴۵ |
| ۲۹۹ | ہر نعمت کے حصول پر آپ کی رحمت کو یاد رکھنا | ۱۴۶ |
| ۳۰۰ | رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت | ۱۴۷ |
| ۳۰۱ | محبوبِ خدا کی تشریف آوری پر خوشی | ۱۴۸ |
| ۳۰۴ | سرکار کے نعلین مبارک اور ائمہ امت | ۱۴۹ |
| ۳۰۹ | مخالف میلاد کا انعقاد اور ان کی برکات | ۱۵۰ |
| ۳۱۷ | حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل | ۱۵۱ |
| ۳۲۰ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میزان میں امت کے اعمال | ۱۵۲ |
| ۳۲۲ | واہ محمد اہ ، یا محمد اہ | ۱۵۳ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|---------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|
| ۳۲۲ | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی کو اپنی ذات سے توسل کا طریقہ سکھانا۔ | ۱۵۴ |
| ۳۲۷ | حدیث مذکورہ اور شیخ ابن تیمیہ کی رائے | ۱۵۵ |
| ۳۲۸ | خصائص اہل بیت رضی اللہ عنہم | ۱۵۶ |
| ۳۳۱ | زمزم مدینہ | ۱۵۷ |
| ۳۳۳ | دادی عقیق | ۱۵۸ |
| ۳۳۴ | سرکارِ دو عالم کے اوصاف ام معبد کے زبانی | ۱۵۹ |
| ۳۳۸ | نبی اکرمؐ کا صحابہ کے ساتھ کام میں شریک ہونا | ۱۶۰ |
| ۳۳۹ | صبر نبویؐ | ۱۶۱ |
| ۳۴۰ | قریش کے وہ تین بڑے اشخاص جو مخالفت کے باوجود حضورؐ کے صدق و امانت کا اقرار کرتے تھے | ۱۶۲ |
| ۳۴۱ | چہرہ انور کا حسن و جمال | ۱۶۳ |
| ۳۴۲ | اولادِ آدم کے سردار | ۱۶۴ |
| ۳۴۵ | طب نبویؐ | ۱۶۵ |
| ۳۴۶ | نبی اکرمؐ کے فراق میں کھجور کے تنے کا رونا | ۱۶۶ |
| ۳۴۷ | دونوں جہانوں پر سرکار کی فضیلت | ۱۶۷ |
| ۳۴۹ | وہ اشیاء جنہیں آپ نے کبھی رد نہ کیا | ۱۶۸ |
| " | عظیم معجزہ | ۱۶۹ |
| ۳۵۰ | زمزم سے محبت اور مدینہ سے ماہِ زمزم منگوانا | ۱۷۰ |
| | نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف اشیاء کی پشتوں میں | ۱۷۱ |

| صفحہ | عنوانات | نمبر شمار |
|------|-------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|
| ۳۵۲ | متعلق ہونا | |
| ۳۵۸ | نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۷۲ |
| ۳۶۳ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ملائکہ پر فضیلت | ۱۷۳ |
| ۳۶۴ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا بلا شرط و قید قبول ہوتا ہے | ۱۷۴ |
| ۳۶۷ | وسعت حوض کوثر اور اس کے پانی کے اوصاف | ۱۷۵ |
| ۳۷۰ | آپ کی شفاعت سے جہنمی درجات میں رفعت | ۱۷۶ |
| ۳۷۷ | نبی اکرم کی وصیتیں | ۱۷۷ |
| ۳۷۹ | اپنے رفیق اعلیٰ سے ملاقات | ۱۷۸ |



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اسلامی فکر کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، ادب اور ان کی تعلیمات پر عمل ہے۔ لیکن امت مسلمہ اس فکر سے عاری ہوتی جا رہی ہے۔ جب تک امت کے دل اللہ اور اس کے رسول کی حقیقی محبت سے لبریز رہے وہ عروج کی بلندیوں پر فائز رہیں لیکن جیسے جیسے اس میں کمی آتی گئی زوال اس کا مقدر بن گیا ہے ان کے جو غلام تھے خصلت کے پیشوا رہے

ان سے پھرے جہاں پھر آئی کمی و قسار میں

عالم کفر نے بھی امت کے اس زوال کو دوام دینے کے لیے امت مسلمہ کی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت اور تعلق عقیدت کمزور کرنے کے لیے باقاعدہ علمی و فکری محاذ کھول دیا۔ علامہ اقبال نے کفر کی اس چال کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات

اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

ہر ذمی شعور پر آشکار ہے کہ آج امت مادیت کے غلبے اور فرنگی افکار و تخیلات کی رو میں اس طرح بہہ گئی ہے کہ اس کے دل و دماغ میں اور سب کچھ ہے، اللہ اور اس کا رسول نہیں۔ یہ صورت حال ایک المیہ سے کم نہیں۔ اس پر ہر درد مند دل خون کے آنسو

دور رہا ہے۔ تاہم کچھ خوش قسمت لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس بھٹکے ہوئے آہ کو سونے حرم لانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے ان لوگوں میں ایک نام عالم عرب کے عظیم مفکر شیخ محمد علوی مالکی کا بھی ہے۔ جنہوں نے اس موضوع پر اتنا عمدہ کام کیا جس کی اس دور میں مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ انہوں نے محبت و ادب رسول کے موضوع پر بیسیوں کتب لکھیں مگر ان میں "الذخائر المحمدیہ" کو خصوصی امتیاز حاصل ہے جو فضائل و شمائل نبوی اور آپ کی ذات اقدس کے بارے میں عقائد پر مشتمل ہے۔ کافی عرصہ سے خواہش تھی کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جائے مگر یہ دستیاب نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا الحاج لطیف احمد چشتی کو جو مدینہ منورہ سے کتاب کی فوٹو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ادھر مولانا محمد شیر زماں قادری نے جہان رضا میں شیخ علوی پر بندہ کا مضمون پڑھا تو انہوں نے مجھے خط لکھا:

"ابھی جہان رضا کے فروری کے شمارے میں حضرت علامہ مالکی صاحب کے متعلق آپ کا تفصیلی تعارفی مضمون پڑھا۔ گو پہلے سید عابد حسین شاہ صاحب کا ایک مختصر مضمون فیض عالم میں پڑھ چکا تھا لیکن آپ کا مضمون ماشاء اللہ زیادہ جامع ہے۔ ناچیز کے پاس علامہ مالکی کی کچھ تصانیف ہیں، مثلاً "ذخائر محمدیہ"۔ آپ یا مولانا شرف قادری اگر ان کتب خصوصاً ذخائر جو کہ اب نایاب کتب میں سے ہے کا اگر عربی یا اردو ترجمہ شائع کرنا چاہیں تو ناچیز آپ کو ارسال کرے گا۔ اصل یا فوٹو کاپی جیسے آپ لکھیں گے۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔"

چونکہ کتاب کی فوٹو مدینہ منورہ سے آپ کی تھی لہذا اصل کتاب ارسال کرنے کے

نے تفصیلی حالات در رسول کی حاضری کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجئے!

لیے قادری صاحب کو لکھا تو انہوں نے کتاب روانہ کر دی جس پر وہ نہایت ہی شکر یہ
کے مستحق ہیں۔

محترم چشتی صاحب کا اشتیاق یہ تھا کہ اس کا ترجمہ فی الفور شروع کر دیا جائے
مگر بندہ ان دنوں "سلام رضا کی شرح اور فتاویٰ رضویہ جلد دوم کے ترجمے میں
مصروف تھا لہذا فاضل نوجوان عزیز محترم ڈاکٹر غلام شبیر قادری (استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور)
سے بات کی کہ آپ استعداد کے مطابق ترجمہ کرتے جائیں۔ میں اس پر نظر ثانی کر لوں گا۔
اس طرح اس کتاب کا ترجمہ شروع ہو گیا۔ شرح سلام رضا کے بعد اس پر مکمل
نظر ثانی کی۔ طبیعت خوش ہوئی کہ عزیز محترم نے بڑی محنت و جانفشانی سے کام لیا۔ یہ
اگرچہ ان کی ابتدائی کوشش مگر خوبصورت تھی۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے وسیلہ
جلیلہ سے انہیں ہمیشہ اپنی اماں میں رکھے تاکہ وہ اس امت کے لیے مزید کام کر سکیں۔
اس مبارک کتاب کی اشاعت کا انتظام اگرچہ محترم الحاج لطیف احمد چشتی نے اپنے
ذمے لے رکھا تھا مگر جب ہمارے دوست عاشق رسول محمد بشیر احمد مدنی قادری کو پتہ
چلا کہ یہ کتاب ہمارے آقا علیہ السلام کے فضائل و شمائل کا خزانہ ہے تو انہوں نے اس
کی کتابت کے اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔

یاد رہے کہ مسائل فقہیہ میں مصنف نے مالکی نقطہ نظر بیان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے پیارے حبیب کی رحمت سے نوازے!
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد خاں قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

افتتاحیہ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله

حمد و صلوة کے بعد۔ یہ نہایت ہی علمی مباحث اور قیمتی فوائد ہیں جو آپس میں اس طرح مختلف ہیں کہ انہیں کسی ایک باب یا فصل کے تحت جمع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کا آپس میں اتصال ہے۔ البتہ ایک ایسی شے جو ان تمام کو ایک لڑی میں پرو دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام کا تعلق ذاتِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ اور یہی وہ اہم و مبارک نکتہ ہے جو اس کتاب کے تمام مباحث کو جامع و محیط ہے۔ یہ کتاب اور اس کے مباحث ایک یا دو سال کی محنت نہیں بلکہ میرے طویل مطالعہ، مسلسل درس و تدریس اور محنت و جدوجہد کا ثمر ہیں۔ میں نے انہیں اس وقت جمع کرنا شروع کیا جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ مطالعہ ہی طلبہ کی غذا ہے، بلکہ ان کی روح کی تسکین اور آنکھوں کی ٹھنڈک یہی ہے۔ ان مباحث میں کچھ ایسے وجدانی نکات بھی ہیں جو بعض حقائق نبویہ کی تفسیر و توجیہ سے متعلق ہیں اور ان کا مفہوم لوگوں پر مشتبہ تھا۔ میرے دل میں ان کے معانی و مفہیم کا درو ہوا تو میں نے ان کو محفوظ کر لیا تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائیں۔

میں اس مجموعہ کی اشاعت و اظہار کے لیے ابھی تیار نہ تھا لیکن بعض میرے ایسے معتد دوستوں نے جن کی بات ٹالنا میرے لیے دشوار تھا کہا کہ اس کی اشاعت کر دی جائے تاکہ خواہش مند حضرات اس سے استفادہ کر سکیں۔ رہا بقیہ مواد کا معاملہ تو وہ کسی دوسرے

مجموعے میں آجائے گا۔ مجھے بھی اس پر شرح صدر ہو گیا۔
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اسے نافع بنائے اور اسے اپنی رضا کے حصول
کا ذریعہ بنا دے۔ آمین!

محمد علوی المالکی

مباحث سیرت

نسب مبارک

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن
کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس
بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ابراہیم علیہ السلام -

ولادت مبارکہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ربیع الاول کے
مہینے میں سوموار کے دن ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق ربیع الاول کی دو اور بعض
کے نزدیک تین تاریخ تھی، لیکن جمہور علماء کے نزدیک جو تاریخ مشہور ہے۔ وہ
ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی۔

پیر کے دن کی عظمت

پیر کا دن نہایت ہی مبارک ہے۔ مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی
مروی ہے کہ پیر کے دن سرکارِ دو عالم اس دنیا میں تشریف لائے۔ اسی دن آپ کو اعلانِ
نبوت کا حکم دیا گیا۔ پھر آپ نے اسی دن ہی مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کی۔ اور اسی

دن آپ اس ظاہری دنیا سے وصال فرما گئے۔ حجرِ اسود بھی آپ نے پیر کے دن ہی اٹھایا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ خلتہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

ولادت کے وقت عجائبات کا ظہور

- جس رات حضور علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے، اس رات جن عجائبات کا ظہور ہوا ان میں سے چند یہ ہیں:
- ۱۔ تمام بُتِ منہ کے بل گر پڑے۔
 - ۲۔ نور اور روشنی کا ایسا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔
 - ۳۔ شاہِ ایران کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو گیا اور محلات کے کنگرے گر گئے۔
 - ۴۔ مجوسیوں کی وہ آگ بجھ گئی جو ہزار سال سے جل رہی تھی۔
 - ۵۔ بحیرہِ اسود کا پانی خشک ہو گیا۔

پرورش کرنے اور دودھ پلانے والی خوش نصیب خواتین

- ۱۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا۔ سب سے پہلے حضور علیہ السلام کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کرنے والی خاتون آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں۔
 - ۲۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت آمنہ کے بعد چند دنوں کے لیے حضرت ثویبہ نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا۔ آپ ابو لہب کی لونڈی تھیں۔ جب انہوں نے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری ابو لہب کو سنائی تو اس نے انہیں آزاد کر دیا۔
- امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ وفات کے بعد خواب میں ابو لہب نے کسی کو بتایا:
- انه يخفف عنه في كل يوم ہر پیر کو میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی

اشنین لعنقہ ثویبہ فرہا ہے کیونکہ پیر کو میں نے حضور علیہ السلام
ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد
والہ وسلم۔ کیا تھا۔

محدث ابن منذر نے حضرت ثویبہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ حضرت ثویبہ حضور
علیہ السلام کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئی تھیں جب آپ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ
سے نکاح کر لیا تھا۔ نبی کریم اور حضرت خدیجہ الکبریٰ دونوں ثویبہ کی عزت کیا کرتے
تھے۔ ہجرت کے بعد بھی، ان کی موت تک کپڑوں اور جوتوں وغیرہ کی صورت میں
تحائف بھیجا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا۔ تیسری خوش نصیب خاتون جنہیں رضاعت کا شرف
حاصل ہوا وہ حضرت حلیمہ سعدیہ ہیں۔ انہوں نے نہ صرف نبی کریم کو دودھ پلایا بلکہ
وہ دودھ پلانے اور آپ کی پرورش کے لیے حضور علیہ السلام کو اپنے قبیلے بنی سعد
لے گئیں جو طائف کے پاس واقع ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے ہاں چار
سال تک قیام کیا۔ پس اس دورانیے میں حضور علیہ السلام کی خدمت اور وہاں
جلوہ افروز ہونے کی وجہ سے حضرت حلیمہ سعدیہ نے بارگاہ الوہیت سے خیر کثیر
پایا۔ خاص طور پر رزق میں فراوانی اور زندگی کے اندر ذوق و تسکین کی ایک کیفیت
پیدا ہو گئی۔

۴۔ حضرت شیماء۔ حضرت شیماء، حضرت حلیمہ سعدیہ کی صاحبزادی ہیں۔ انہوں
نے بھی اسی دورانیے میں حضور علیہ السلام کی پرورش اور خدمت کی۔
جب حضور علیہ السلام کی عمر مبارک پانچ برس کی ہوئی تو اس وقت "شق الصدر"
کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور علیہ السلام
کے بارے میں کچھ خوف محسوس کیا جس کی بنا پر آپ کو واپس مکہ آپکے خاندان

بنو ہاشم کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کی خدمت میں، مکہ میں صرف دو دفعہ آئیں۔ پہلی مرتبہ اس وقت جب حضور علیہ السلام کا حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ نے آکر حضور علیہ السلام سے قحط سالی کی شکایت کی جس پر حضرت خدیجہ الکبریٰ نے انہیں اپنی بکریوں کے ریوڑ سے بھین بکریاں اور بھٹریں دیں۔

دوسری مرتبہ جنگ حنین کے موقع پر حلیمہ سعدیہ حضور علیہ السلام سے ملنے کے لیے آئیں۔

۵۔ حضرت ام المین رضی اللہ عنہا۔ آپ کا نام بکہ ہے۔ انہوں نے بھی حضور علیہ السلام کی کچھ عرصہ پرورش کی۔ یہ حضور علیہ السلام کو اپنے والد سے وراثت میں ملی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو آزاد کر دیا۔ بعد میں حضرت زید بن عارثہ سے نکاح کر دیا تھا۔

رسول اکرم کی پرورش

رسول اکرم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ کیونکہ آپ کے والد ماجد اس وقت فوت ہوئے جب آپ ابھی اپنی والدہ کے شکم میں تھے۔ آپ کی کفالت آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ آپ کی عمر مبارک جب چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ آپ کو اور ام المین

۱۔ مشہور یہی ہے اور اسے ابن کثیر وغیرہ نے ترجیح دی ہے اور بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ ان کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر اٹھائیس ماہ تھی۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کے والد ماجد کی عمر انتقال کے وقت پچیس برس تھی۔

کو لے کر مدینے تشریف لے گئیں۔ مقصد سفر اپنے بھائیوں سے ملاقات تھا جب آپ چند ماہ قیام کے بعد واپس مکہ لوٹیں تو راستے میں بیمار ہو گئیں۔ مقام "ابو" پر ان کا وصال ہوا اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ پھر حضرت ام ایمن نبی اکرمؐ کو واپس مکہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس لے کر آئیں۔ بعض روایات میں ہے کہ وفات کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو واپس مکہ لاکر دفن کیا گیا۔ اسے ابن جوزی نے "الوفا" میں ذکر کیا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کے انتقال کے کچھ عرصے کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب بھی انتقال کر گئے۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ ان کے بعد آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق آپ کی کفالت کی۔ یاد رہے کہ آپ کے چچا ابوطالب آپ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔

ابوطالب کی خدمت گزارى

اب ابوطالب دشمنوں کے مقابلے میں آپ کے لیے ڈھال تھے۔ ابوطالب کی زندگی فقر و فاقہ سے عبارت تھی لیکن حضور علیہ السلام کی کفالت کی بدولت آپ بہت بڑے صاحب ثروت اور مالدار بن گئے۔

شام کا سفر

جب حضور علیہ السلام کی عمر ۱۰ سال کی ہوئی تو اس وقت اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے لیکن انہوں نے اس خوف سے کہ کہیں یہود نقصان نہ پہنچاویں، آپ کو واپس کر دیا۔ کیونکہ راہب نے آپ کو اس

ممکنہ خوف سے آگاہ کیا تھا۔

دوسری مرتبہ حضور علیہ السلام حضرت خدیجہ کے ایک غلام میسرہ کے ساتھ ان کا مال لے کر شام گئے تھے۔

اعلان نبوت سے پہلے

بعثت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دینِ عینف پر قائم تھے اور عبادت کیا کرتے آپ کو بتوں اور حرام اشیاء سے بے حد نفرت تھی۔ آپ کے مشاغل میں بکریوں کو چرانا بھی رہا۔ آپ کا ارشاد ہے :

ما بعث اللہ نبیًّا الاّ اللہ کے ہر پیغمبر نے بکریاں چرائی ہیں۔

رعی الغنم فقیل وانت؟ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ!

قال: نعم! آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں

آپ کے معمولات میں تجارت بھی ہے۔ سائب بن ابی سائب نامی شخص بعثت سے پہلے تجارت میں آپ کے ساتھ شریک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر اس شخص سے آپ نے فرمایا :

مرحبا باخی و شریکی! اے میرے شریک تجارت بھائی!

خوش آمدید۔

حضور علیہ السلام کی یہ عادتِ کریمہ تھی کہ آپ تجارت میں نہ کسی کو دھوکہ دیتے اور نہ کسی سے جھگڑا کرتے۔ آپ نے حضرت خدیجہ کے مال سے بھی تجارت کی۔ آپ ان کا مال لے کر شام جاتے تھے اور اتنے کثیر منافع کے ساتھ واپس لوٹتے جو حساب و کتاب سے باہر ہوتا تھا۔

اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔

اسماء مبارکہ

آپ کے اسماء مبارکہ میں سے بعض کے متعلق خود حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، حاجی ہوں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا ہے) حاشر (میں جمع کرنے والا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کو میرے قدموں میں جمع کرے گا) عاقب (میں سب سے آخر میں آنے والا ہوں)۔ میکہ (بعد کوٹی نبی نہیں)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں مقفی (بیچھے ہوں) اور نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ میں نبی الملحمہ (برائی کو مٹانے کے لیے جہاد والا نبی ہوں)۔

قرآن پاک اور آپ کے اسماء مبارکہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن اسماء مبارکہ کے ساتھ آپ کو مخاطب کیا ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

- | | | | |
|---------|----------|---------------|--------------|
| ۱۔ بشیر | ۲۔ نذیر | ۳۔ سراج منیر | ۴۔ رؤف رحیم |
| ۵۔ محمد | ۶۔ احمد | ۷۔ طہ | ۸۔ یسین |
| ۹۔ مزمل | ۱۰۔ مدثر | ۱۱۔ نذیر مبین | ۱۲۔ عبد اللہ |
| | | | ۱۳۔ مذکر |

آخری تینوں اسماء ان آیات کریمہ میں ذکر کئے گئے ہیں:

- ۱۔ قل انا النذیر المبین - ۲۔ انه لما قام عبد اللہ یدعوا
- ۳۔ وانما انت مذکر۔

نوٹ: ان اسماء مبارکہ کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف ناموں سے مخاطب فرمایا۔ ان اسماء مبارکہ میں سے اکثر اسماء صفاتی ہیں۔

علاماتِ نبوت

یوں تو آپ کا ہر فعل، ہر ادا اور ہر عمل نبوت کی علامت تھی مگر تین علامات ایسی ہیں جو علاماتِ نبوت میں صفِ اول کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۱۔ شق الصدر

علاماتِ نبوت میں سے پہلی حسی علامت شقِ صدر کا وقوع پذیر ہونا ہے۔ تمام زندگی میں شقِ صدر کا واقعہ چار مرتبہ ہوا۔

(۱) پہلی مرتبہ بچپن میں اس وقت جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر تھے اور صبح یہی ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال تھی۔

(۲) دوسری مرتبہ شقِ صدر کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ کی عمر مبارک ۱۰ سال تھی۔

(۳) تیسری مرتبہ اس وقت شقِ صدر ہوا جب جبرئیل امین پہلی مرتبہ وحی (قرآنی) لیکر آپ کے پاس آئے۔

(۴) چوتھی مرتبہ شقِ صدر کا واقعہ معراج کی رات پیش آیا۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

نوٹ: شقِ صدر کے واقعہ کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے، بعینہ ماننا کہ آپ کا سینہ اقدس چاک ہوا۔ قلب اقدس نکال کر پھر رکھا گیا، فرض و لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی شے بعید نہیں۔

۱۔ مسند احمد - ابن حبان - حاکم میں اس کا ذکر ہے۔ زرقانی ملاحظہ ہو۔

۲۔ اسے ابو داؤد طیاسی نے روایت کیا اور شرح المواہب میں بھی ہے۔

۲۔ مہرِ نبوت علاماتِ نبوت میں سے ایک اہم علامت "مہرِ نبوت" ہے اس کی کیا کیفیت تھی؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ وہ کبوتری کے انڈے کی مانند تھی۔ جو آپ کی پشت مبارک میں بائیں کندھے کی ہڈی کے پاس ایک ابھرے ہوئے گوشت کی طرح تھی۔ یہ نشان نبوت نور سے چمکتا رہتا تھا۔ اس سے آپ کی ہیبت اور جاہ و حشم میں اضافہ ہوتا۔ اور اس سے خوشبو پھوٹ رہی ہوتی تھی۔

۳۔ سچے خواب ان علامات میں سے ایک اہم علامت "سچے خواب" تھے۔ آپ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو صبح اس کی تعبیر عملی شکل میں صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتی۔

آپ روشنی اور نور کا شاہدہ کرتے، غیبی آوازیں سنتے۔ اسی طرح جب آپ راستے پر چلتے تو پتھر اور درخت آپ کو سلام عرض کرتے اور بادل سایہ فگن ہوتے۔

اولادِ اطہار

آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

۱۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔ قاسم آپ کی اولاد میں سب سے پہلے بیٹے ہیں۔

اور ان ہی سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی موسوم کیا

جاتا ہے۔

نوٹ: بعض روایات کے مطابق طیب و طاہر ایک نہیں بلکہ طیب الگ

تھے اور طاہر الگ -

۳ - حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ - آپ کی پیدائش مدینے میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے ہوئی - اور جب آپ کی عمر دو ماہ دس دن کی ہوئی تو آپ کا انتقال ہو گیا - بعض روایات کے مطابق اس وقت آپ کی عمر سات یا آٹھ ماہ تھی -

صاحبزادیاں

۱ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا - یہ آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں - آپ کا نکاح حضرت ابوالعاص بن الربیع سے ہوا - اور وہ اسلام لے آئے - ان کے ہاں ایک بیٹے علی کی پیدائش ہوئی جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا - اور ایک بیٹی حضرت امامہ تھیں - یہی آپ کی وہ نواسی ہے جس کے بارے میں ہے کہ حضور علیہ السلام اسے نماز کے دوران اٹھایا کرتے تھے -

۲ - حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا - آپ کا نکاح حضرت علی سے ہوا - اور آپ سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں - بیٹوں میں حسن - حسین اور محسن رضی اللہ عنہم تھے - یاد رہے کہ محسن بچپن ہی میں وصال فرما گئے - جبکہ بیٹیوں میں رقیہ زینب اور ام کلثوم تھیں - حضرت رقیہ بالغ ہونے سے قبل ہی فوت ہو گئیں جبکہ زینب کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا تھا - جن سے علی کی پیدائش ہوئی اور وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے - حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا - اور آپ کے ہاں ان سے زید کی پیدائش ہوئی تھی - حضرت عمر کی وفات کے بعد عوف بن جعفر سے، جبکہ ان کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر سے ان کا نکاح ہوا تھا -

حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت علی نے آپ کی وصیت کے مطابق حضرت فاطمہ کی بہن حضرت زینب کی بیٹی امامہ سے نکاح کر لیا تھا - حضرت

علی کے بعد منیرہ بن حارث بن عبدالمطلب نے ان سے نکاح کر لیا تھا اور ان کے ہاں سحیہ کی ولادت ہوئی۔ ان کا انتقال منیرہ کے ہاں ہی ہوا۔

۳۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور آپ کے ہاں عبد اللہ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کا انتقال اس دن ہوا جب زید بن حارثہ جنگ بدر میں کامیابی کی خبر لے کر مدینے آئے۔

۴۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ رقیہ کے انتقال کے بعد آپ کا نکاح بھی حضرت عثمان سے ہوا تھا۔ شعبان نو ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔

نوٹ: (۱) حضور علیہ السلام کے تمام بیٹے، اسلام سے قبل چین میں ہی انتقال کر گئے۔ جبکہ آپ کی بیٹیوں نے اسلام کو پایا اور انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی۔ اور یہ تمام کی تمام بیٹیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں۔

(۲) حضور علیہ السلام کی تمام اولاد آپ کی ظاہری زندگی میں انتقال کر گئیں سوائے حضرت فاطمہؑ کے جو آپ کے وصال کے بعد سات ماہ تک زندہ رہیں

ازواج مطہرات

حضور علیہ السلام کی وہ زوجات جن کے ساتھ آپ نے معاشرت کی گیارہ ہیں:

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہ۔ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اعلان نبوت سے قبل پندرہ برس اور بعثت کے بعد ۱۰ سال بسر کیے۔ آپ کا

انتقال آپ کے پاس ہی ہوا۔

۲۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ آپ نبی کریم کے پاس ہی بوڑھی ہو گئی

تھیں۔ پس انہوں نے اپنی

باری حضرت عائشہ کے لیے ہمہ کردی اور حضور سے عرض کیا مجھے دیکھ کر کوئی

کوئی حاجت نہیں۔ بس میری صرف ایک خواہش ہے کہ قیامت کے دن آپ کی بیویوں میں میرا شمار ہو۔

آپ کے خصائص میں یہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد حضور علیہ السلام کے ساتھ تین سال تک اکیلی رہیں۔ سچپن ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔

۳۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا۔ آپ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں ہجرت سے دو سال قبل نکاح کیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہجرت سے

تین سال قبل نکاح کیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چھ یا سات سال تھی۔ رخصتی

مدینہ طیبہ میں نو برس کی عمر میں ہوئی۔ جب حضور کا وصال ہوا تو ان کی عمر اٹھارہ

برس تھی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھاون برس تھی۔ نبی کریم نے آپ کے

علاوہ کسی اور کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ آپ کی کنیت ام عبد اللہ ہے۔

۴۔ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم نے

انہیں طلاق دے دی تھی۔ پس اس موقع پر جبرئیل امین آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ

نے حضرت حفصہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ وہ نہایت عابدہ اور

روزہ رکھنے والی خاتون ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے اس لیے

رجوع کرو تا کہ عمر فاروق کی دلجوئی ہو جائے۔ آپ کا انتقال پینتالیس برس کی

عمر میں ہوا۔ اس کے علاوہ بھی قول ہیں۔

۵۔ حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ ان کے ساتھ عقد

حبشہ میں ہوا۔ نجاشی نے آپ کی طرف سے چار سو دینار مہرا دیا۔ نکاح کے

ولی حضرت عثمان بن عفان بنے۔ آپ کا انتقال چوالیس سال کی عمر میں ہوا۔

۶۔ حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔ آپ کا انتقال باسٹھ سال کی عمر

میں ہوا۔ ان کا وصال آپ کی تمام بیویوں کے بعد ہوا۔ دوسری روایت کے

مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا آخر میں وصال ہوا۔

۷۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ آپ کا انتقال بیس ہجری کو ہوا۔ یہ وصال کے

لحاظ سے سب سے پہلی بیوی ہیں۔ یہ وہ پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ چار پائی پر اٹھایا گیا

۸۔ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ یہ غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں۔

آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ آپ کا انتقال چھپن برس کی عمر میں ہوا۔

۹۔ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔ یہ حضرت خالد بن ولید اور عبداللہ بن عباس

کی خالہ تھیں۔ یہ آپ کی زوجات میں سے وہ آخری زوجہ ہیں جن کے بعد آپ نے کسی

سے نکاح نہیں کیا۔ آپ کا انتقال اکاون ہجری کو ہوا۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا

انتقال چھیاسٹھ ہجری کو ہوا۔ اگر یہ دوسرا قول مان لیا جائے تو حضرت میمونہ وہ زوجہ ہیں

جن کا وصال تمام ازواج مطہرات کے بعد ہوا۔

۱۰۔ حضرت صفیہ بنت حمی بن اخطب رضی اللہ عنہا۔ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی

اولاد میں سے تھیں۔ فتح خیبر کے موقعہ پر قید ہو کر آئیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو

آزاد کر دیا اور آپ کی آزادی کو ہی مہر بنا کر ان سے نکاح کر لیا۔ پچاس ہجری میں ان

کا انتقال ہوا۔

۱۱۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ عنہا۔ نبی اکرم نے آپ سے

تین ہجری میں نکاح کیا۔ آپ حضور علیہ السلام کے پاس دو یا تین ماہ زندہ رہیں اور

اس کے بعد انتقال کر گئیں

رضاعی بھائی

۱۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ { ان دونوں کو حضرت ثویبہ نے جو کہ ابولہب

۲۔ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد { کی لونڈی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

ساتھ اس وقت دودھ پلایا جب اس کا بیٹا مسروح بن ثویبہ دودھ پی رہا تھا۔
 یاد رہے کہ حضرت حمزہؓ اور ابوسلمہ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔
 ۳۔ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابوسفیان
 اور نبی اکرم کو حضرت حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ابوسفیان نے بعد میں اسلام
 قبول کر لیا تھا۔

نوٹ: عبداللہ - آسیہ - شیما - حلیمہ سعدیہ کی یہ اولاد ان کے خاوند حارث بن عبدالغری
 سے ہے۔ الاصابہ میں ہے کہ یہ تینوں اور ان کے والد صحابی تھے۔
 آپ کی آخری اولاد میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا وہ صحابہ میں شامل ہیں یا کہ نہیں۔

ماموں اور خالائیں

- ۱۔ اسود بن وہب - یہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے
 انہیں چند کلمات کی تعلیم دی۔ اور دعا سکھائی جو شرح المواہب میں نقل ہے۔
- ۲۔ عبدالغوث بن وہب - یہ اس سود نامی شخص کے والد ہیں جن کا شمار حضور علیہ السلام
 کا مذاق اڑانے والوں میں ہوتا ہے۔
- ۳۔ فرعیہ بنت وہب - یہ آپ کی خالہ ہیں۔

آزاد کردہ غلام

- ۱۔ زید بن حارثہ - آپ نے انہیں اور ان کے بیٹے اسامہ اور ثوبان کو آزاد کر دیا تھا۔
- ۲۔ ابوبکیشہ سلیم - یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں آزاد
 کر دیا تھا۔ ان کی وفات اس دن ہوئی جب حضرت عمرؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے۔
- ۳۔ انیسہ - آپ نے انہیں بھی آزاد کر دیا تھا۔

- ۴۔ شقران - ان کا نام صالح ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ وہ غلام ہیں جو نبی اکرم کو اپنے والد کی وراثت میں ملے تھے لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کو نبی اکرم نے عبدالرحمن بن عوف سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔
- ۵۔ ابو رافع سلم - یہ وہ غلام ہیں جنہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہہ کیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت عباس کے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ ان کی بیوی سلمیٰ (جو کہ آپ کی لونڈی تھی) کے ہاں علیہ اللہ کی ولادت ہوئی تھی۔
- ۶۔ یسار الراعی التوی - ان کو اہل عربینہ نے قتل کر دیا تھا۔
- ۷۔ ابو موسیٰ حبیبہ - آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔
- ۸۔ فضلہ - ان کا انتقال شام میں ہوا۔
- ۹۔ رافع - یہ سعید بن عاص کے تصرف میں تھے۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔
- ۱۰۔ مدعم - رفاعہ جذامی نے انہیں حضور کو سہہ کیا تھا۔ یہ وادی قرمی میں قتل ہوئے۔
- ۱۱۔ کرکرة لوبی - ہوذہ بن علی نے انکو بطور ہدیہ حضور علیہ السلام کو پیش کیا تھا۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔
- ۱۲۔ زید - یہ بلال بن یسار کے دادا تھے۔
- ۱۳۔ عبید
- ۱۴۔ طہمان
- ۱۵۔ مابور قطبی - یہ مقوقس کی طرف سے آپ کو ہدیہ کیا گیا۔
- ۱۶۔ واقد
- ۱۷۔ ابو واقد
- ۱۸۔ ہشام

۱۹۔ ابو ضمرة۔ یہ مال فئ میں آئے تھے۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔

۲۰۔ حنین

۲۱۔ ابو عثیب۔ ان کا نام امر تھا

۲۲۔ ابو عبید

۲۳۔ سفینہ۔ آپ ام سلمہ کے غلام تھے لیکن ام سلمہ نے انہیں اس شرط پر آزاد کیا کہ

وہ اپنی تمام عمر حضور علیہ السلام کی خدمت کریں گے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا:

ولو لم تسترطی علی ما فارقتہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کریں تب بھی میں

آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔

ان کا نام رباح تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا نام ہیران ہے۔

۲۴۔ ابو ہریرہ۔ انہیں بھی آپ نے آزاد کر دیا تھا۔

۲۵۔ انجستہ الحادی

۲۶۔ ابولسانہ

بعض لوگوں نے آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد اس سے بھی زیادہ بیان

کی ہے۔

آزاد کردہ لونڈیاں

۱۔ سلمیٰ ام رافع۔ یہ ابو رافع کی بیوی تھی جو حضور علیہ السلام کو اپنے والد کی

طرف سے درانت میں ملی تھی۔

۲۔ ماریہ

۳۔ ریحانہ

۴۔ قیسر۔ یہ ماریہ کی بہن تھی۔

۵ - میمونہ بنت سعد

۶ - حفصہ

۷ - رضوی

نوٹ : اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد کتنی ہے۔ ابن جوزی کا کہنا ہے کہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تینتالیس جبکہ آپ کی آزاد کردہ لونڈیوں کی تعداد گیارہ ہے۔
شیخ صدیق حسن خاں نے بلوغ المرام کی شرح میں ذکر کیا کہ آپ نے اپنی عمر تریسٹھ سال کے مطابق تریسٹھ غلام آزاد فرمائے۔

خدا م و ملازمین

انس بن مالکؓ - ہند - اسماء (جو حارثہ کے صاحبزادے ہیں) - ربیعہ بن کعبؓ
الاسیمونؓ - عبداللہ بن مسعودؓ - عقبہ بن عامرؓ - بلالؓ - سعد (جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام تھے) - مخزومہ بن ابی نجاشی - کبیر بن شداد - اللیثی - ابوذر غفاری - امین بن ام ایمن - واسلع بن شریک - مہاجر مولیٰ ام سلمہ - نعیم بن ربیعۃ الاسامی - ابو حمراء ہلال بن حارث - ابو سمح - (آپ کا نام ایاد تھا)

آپ کی خدمت کرنے والی خواتین

برکہ ام ایمن - آپ اسامہ بن زید کی والدہ ہیں -
خولہ - آپ حضرت حفص کی دادی ہیں -
سلمیٰ ام رافع - آپ ابو رافع کی بیوی ہیں -
میمونہ بنت سعد - ام عیاش - آپ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی ہیں

آپ کی خدمت میں صحابہ کرام کی ذمہ داریاں

- ۱۔ سفر اڑوں کا نفاذ۔ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کے ذمے آپ کی نافرمانی کا کردہ سزا کا اجراء تھا مثلاً گوڑے لگانا۔ بچم کرنا۔ قصاصاً قتل کرنا۔
- حضرت علی بن ابی طالب۔ زبیر بن عوام۔ مقداد بن عمرو۔ محمد بن مسلمہ۔ عاصم بن ثابت۔ ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
- ۲۔ مالی نظام۔ حضرت بلال کے ذمہ مالیات کا نظام تھا۔
- ۳۔ مہر کی حفاظت۔ حضرت معقیب بن ابی فاطمہ الدوسی کے پاس آپ کی مہر ہوا کرتی تھی۔
- ۴۔ مسواک و وضو اورین مقدس۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ آپ کے لیے مسواک نعلین اور وضو کے برتن اٹھاتے۔
- ۵۔ سامان اٹھانا۔ حضرت ابورافع جن کا نام اسلم ہے۔ سامان وغیرہ اٹھانے پر مامور تھے۔
- ۶۔ سواری کے آگے چلنا۔ عقبہ بن عامر الجہنی کو صاحب بغلۃ الرسول کہتے ہیں آپ سفر کے دوران خچر کے آگے آگے چلتے تھے۔
- ۷۔ کجاوہ رکھنا اور اتارنا۔ حضرت اسلم بن شریک بن عوف کو صاحب راحلۃ النبی کہا جاتا ہے۔ آپ سواری پر کجاوہ رکھتے اور اتارتے۔
- ۸۔ اونٹوں کی نگہداشت۔ خالد بن لیسان بن عوف الغفاری۔ حسان اسلمی۔ ناجیہ بن جنذب اسلمی وہ صحابہ ہیں جو آپ کے اونٹوں کے متعلقہ امور کو نبھاتے تھے۔
- ۹۔ چوپایوں کا چیرانا۔ حضرت ذر بن ابی ذر الغفاری وہ صحابی تھے جو

حضور علیہ السلام کے چوپاٹے کو چراتے اور اس کی رسی پکڑ کر آگے آگے چلتے۔
۱۰۔ آواز دے کر بلانا۔ حضرت براء بن مالک کی یہ ڈیوٹی تھی کہ جب نبی اکرم کسی
مرد سے ملنا چاہتے یا اس کی باری آتی تو آپ آواز لگاتے۔ جبکہ حضرت ابنخشبہ
عورتوں کو آواز دیتے تھے۔

۱۱۔ تلوار لے کر کھڑے ہونا۔ حضرت ضحاک بن سفیان بن کعب ہمیشہ حضور
علیہ السلام کے ساتھ تلوار لے کر کھڑے ہوتے تھے۔ آپ اکیلے ایک لسنوا
شاہسواروں کی طاقت رکھتے تھے۔

۱۲۔ ازواجِ مطہرات کی خدمت پر مامور۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ
عنه کی یہ ذمہ داری تھی کہ آپ حضور علیہ السلام کی طرف سے آپ کی زوجات
مطہرات پر امین مقرر تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت وہ
ایسے کجاووں میں نکلیں جن پر پردہ تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف ازواجِ مطہرات کے
آگے آگے تھے جبکہ حضرت عثمان بن عفان پیچھے تھے۔ یہ دونوں صحابی ازواجِ مطہرات کے
قریب ہونے کی وجہ سے آپس میں مذاق تک بھی نہیں کرتے تھے۔

۱۳۔ بارگاہِ نبوی کے آداب کی تعلیم۔ نبی اکرم کی بارگاہ میں جو مختلف وفود آتے تھے
حضرت ابوبکر صدیق خود ان کو تعلیم دیتے یا کسی کی ڈیوٹی لگاتے کہ وہ اہل و قدر کو آگاہ
کرے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایسا کرنا ہے۔ آپ انہیں تعلیم دیتے۔

| | |
|----------------------|-------------------------------------|
| کیف یحییون النبی صلی | کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں |
| اللہ علیہ وسلم و کیف | کیسے حاضر ہونا ہے اور آپ کی خدمت |
| یسلمون علیہ و کیف | میں کیسے سلام عرض کرنا ہے اور آپ کی |
| یجلسون بین یدیه۔ | بارگاہ میں کیسے بیٹھا جاتا ہے۔ |

جیسے کہ ابن اسحاق نے وفد ثقیف کے بارے میں لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق ان کی طرف گئے اور انہیں بارگاہِ رسول کے آداب سکھائے۔

نوٹ: حضور علیہ السلام بعض گھریلو معاملات کی انجام دہی میں ایک یہودی غلام کو موقع عطا فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے بعد وفات پا گئے۔

بعض معاملات ایسے ہیں جن کے انجام دینے میں حضور علیہ السلام کسی کو حکم یا تکلیف نہ دیتے تھے۔ جیسے صدقہ اور رات کو وضو کرنا۔

ابن سعد، زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں دو ایسے معاملے تھے جن کی انجام دہی میں کسی کو تکلیف نہیں دی۔ ان میں رات کو وضو کرنا اور دوسرا کسی سائل کو صدقہ دیتے تو خود دیتے۔

مختلف جنگوں میں حضور اکرم کے محافظین

- ۱۔ جنگِ بدر۔ جنگِ بدر میں آپ کے محافظ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے جب آپ جھونپڑی میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت یہ خدمت حضرت ابوبکر صدیق کے ذمہ تھی۔
- ۲۔ جنگِ احد۔ ذکوان بن عبدیس اور محمد بن مسلمہ نے جنگِ احد میں آپ کی حفاظت کی۔
- ۳۔ جنگِ خندق۔ اس موقع پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آپ کے محافظ تھے۔
- ۴۔ معرکہ خیبر۔ حضرت عباد بن بشر، سعد بن ابی وقاص اور ابوالیوب خیبر میں آپ کے محافظ تھے۔
- ۵۔ وادیِ قرنی۔ وادیِ قرنی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے محافظ تھے۔

نوٹ: جب قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اور اللہ تعالیٰ خود دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔

۱۔ یعنی اکثر و بیشتر یہی معمول تھا تاہم کبھی کبھی بعض خدام کو اس خدمت کا بھی موقع مل جاتا۔

اس کے بعد آپ نے حفاظت کے لیے پہرہ ترک کر دیا۔

مختلف بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دینے والے آپ کے قاصدین

۱۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمیری رضی اللہ عنہ۔ آپ حضور علیہ السلام کے وہ پہلے قاصد ہیں جو دعوتِ اسلام لے کر نجاشی کے پاس گئے تھے۔ نجاشی کا نام اصمہ تھا جس کا معنی "عطیہ" ہے۔ نجاشی نے آپ کا خط اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اور تخت سے اتر کر نیچے زمین پر بیٹھ گیا اور اسلام قبول کیا۔ ان کی وفات نبی اکرم کی حیاتِ ظاہری میں نو ہجری کو ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

۲۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ دعوتِ اسلام کا پیغام لے کر قیصرِ روم کے پاس گئے۔ قیصرِ روم کا نام ہرقل تھا۔ اس پر نبی محترم کی نبوت ظاہر ہو گئی تھی۔ اور اس نے اسلام کو بھی سمجھ لیا تھا، مگر اپنی حکومت کے خوف سے اسلام قبول نہ کیا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ دعوتِ اسلام لے کر کسریٰ ایران کے پاس گئے۔ اس بد بخت نے حضور علیہ السلام کا خط پھاڑ ڈالا جس پر آپ نے اللہ سے یہ دعا فرمائی

مزق اللہ ملکہ کل ممزق اے اللہ اس کی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

۴۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ پیغامِ اسلام لے کر مقوقس کے پاس گئے۔ پس اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس نے حضور علیہ السلام کے لیے، ماریہ سیرین اور تیز ترین فخر جس کا نام دلدل تھا ایک ہزار دینار اور بیس عدد کپڑے آپ کی بارگاہ میں بھیجے۔

۵۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کو نبی اکرم نے عمان کے سربراہوں جہیز

اور عبد جندی کی طرف بھیجا۔ ان دونوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور حضرت عمرو بن عاص کو اپنے درمیان معاملات میں فیصلہ بنا لیا۔ اور یہ منصب اُن کے پاس آپ کے وصال تک رہا۔

نوٹ: اہل سیر نے لکھا ہے کہ آپ نے ۳۰ ہجری کو فقط ایک دن میں ایسے چھ افراد کو اسلام کا پیغام دے کر بھیجا کہ ان میں سے ہر ایک اس قوم کی زبان سے آگاہ تھا جن کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔

۶۔ حضرت سلیمان بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ۔ آپ کو حضور علیہ السلام نے پیامہ کے سربراہ ہوذہ بن علی کی طرف بھیجا۔ انہوں نے حضرت سلیمان بن عمرو العامری کی عزت کی۔ اور حضور علیہ السلام کی طرف لکھ بھیجا۔ "کیا ہی خوب دین ہے جس کی طرف آپ نے دعوت دی۔ میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں مجھے کوئی منصب دیجئے آپ نے انکار کر دیا جس پر ہوذہ مسلمان نہ ہوا۔"

۷۔ حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ۔ آپ دعوت اسلام لے کر حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف تشریف لے گئے۔ جو شام کی ایک ریاست بلقاء کا بادشاہ تھا۔ اُس نے آپ کا خط ایک طرف رکھا اور کہا۔ میں آپ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس پر قیصر روم نے اسے منع کر دیا۔

۸۔ حضرت ہباج بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ۔ آپ دعوت اسلام لے کر حارث حمیری کے پاس گئے جو یمن کا حاکم تھا۔

۹۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ۔ آپ دعوت اسلام لے کر سادی کے بیٹے منذر کے پاس گئے جو بحرین کا بادشاہ تھا۔ انہوں نے دعوت اسلام قبول کر لی۔

۱۰۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کو حضور علیہ السلام نے دعوت اسلام دے کر یمن کی طرف بھیجا۔ آپ کے ساتھ معاذ بن جبل بھی تھے۔ پس یمن کے عوام اور

حکمرانوں نے بغیر لڑائی کے اسلام قبول کر لیا۔

کاتبان نبی

جن صحابہ کرام نے وحی کو لکھا یا جو صحابہ حضور علیہ السلام کے لیے خطوط لکھتے تھے

وہ مندرجہ ذیل ہیں :

| | | |
|---------------|-----------------|---------------------|
| زبیر بن عوام | طلحہ بن زبیر | خلفاء راشدین |
| ابی بن کعب | عبداللہ بن ارقم | عامر بن فہیرہ |
| حنظلہ بن ربیع | خالد بن سعید | ثابت بن قیس بن شماس |
| شرجیل بن حسنة | معاویہ | زید بن ثابت |
| مغیرہ بن شعبہ | خالد بن ولید | علاء بن حضرمی |
| | خدیفہ بن یکان | عبداللہ بن رواحہ |

نوٹ : حضرت معاویہ اور زید بن ثابت وہ صحابی ہیں جو لکھنے کے بارے میں باقی صحابہ کے مقابلے میں لکھنے کا زیادہ التزام کرنے والے اور اس کے لیے مخصوص تھے۔

وقتِ حملِ عجائب کا ظہور

امام ابو نعیمؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی والدہ کے حمل کی رات عظیم واقعات رونما ہوئے۔ جن کا ذکر ذیل میں ہے۔

- ۱۔ جس رات آپ حضرت آمنہؓ کے رحم میں جلوہ افروز ہوئے اُس رات قریش کے تمام چوپایے بولے۔ اور کہنے لگے، رب کعبہ کی قسم! وہ رسولِ رحمِ مادر میں تشریف فرما ہو گئے ہیں جو دنیا کے امام اور اہل دنیا کے لیے روشنی کا میلنارہ ہیں۔
- ۲۔ دنیا میں کسی بادشاہ کا کوئی تخت ایسا باقی نہ رہا جو منہ کے بل نہ گرا ہو۔

۳۔ مشرق میں رہنے والے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی۔ اسی طرح سمندری جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

۴۔ زمین اور آسمان پر ایک ہی ندا تھی کہ ہم تمہیں - بیواؤں اور مسکینوں کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ان کا سہارا حضرت ابوالقاسم تشریف لارہے ہیں۔ اسے حافظ ابن حجر نے ذکر کر کے کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

بوقت ولادت عجائبات کا ظہور

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے میری عمر سات یا آٹھ سال تھی اور میں اس وقت ہر سنی اور دیکھی چیز کو دیکھ سمجھ لیتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی چیخ کر کہنے لگا اے یہودیو میرے گرد جمع ہو جاؤ۔

قالوا ویلک مالک قال طلع
نجم احمد ولدہ فی
ہذا اللیلۃ۔
یہودی اس سے کہنے لگے تیرا ستیا ناں
ہو تجھے کیا ہو گیا۔ وہ کہنے لگا تارہ لہو
احمد طلوع ہو چکا ہے۔ اور اس کی ولادت
اسی رات ہوئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک یہودی جو کہ مکہ میں رہتا تھا، جس رات آپ کی ولادت ہوئی وہ قریش کے لوگوں سے کہنے لگا: اے قریش کیا تم میں کوئی بچہ آج رات پیدا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے ہمیں اس چیز کی خبر نہیں۔

قال انظروا فانہ ولد فی
ہذا اللیلۃ نبی ہذہ
الامۃ بین کتفیہ علامۃ
وہ کہنے لگا جا کر دیکھو۔ کیونکہ اس
امت کا نبی اس رات پیدا ہو گیا ہے
اور اس کے شانوں کے درمیان

فانصرفوا سألوا فقیل
 لهم قد دلل عبد الله
 ابن عبد المطلب غلام
 فذهب اليهودی معهم
 الی أمہ فاخرجته لهم
 فلما رأی مکا الیہودی العلامه
 خر مغشیا علیہ وقال
 ذهب النبوة من بنی
 اسرائیل یا معشر قریش
 اما والله لیسطون بکم سطوة
 یخرج خبرها من
 المشرق والمغرب .

نبوت کی مہر کا نشان ہے۔ وہ جا
 کر قریش کے لوگوں سے پوچھنے لگے۔
 انہیں بتایا گیا کہ حضرت عبد اللہ ابن
 عبد المطلب کے ہاں ایک بیٹے کی
 پیدائش ہوئی ہے یہودی لوگوں کے
 ساتھ آپ کی والدہ کے پاس گیا۔ انہوں
 نے اسے حضور کو دکھایا۔ پس جب
 یہودی نے مہر نبوت دیکھی تو بہوش
 ہو کر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ بنی اسرائیل
 سے نبوت کا تاج چھین گیا۔ اے
 قریش اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو بلندی
 عطا کرے گا۔ اور اس کی خبر مشرق و
 مغرب میں پھیلے گی۔

ولادت نبوی کی برکات

صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ آپ کی ولادت
 محرم، رجب یا رمضان یا کسی ایسے ماہ میں نہیں ہوئی جو ذاتی شرف رکھتا ہو۔ کیونکہ
 آپ نے زمانے سے شرف نہیں پایا بلکہ زمانہ آپ کی ولادت سے مشرف ہوا۔ جس
 طرح مختلف مقامات آپ کی جائے قرار ہونے کی وجہ سے متبرک ہوئے۔ اگر حضور علیہ السلام
 کی ولادت محرم یا رمضان وغیرہ میں ہو جاتی تو یہ گمان کیا جاسکتا تھا کہ اس ماہ کی وجہ سے
 آپ کو شرف ملا۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے آپ کا وقت ولادت ان مہینوں

کے علاوہ مقرر کیا تاکہ اس ماہ کو آپ کی فضیلت و شرف کی وجہ سے ہی فضیلت نصیب ہو۔
 جمعہ کا دن مبارک دن ہے کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس جمعہ کے
 دن میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جسے کوئی بھی مومن پالے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے
 حضور میں جس خیر کی دعا کرے وہ حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ تو اس دن کا حال ہے جس دن
 آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو کیا مقام ہوگا اس دن کی برکتوں اور سعادتوں کا جس دن
 تمام انبیاء کے سربراہ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت کے دن کسی اضافی
 عبادت کا حکم نہیں دیا۔ جس طرح آدم علیہ السلام کے یوم ولادت کے دن میں نماز جمعہ
 اور خطبہ کا اضافہ بطور عبادت کیا ہے۔ اس طرح حضور کے یوم ولادت میں کوئی اضافی
 عبادت امت پر آپ کے اکرام کی خاطر لازم نہ فرمائی۔ تاکہ امت پر تخفیف کی صورت میں
 آپ کی رحمت و عنایت کا اظہار ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

دَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

اور ان رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اس دن کوئی اضافی عبادت لازم نہ
 فرمائی۔

بوقت پرورش عجائبات کا ظہور

۱۔ امام بیہقی وصابونی نے "مائتین" میں۔ خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے اپنی
 اپنی تواریخ اور ابن طغرکب السباق نے اپنی کتاب "النطق المفہوم" میں حضرت
 عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضور سے عرض کیا : یا رسول اللہ
 آپ کی نبوت پر جس نشانی نے مجھے رغبت دلائی کہ میں اسلام میں داخل ہو جاؤں
 وہ آپکا بچپن میں چاند سے کھیننا اور گفتگو کرتا ہے۔ آپ اپنی انگلی سے چاند کو

جس طرف اشارہ کرتے وہ اسی طرف چلا جاتا۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا :
 انی کنت احدثہ و یحدثنی میں اس سے اور وہ مجھ سے گفتگو
 ویلہینی عن البکاء و اسمع کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا
 و جبتہ حین یسجد تحت اور میں اس کے اس سجدے کی آواز کو
 العرش۔ سنتا تھا جو وہ عرش کے نیچے کرتا۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صرف احمد بن ابراہیم الجلی نے روایت کیا ہے اور وہ مجہول ہیں جب کہ امام صالبونی فرماتے ہیں یہ حدیث سند و متن کے لحاظ سے غریب ہے لیکن معجزات میں حسن کا درجہ رکھتی ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں سیرۃ واقدی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ عام بچے جس عمر میں گفتگو شروع کرتے ہیں آپ نے اس سے پہلے شروع کی۔

۳۔ امام ابن سبع نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کے بنگھوڑے کو ملائکہ حرکت دیا کرتے تھے۔

۴۔ امام بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ فرمایا کرتی تھیں :

انما اول ما فطمت رسول اللہ
 تکلم فقال اللہ اکبر کبیراً
 والحمد للہ کثیراً و سبحان
 اللہ بکرۃً و اصیلاً۔
 جب آپ نے گفتگو کرنا شروع کی تو
 آپ نے یہ کلمات کہے : اللہ اکبر
 کبیراً والحمد للہ کثیراً
 و سبحان اللہ بکرۃً و اصیلاً۔

اے ماں اپنے بچے کو باہم باتوں میں اور کھیل کود میں مصروف کرنے کے لیے کبھی کبھار جس طرح بچے کو کھلاتی ہے اسی طرح چاند آپ کے ساتھ کھیلتا تھا۔ اس چیز کو عربی میں "مناغات" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۵۔ جب کبھی بارش ہوتی یا زمین پر پانی جمع ہو جاتا تو آپ گھر سے باہر تشریف لاتے اور بچوں کو دیکھتے کہ وہ پانی میں کھیل رہے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب کرتے۔ یہی حدیث مواہب میں بھی مذکور ہے۔

واقعہ غرانیق اور اس کا رد

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے سورہ نوح کی تلاوت کی جب آپ نے پڑھا اَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتِ الْعِزَّىٰ وَجِنَّاتِ الْعِزَّىٰ وَجِنَّاتِ الْعِزَّىٰ تُوْشِيْطَانِیْنِ نے آپ کی تلاوت میں یہ کلمات داخل کئے تِلْكَ الْغُرَانِیْقُ الْعِلَّاءُ اِنْ شَفَاعَتِهِنَّ لَسَتْ بِحُجْرٍ۔ جب حضور علیہ السلام نے سورہ کو ختم کیا تو آپ نے سجدہ کیا۔ مشرکین نے بھی یہ سمجھتے ہوئے آپ کے ساتھ سجدہ کیا کہ آپ نے ان کے خداؤں کا نام اچھائی سے لیا ہے۔ پس یہ خبر گیس میں پھیل گئی شیطان نے اس خبر کو پھیلانے کے لئے بڑا کردار ادا کیا۔ جب یہ خبر حبشہ پہنچی تو وہاں پر موجود مسلمان عثمان بن مظعون اور دوسرے صحابہ کرام آپس میں اس بات کا ذکر کرنے لگے کہ تمام اہل مکہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور انہوں نے آج سے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور اب مکہ کے مسلمان امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

غرانیق غر نوق کی جمع ہے۔ لغت میں مذکر آبی پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے۔ اس کو اس کی سفیدی کی وجہ سے غرانیق بھی کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک سفید اور نرم و نازک آبی پرندہ ہے۔

کفار یہ گمان کرتے تھے کہ بت انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے اور ان کے لیے باعث شفاعت بنتے ہیں لہذا بت ان پرندوں کی مانند ہیں جو آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں۔

جب کفار مکہ پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ آپ نے ان کے معولوں کا نام خیر کے ساتھ

نہیں لیا تھا تو واپس اپنی اصل بلکہ پہلے سے بڑھ کر مخالفت پر اتر آئے جو ان کا پیشہ تھا۔
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الشفاء" میں اس واقعہ پر گفتگو کرتے
ہوئے اس کا خوب رد کیا ہے۔ جو قاری کے لیے کافی و شافی ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے

هذه القصة باطلة موضوعة
لا يجوز القول بها قال الله تعالى
وما ينطق عن الهوى ان هو
الا وحى يوحى وقال الله تعالى
سنقرئك فلا تنسى۔
یہ قصہ باطل اور من گھڑت ہے۔
ایسا قول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ
تعالیٰ نے صراحتاً آپ کے متعلق فرمایا کہ
یہ رسول اپنی مرضی سے بولتا تک نہیں۔
یہ جو کچھ بولتا ہے وہ وحی ہوتی ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسول تم ہمیں ایسا پڑھاؤ گے کہ پھر تم کبھی نہیں
بھولو گے۔

امام بیہقی نے اس قصہ کے متعلق فرمایا:

هذه القصة غير ثابتة من
جهة النقل
یہ واقعہ نقل کے اعتبار سے ثابت نہیں
ہے۔

کیونکہ اس کے تمام راوی مطعون اور مجروح ہیں اور یہ کہا کہ اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں
روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ فرمایا اور آپ کے ساتھ مشرکین مکہ
انس و جن نے بھی سجدہ کیا لیکن اس میں عزرائق کا ذکر نہیں۔ بلکہ یہ حدیث کٹی طریق سے مروی
ہے مگر ایک روایت میں بھی عزرائق کا ذکر نہیں۔

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ آپ نے
بتوں کی تعظیم کی اس نے کفر کیا۔ کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ کی بعثت کا مقصد
بتوں کو ختم کرنا ہے۔ اور اگر آپ بتوں کی تعظیم کریں تو آپ کی شریعت سے اعتماد اٹھ

جائے گا۔ پھر شریعت کے کسی بھی معاملہ میں اعتبار۔ ولقین نہیں رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول باطل ہو جائے گا (جو محال و ناممکن ہے)

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل
الیک من ربک وان لم تفعل
فما بلغت رسالتہ۔
اے رسول آپ وہ پیغام لوگوں تک
پہنچا دیجئے جو آپ کے اللہ نے آپ
پر نازل کیا اگر آپ نے یہ پیغام نہ پہنچایا
تو پھر آپ نے منصب نبوت کا فریضہ
ادا ہی نہیں کیا۔

بلاشبہ حضور علیہ السلام نے وحی کو کما حقہ پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔
آپ نے نہ اس میں زیادتی کی اور نہ کمی۔ پس ان وجوہ کی بنا پر یقیناً یہ واقعہ من گھڑت
ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس موضوع پر حافظ ابن حجر قسطلانی نے جو طویل گفتگو
کی ہے اس کی ضرورت نہ تھی اور اس مسئلہ میں ہم نے جو نقل کیا ہے اللہ کے فضل سے
وہی حق ہے۔

شب میلاد افضل ہے یا لیلة القدر؟

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا آپ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کو۔ حافظ ابن حجر قسطلانی کہتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت دن کو ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ رات کو ہوئی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ کی ولادت رات کو ہوئی تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ لیلة القدر افضل ہے یا لیلة المولد؟

میرے نزدیک شب میلاد، لیلة القدر سے افضل ہے۔ اس کی درج ذیل تین

وجوہ ہیں :

- ۱۔ شب میلاد وہ رات ہے جس میں آپ کی تشریف آوری ہے جبکہ لیلة القدر آپ کو عطا کی گئی۔ بس وہ رات جو ذات کے ظہور سے مشرف ہے۔ وہ اعلیٰ ہے اس رات سے جس نے آپ کو عطا شدہ العام کی وجہ سے شرف پایا اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ پس اس اعتبار سے شب میلاد لیلة القدر سے افضل ہے۔
- ۲۔ لیلة القدر کو شرف ملا کہ کے نزول سے ملا۔ جبکہ لیلة المولد کو شرف آپ کے ظہور سے ملا۔ بس وہ رات جو افضل کے ظہور سے مشرف ہوئی وہ افضل ہے اس رات سے جو ملا کہ کے نزول سے مشرف ہوئی۔ پس اس لحاظ سے لیلة المولد لیلة القدر سے افضل ہے۔
- ۳۔ لیلة القدر وہ رات ہے جس میں امت محمدیہ پر فضل کیا گیا۔ جبکہ لیلة المولد ایسی رات ہے جس میں ساری مخلوق پر فضل ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے

یہ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کی وجہ سے یہ نعمت تمام مخلوق کے لیے عام ہے۔
 نفع کے لحاظ سے اور عموم کی وجہ سے شب میلاد افضل ہے۔

اور کتنا مبارک ہے وہ مہینہ جس کو آپ نے شرف بخشا۔ اور اس کی راتیں حرم
 کے لحاظ سے ایسی ہیں جیسے ہار کے چمکدار موتی ہوتے ہیں اور مبارک ہے وہ دن
 جو آپ کی ولادت سے مشرف ہوا۔

پس پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کے مولود مبارک کو دلوں کے لیے موسم

بہار بنایا اور حسین و جمیل بنایا۔

یقول لنا الحال منه
 وقال الحق يعذب للسهيع
 حال ہمیں خبر دیتا ہے اور قول حق ہمیشہ سامع
 کو میٹھا لگتا ہے۔

فوجہی والزماں و شہو وضعی
 ربیع فی ربیع فی ربیع
 پس میرا دل — وقت موجود اور مہینے
 ایسے ہیں جیسے بہار۔ بہار اور پھر بہار ہو

اظہارِ حقیقت (حضور کے والدین کے بارے میں)

یہاں ہم امام اعظمؒ کی طرف حضور کے والدین کے بارے میں جو کچھ منسوب ہے کہ وہ آپ کے والدین کے کفر کے قائل تھے، اُس کی حقیقت حال سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا اس قول سے رجوع ثابت ہے جیسے شیخ مصطفیٰ الحامی نے "الہنہ فیہ الاصلاحیہ" میں لکھا ہے۔ ملا علی قاری کی طرف ایک کتابچہ منسوب کیا جاتا ہے جس کا نام راولہ معتقد ابی حنیفہ الامام فی البری الرسول علیہ السلام ہے جس میں آپ کے والدین کریمین کے بارے میں ایسی گتے کی گئی ہے جس سے بچنا لازماً تھا۔ کیونکہ یہ کلام بارگاہِ مصطفوی میں تکلیف کا باعث بنتا ہے اور آپ کو اذیت دینا عظیم گناہ ہے۔

محدث ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ ابو لہب کی بیٹی درۃ ایک آدمی کے پاس سے گزری اس آدمی نے ان کو دیکھ کر کہا۔ یہ لڑکی اللہ کے دشمن ابو لہب کی بیٹی ہے بس حضرت درۃ رضی اللہ عنہا نے اس کی طرف متوجہ ہو ہو کر کہا "اے شخص بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا ذکر رشتہ داری اور ان کے شرف نسب کے لحاظ سے کیا ہے۔ جبکہ تیرے باپ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اُن کی جہالت کی وجہ سے نہیں کیا۔ پھر حضرت درۃ نے حضور علیہ السلام سے اس واقعہ کی شکایت کی آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا:

لا یؤذین مسلم بکافر کسی مسلم کو کافر کی وجہ سے طعنہ دیکر

تکلیف نہ دو۔

اس نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ تم کافروں کا اس طرح ذکر نہ کرو جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اور انہیں دکھ اور الم کا سامنا کرنا پڑے۔
مسلمان کی ہمیشہ عزت کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسلمان کے قریبی رشتہ دار کافر ہوں تو ان کے حوالے سے اس سے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیے جس سے اس مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اس کے غصے کا باعث بنے۔

جب عام مسلمانوں کا یہ حال ہے تو سرکار کے بارے میں گفتگو کرنے میں تو بدرجہ اولیٰ یہ رعایت کرنی چاہیے کہ کوئی ایسا کلمہ نہ بیان سے نہ نکل جائے جو ناراضگی کا سبب بنے۔ اسلامی تقاضا اور ادب یہ ہے کہ آپ کے خاندان کے وہ افراد جو جو حالت کفر پر فوت ہوئے۔ ان کا بھی اس طرح ذکر نہ کیا جائے جو سرکار کی بارگاہ کی اذیت کا سبب ہو تو آپ کے والدین کے بارے میں یہ کیسے روا ہو سکتا ہے؟

ابن مردویہ نے ابن عمر۔ ابی ہریرہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ابولہب کی بیٹی درہ جب ہاجر ہو کر مدینہ پاک آئی تو عورتوں نے انہیں کہا۔

انت درة بنت ابی لہب تو ابولہب کی بیٹی درہ ہے جس کے بارے
الذی یقول اللہ تبت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ
یدا ابی لہب۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں

حضرت درہ نے حضور علیہ السلام سے اس بارے میں شکایت کی حضور علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا:

ایہا الناس مالی اوذی فی اے لوگو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم میرے
اہلی فواللہ ان شفاعتی خاندان کے حوالے سے مجھے تکلیف دو۔
لتنال بقربتی حتی ان اللہ کی قسم میری شفاعت میرے قریبی
حکما وحاء وصداء سلبحھا۔ رشتہ داروں کو پہنچے گی۔ یہاں تک کہ میرے

حکم۔ حاد صد اور ان کے پیچھے آئیوں کو
کو بھی قیامت کے دن میری قرابت کی وجہ
سے میری شفاعت حاصل ہوگی۔

اس موضوع پر یہ حدیث نص کا درجہ رکھتی ہے کہ اپنے لوگوں کو ابولہب کے حوالے
سے تذکرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تم میرے خاندان کے حوالے سے مجھے تکلیف نہ دو۔
جب حضور علیہ السلام نے ابولہب کے حوالے پر ناراضگی فرمائی۔ حالانکہ وہ قطعی
طور پر کافر ہی مرا۔ تو اس شخص پر سرکار کتنے ناراض ہوں گے جو آپ کے والدین کریمین کے
بارے میں ایسی گفتگو کرتا ہے جو کہ فطرت پر فوت ہوئے۔ جس کے بارے میں ابھی گفتگو
آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

لازمی بات ہے آپ اس شخص پر زیادہ ناراض ہوں گے جو آپ کے والدین کریمین
کی بارگاہ میں اہانت یا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ حضور کے والدین وہ مبارک
ہستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت سے نوازا۔ اور ان کے پاک وجود سے اس کائنات
کے سردار اور پاک ہستی کو پیدا فرمایا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص جو آپ کے
والدین کی اہانت کرتا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو لعنت کا مستحق اور اللہ کی رحمت سے دور
کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

| | |
|-----------------------------------------|----------------------------------------|
| وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو | إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ |
| ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا | اللَّهُ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ |
| اور آخرت میں اپنی رحمت سے محروم کر | فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ |

اے یہ قبائل کے نام ہیں۔

وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا . دینا ہے اور ان کے لیے ذلت آمیز عذاب .
تیار کیا گیا ہے .

اب ہم مذکورہ رسالے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ امام
اعظمؒ کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ حضور کے والدین قیامت کے دن عذاب سے چھٹکارا
نہیں پائیں گئے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان پر بہت بڑی اور واضح تہمت
ہے اور پھر یہ اس سے بھی بڑھ کر تہمت ہے کہ رسالے کا نام اولاد معتمد الہی
حنیفہ الامام فی ابوی الرسول علیہ السلام ہے حضور کے والدین کے
بارے میں امام اعظم کا عقیدہ یعنی کہ وہ کافر جانتے تھے، اگر کوئی قاری یہ اعتراض کرے کہ
علامہ علی قاری نے اس رسالے کے شروع میں لکھا کہ امام اعظم نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں کہا
ہے : **والدارسول اللہ ماتا علی الکفر** .

جب ان کی کتاب میں موجود ہے تو پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ اس قول کا
امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنا تہمت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہ اکبر میں ماتا علی الکفر کے الفاظ نہیں بلکہ اس میں

عبارت یوں ہے :

والدارسول اللہ ماتا علی
العطرۃ و البوطالب مات کافرًا
حضور کے والدین فطرت پر نوت
ہوئے جبکہ البوطالب کفر کی حالت میں
نوت ہوئے .

میں نے یہ عبارت خود اس قدیم نسخہ میں دیکھی ہے جو مدینہ منورہ کی شیخ الاسلام
لائبریری میں موجود ہے۔ بعض اہل علم نے مجھے بتایا کہ یہ نسخہ عہد عباسی کا تحریر کردہ ہے۔
لائبریری میں یہ نسخہ جس مجموعہ کتب میں محفوظ ہے اس کا نمبر ۳۳۰ ہے جو شخص فقہ اکبر
کے اس نسخہ کو دیکھنا چاہیے۔ وہ اس لائبریری سے رجوع کرے۔ یقیناً وہ اس نسخے میں

وہی الفاظ پاٹے گا جو ہم نے یہاں نقل کئے ہیں اور مجھے دیکھے ہوئے کوئی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ یہ موسم حج ۱۳۵۲ کی بات ہے اور آج وقت تحریر ۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ ہے۔ یعنی پانچ ماہ اور کچھ دن ہوئے ہیں کیونکہ میں ۱۳۵۲ ذی الحجہ کے شروع میں مدینہ منورہ تھا جو کوئی بھی تامل سے کام لے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ ملا علی قاریؒ کے نسخے میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس میں یہ اہم خرابیاں ہیں۔

- ۱۔ پہلی یہ کہ وہ جھوٹ ہے اور یہ اس قدیم نسخے کی مخالفت کرتا ہے جس کا ذکر ہو چکا۔
- ۲۔ دوسری یہ ہے کہ اس میں تدلیس ہے کیونکہ جب کوئی شخص ملا علی قاریؒ کی منقولہ عبارت کے بعد یہ جملہ پڑھتا ہے (والبوطالب مات کافراً) تو از خود یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب حضور کے والدین اور ابوطالب تمام کفر پر فوت ہوئے تو فقہ اکبر کی عبارت یوں ہونی چاہیے تھی - "ووالد رسول اللہ وابطالب ماتوا کفاراً" یعنی حضور علیہ السلام کے والدین کا کفر الگ اور ابوطالب کے کفر کو الگ ذکر نہ کیا جاتا۔

رہا معاملہ ہمارے نسخے کا تو یہ بہت ہی واضح ہے۔ ابوطالب کے کفر کے افراد میں کیونکہ یہاں حکم ہی دو تھے۔ اس لیے پہلے اس میں حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کا ذکر ہے اور اس کے بعد ابوطالب کے کفر پر تصریح ممکن ہے قاری کے ذہن میں یہ بات آئے کہ ملا علی قاری نے جو کفر کا لفظ نقل کیا ہے وہ اس لفظ فطرت سے محرف ہو کر بنا ہو جو اس مذکورہ نسخے میں موجود ہے۔ کیونکہ ان دونوں الفاظ کفر اور فطرۃ کے درمیان واضح قرب ہے۔

کیا یہ تحریف مقصود ہو سکتی ہے کہ ابوطالب کے حکم کو حذف کر دیں اور کہیں :
 ووالد رسول اللہ ماتا علی الفطرۃ وابطالب ذالک
 اگر ایسا ہو تو پھر ہم نہیں جانتے کہ یہ حذف مؤلف سے ہوا یا کہ ناشر سے اور یہ سب

اصلاً باطل ہے۔ کیونکہ جو کچھ اس میں لکھا تھا اس سے رجوع کے بعد مصنف نے شرح شفا میں لکھا ہے۔

پہلا مقام صفحہ ۶۰۱ پر ہے جبکہ دوسرا مقام صفحہ ۶۲۸ پر ہے۔ اور یہ شرح شفا کا نسخہ ۱۳۱۶ء میں استنبول سے شائع ہوا تھا۔

پہلا مقام مائن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ابو طالب نے حضور اکرم سے ذی مبارک کے مقام پر کہا:

عطشت و لیس عندی
ماء فنزل التبی وضربا
بقدمہ الارض فخرج الماء
فقال اشرب۔

مجھے سخت پیاس لگ رہی ہے جبکہ میرے پاس پانی بھی نہیں ہے، اس پر حضور علیہ السلام سواری سے نیچے اترے اور اپنا قدم مبارک زمین پر مارا جس سے زمین

سے پانی نکل آیا۔ اور ابو طالب سے کہا پی لو اس کے تحت ملا علی قاری شیخ دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الظاہرات ہذا کانت
قبل البعثۃ یعنی فیکون
من الارهاصات
ولا یبعد ان یکون

ظاہر یہی ہے۔ یہ واقعہ اعلان نبوت سے پہلے ہے۔ یعنی یہ ارہاصات میں سے ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہ واقعہ اعلان نبوت کے بعد وقوع

۱۔ شرح شفاء کا یہ نسخہ میرے پاس موجود ہے جس کی فوٹو حاصل کی جاسکتی ہے۔

محمد خان قادری

۲۔ وہ معجزات جو آپ کو اعلان نبوت سے قبل نصیب ہوئے۔

بعده النبوة فهو مست
 پذیر ہوا ہو۔ یوں اس کا تعلق معجزات
 المعجزات۔ سے ہوگا۔

شاید اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ آخری زمانے میں آپ کے قدموں کی برکت
 سے عرفات میں ایک پانی کا چشمہ جاری ہو اور اس کی برکات مکہ اور اس کے ارد گرد میں
 ظہور پذیر ہوں۔

ابوطالب کا اسلام لانا ثابت نہیں اور جہاں تک آپ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ
 ہے تو اس میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ وہ اسلام پر تھے۔ بڑے بڑے
 ائمہ کا یہی قول ہے۔ امام سیوطی نے اس موضوع پر اپنے تین رسائل میں اس کو واضح کیا
 ہے۔

۲۔ دوسرا مقام

دوسرے مقام پر شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :

"جہاں تک اس واقعہ کا تعلق ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
 اپنے والدین کو زندہ کیا تھا۔ جمہور علماء ثقہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ رونما ہوا
 ہے۔ جب کہ امام سیوطی نے اپنے تین رسائل میں اس کی تصریح کی ہے۔"

پس خود مؤلف رسالہ شیخ ملا علی قاری نے حق و صواب کی طرف رجوع کر کے رسالہ
 کا رد کر دیا۔ یہی شان تھی ہمارے سابقہ اکابر علماء کی کہ وہ جب کبھی کسی غلطی کے مرتکب
 ہوتے تو حق کی طرف رجوع کرنے کے لیے انتظار نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح جب کبھی
 ان سے کوئی نافرمانی ہوتی تو فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرتے تھے جب بھی ان میں
 کوئی نقص رونما ہوتا تو کمال کی طرف بڑھتے۔ جب کبھی وہ اپنے مقام سے ذرا نیچے کی
 طرف گرتے تو فوراً چوٹی اور رفعت کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے۔

ہمارے پاس والدین نبی کی نجات پر یہی دلیل نہیں بلکہ مذکورہ بالا گفتگو کے علاوہ

بھی ایک دلیل ہے جو آپ کے والدین کی نجات پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ آپ کے والدین کریمین زمانہ فترہ میں فوت ہوئے۔ اُس دور میں کوئی ایسا رسول یا نبی نہ تھا جو ان کو ان کے رب کی طرف سے واجبات کی تعلیم دیتا۔ ان پر زمانہ طویل ہوتا رہا۔ اور وہ اسی حالت میں رہے۔ بے شک یہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے دور کے بعد ہے جس میں ان کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔ یوں آپ کے والدین دیگر عرب کی طرح معذور ہیں۔

ہم یہ بھی چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر غور کیا جائے : **وَالتَّوْرَانِ الْمَكِّيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ نَّزِيْلِ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِيُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاءَهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ**۔
 اس آیت کریمہ کے یہ الفاظ (لِيُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاءَهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ) نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔ جس میں اس دور کے باسیوں کی طرف واجبات سے دوری کا اندر پیش کیا گیا ہے۔ بایں صورت کہ ان کے آباء کو کسی نے اللہ کے خوف سے نہیں ڈرایا۔ تاکہ وہ جانتے کہ ان کے رب کے ان پر کچھ حقوق ہیں جن کی ظاہر اور باطناً پیروی ضروری ہے۔ یوں انکے والدین اپنے والدین کی روش پر پرورش پائے۔ یعنی واجبات پر عمل پیرا نہ تھے۔

اس آیت کریمہ سے فرق واضح ہوا۔ اس بچے جو نیک والدین میں پرورش پایا ہو اور اس بچے کے درمیان جو فاسق والدین کے درمیان پرورش پایا ہو۔ پہلی صورت میں بچہ دین سے آگاہ اور اپنے والدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کے قوانین کی اتباع کرے گا جبکہ دوسری صورت میں ایسا نہیں ہوگا۔

اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد گرامی کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی قوم کا نقل کیا ہے۔ جبکہ ان پر سیدہ مریم کی حقیقت حال

واضح نہیں تھی تو ان کی قوم نے ان سے کہا :

یا اخت ہرون ما کان

ابوک امراً سوء وما کانت

امک بغیا
ماں کوئی باغی عورت تھی ۔

یعنی تم سے اس طرح کے فعل کا سرزد ہونا عجیب ہے کیونکہ تمہارے والدین تو ایسا کام نہیں کرتے تھے ۔

قرآن نے اہلِ فترہ سے عذاب کی نفی کی تصریح کی ہے ۔

وما کنا معذبین حتی ہم جب تک کسی قوم میں رسول نہ بھیج

نبعث رسولاً۔
دیں اس کو سزا نہیں دیتے ۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں میں سے کسی کو اصول و فروع کے ترک پر عذاب نہیں دیتا۔ جب تک ان میں میرا کوئی رسول موجود نہ ہو۔ جب لوگ عہد رسالت سے دور ہوں۔ سابقہ شریعت میں تحریف و تبدیلی آچکی ہو۔ اور ان میں کوئی ایسا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہ آیا ہو۔ جو انہیں متنبہ کرے اور سمجھائے کہ جن واجبات کو تم چھوڑ رہے ہو ان کا چھوڑنا تمہارے لیے جائز نہیں تو ایسے لوگوں پر گرفت نہ ہوگی۔ اگر رسول بھیجے بغیر اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے تو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بغیر کسی جرم کے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ حالانکہ ہمارا رب نہایت ہی عادل و حاکم ہے جو کبھی بھی کسی کو ناحق عذاب نہیں دیتا ۔

حضور علیہ السلام کے والدین نے اپنے زمانے کے دوسرے لوگوں کی طرح ایسے زمانے میں زندگی بسر کی جب کوئی غیر متبدل شریعت موجود نہ تھی اور نہ ہی کوئی رسول تھا۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والدین کی وفات کے بہت عرصہ بعد اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ آپ کے والد گرامی تو اس وقت فوت ہو گئے تھے جب

آپ ابھی ماں کے پیٹ میں تھے۔ جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر مبارکہ چار سال یا اس سے بھی کچھ کم تھی۔ لہذا آپ کے والدین کریمین دوزخ کے عذاب سے نجات پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ جس طرح زمانہ فترہ کے باقی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ علماء امت کی اکثریت کا یہی قول ہے۔ اگر تمہارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ بعض احادیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بعض اہل فترہ عذاب میں مبتلا ہیں تو اس حدیث کی رو سے باقیوں کو بھی ان پر قیاس کر لیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملہ میں حتمی بھی احادیث مبارکہ ہیں وہ تمام کی تمام خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اخبار احاد کا قرآن پاک کے ساتھ مقابلہ نہیں کرایا جاسکتا شاید تمہارے ذہن میں یہ بات پیدا ہو کہ یہاں تعارض پیدا ہوتا ہے۔ اگر لفظ تعارض ہے تو اس کا رفع اس طرح ممکن ہے کہ وہ احادیث ان اشخاص کے ساتھ مخصوص ہوں جن کے احوال کا وہاں ذکر ہے۔ تو اب قیاس کیسے درست ہوگا علاوہ ازیں ایسے مواقع پر قیاس جائز بھی نہیں ہوتا۔

ممکن ہے ذہن میں یہ بات آئے کہ ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے والدین کو ایمان کی دولت نصیب نہیں ہوئی۔ ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ اس واقعہ سے قبل کا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو دوبارہ زندہ کیا تھا تاکہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ واقعہ یہ زندگی ان کو نصیب ہوئی اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور بدجہور ائمہ کی رائے ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے بیان کیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس زندگی کے بعد آپ کے والدین کو ایمان نصیب ہوا اور اس سلسلہ میں سابقہ آیات مبارکہ بھی مدد و معاون ہیں کیونکہ وہ آیات کریمہ بھی آپ کے والدین کی نجات پر دلالت کرتی ہیں یوں ان آیات اور احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض

نہیں کیونکہ اولاً تو یہ احادیث مبارکہ احادیث ہیں ثانیاً یہ آپ کے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے سے قبل وارد ہوئی ہیں اور پھر ان احادیث مبارکہ میں چوٹی کے علماء نے تسلیم کیا ہے۔ جس کے بعد ان احادیث سے استدلال کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ امام سیوطیؒ نے تنہا اس موضوع پر تین رسائل لکھے جن کا ذکر ملا علی قاریؒ نے بھی فرمایا ہے۔

ملا علی قاریؒ کے رجوع کے معاملہ پر بھی سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں کہ ان کی آخری رائے کونسی ہے؟ تاکہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ اگر اس رسالے کو آخری مان لیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ ملا علی قاریؒ نے اپنی تصنیف شرح شفا میں آپ کے والدین کریمین کے ایمان اور نجات کا جو قول کیا تھا، اس سے رجوع کر لیا تھا۔ یا شرح شفا والا قول آخری ہو تو اب کفر سے ایمان کی طرف رجوع ہو گا۔ لہذا ہم اس نقطے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔

ہمارا موقف یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے جو کچھ شرح شفا میں لکھا وہ ان کی آخری رائے ہے۔ اس صورت میں معاملہ بڑا واضح ہے لیکن اگر ملا علی قاریؒ کے رسالے کو آخری قول قرار دیا جائے تو معاملہ نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور جو چیز اس معاملے کو اور آسان کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے شرح شفا میں اس بات کی تصریح کر دی کہ حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ علماء اجل کے درمیان منفق علیہ ہے اور یہی قول جمہور ثقہ علماء کا بھی ہے اور اب اگر ملا علی قاریؒ ایسے قول سے رجوع کر کے وہ بات کرتے ہیں جو ان کے رسالے میں ہے۔ تو پھر گویا انہوں نے علماء امت اور جمہور کی مخالفت کی تو اس رسالے کی کیا قیمت ہوگی جو جمہور اور ثقہ علماء کے مقابل ہو۔ اب ملا علی قاریؒ ایک طرف اور جمہور علماء دوسری طرف ہوں گے۔ پھر یہ بھی قول کرنا پڑے گا کہ ملا علی قاریؒ نے حتیٰ سے رجوع کر لیا اور

ایسی بات کہہ دی جس کا بطلان واضح ہے۔
 جب ہم نے ثابت کر دیا کہ امام اعظمؒ کا موقف ہے کہ آپ کے والدین دین
 فطرت پر فوت ہوئے۔ تو ملا علی قاریؒ کا قول از خود باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ امام اعظمؒ کے
 کے مقابلے میں ملا علی قاریؒ کا کوئی مقام نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے اپنے رسالے میں جو کچھ لکھا وہ امام صاحب
 کے محرف کلمات کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا۔ اور ان کی سب سے قوی دلیل یہی الفاظ تھے
 اور پیچھے ہم تفصیل دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ ان کلمات کی کوئی اصل نہیں بلکہ وہ تحریف شدہ
 ہیں۔

علامہ آوسیؒ جن کا شمار اسلافِ ثقہ میں ہوتا ہے، اپنی تفسیر روح المعانی میں "قلوبک
 فی الساجدین" کے تحت لکھتے ہیں کہ بے شک حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کا
 قول اہل سنت و جماعت کے کثیر علماء کا ہے۔

و انا اختصم الکفر علی من
 یقول فیہما یعنی اللہ عنہما
 علی رغبہ الف علی القاری
 واضرابہ بصد ذلک
 میں ہر اس شخص کے بارے میں کفر کا
 خوف محسوس کرتا ہوں جو آپ کے والدین
 کے بارے میں کفر کا عقیدہ رکھتا ہو
 ملا علی قاریؒ اس معاملہ میں مخالفت کرتے ہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حتیٰ کہ
 وہ اپنے ان دونوں چچا ابوطالب و ابولہب کے لیے رحمت ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں
 سے آپ کو دیکھا۔ آپ کی دعوت حق کو اپنے کانوں سے سنا اور پھر بھی کفر پر موت تک
 ڈٹے رہے۔

احادیثِ نبویہ کے ذریعے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ان دونوں چچاؤں نے
 آپ سے قرابت کی بنا پر عذاب کی تکالیف میں تخفیف پائی۔ کیونکہ حدیثِ نبویہ میں ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے ابوطالب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عذاب میں تخفیف کر دی۔ جبکہ آپ کے دوسرے چچا ابولہب کو بعض اوقات کے لیے عذاب میں تخفیف کر دی بلکہ اللہ کی قسم! آپ کا مبارک وجود تمام کفار کے لیے رحمت ہے جنہوں نے کھلم کھلا آپ کو جھوٹا کہا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ
اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ ذَكِيٌّ

اللہ یہ پسند نہیں کرتا کہ جب تک تو ان

کافروں میں رہے وہ انکو عذاب سے۔

تو پھر آپ کا وجود اپنے والدین کے لیے کیسے رحمت نہ ہوگا؟ جو دین فطرت پر

فوت ہوئے جیسا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جمہور ثقہ کا موقف ہے۔

يَا وَالِدِي الْمَصْطَفَى

صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ سید محمد امین کتبی نے آپ کے والدین کریمین کی مدح میں یہ قصیدہ لکھا:

يا والد المصطفى نلت الكمالات
وجئت بالخير للماضى وللآلات
راے والدین مصطفیٰ یقیناً آپ نے حضور کی بدولت کمالات کو حاصل کر لیا اور آپ نے ایسی ہستی کو
جنم دیا جو گزرے ہوئے اور آنے والے ہر دور کے لیے باعثِ خیر و رحمت سہما

ما مثل ما نلت من فضل وقد جمعت
لك المفاخر با بت كامل الذات
را اللہ کے جس فضل کو آپ نے پایا ہے اس کی کوئی مثل نہیں اور اس کا ل بیٹے کی ذات کی وجہ سے آپ
میں بہت سے افعال حمیدہ جمع ہو گئے ہیں)

لقد سموت على الاء منقبة
كبرى و ذكرًا جميلًا فى السموات
بے شک آپ کی ولادت کی وجہ سے آپ کے والدین ایک منقبت کبریٰ اور ذکر جمیل میں آسمانوں
سے بلند ہیں)

يا بعل آمنة من خصصت شرفا
حماك الله عن كل المخطيات
راے آمنہ کے سر کے تاج آپ کو کتنی نصیبت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو تمام
خطایا سے محفوظ رکھا۔

امنما برسول الله معجزة
وانما الان فى فردوس جنات
تم دونوں معجزہ رسول اللہ پر ایمان لائے اور اب آپ جنات کے باغات میں ہیں)

وقد رأيت السيوطي الامام نبوي بيتا من العلم من لقوى الروايات
 میں نے امام سیوطی کو پڑھا ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ پر علمی طور پر قوی روایات کو جمع کیا ہے
 وقال ان نجاته والدين غدت حقا بتحقيق سادات واثبات
 اور کہا کہ آپ کے والدین کی نجات یقینی ہے اور یہ تمام علماء کی تحقیق ہے۔

فانظر رسائله ان شئت نلف بها نور اليقين على تلك الرسالات
 اگر تمہیں خواہش ہو تو ان کے رسالے دیکھو جہاں پر نور یقین اکٹھا کیا گیا ہے
 وذاك معتقدى حقا ومستندى مدعما باحاديث وآيات
 اور وہی میرا اعتقاد اور میری سند ہے جو کہ احادیث مبارکہ اور آیات کو شامل ہے

والمصطفى مع بر الوالدین له اعلی المناصب فی کل المقامات
 حضور علیہ السلام اپنے نیک والدین کے ساتھ ہر جگہ اعلیٰ منصب پر فائز ہیں
 يا بعل آمنه وهى التى نظرت نور الشام على بعد المسافات
 اے آمنہ کے سر کے تارچ وہ آمنہ جس نے اتنی دوری کے باوجود شام کے محلات کو دیکھا
 من كان اهدى الى الاديان مكرمة فانت اهدى منهم اسنى الهديات
 جس نے بھی ادیان کی طرف ہدایت دی وہ مکرم ہو گیا اور آپ نے تو ہدایت دینے کا حق ادا کر دیا
 البشرفان عطاء الله ليس له حد ويأتى بالوانع المسرات
 انہیں یہ خوشخبری دے دو کہ اللہ کی عطا کی کوئی حد نہیں ہے شک اللہ کی عطا مختلف
 طریقوں سے نصیب ہوتی ہے

وانت اولى بفضل الله من بشر لعمري بلغوا بعض هاتيك المنزيات
 آپ کی ذات اقدس پر ہر بشر سے بڑھ کر اللہ کا فضل ہے۔ زبان درجات و کمالات میں سے
 کسی دوسرے پر بعض بھی نہیں

هكذا ام الخير الخلق فهي لها حق التقدم في كل الفضيلات
 راسی طرح خیر الخلق کی والدہ محترمہ کہ انہیں بھی تمام سے فضیلت حاصل ہے۔
 يا بنت وهب ملكة الفخر اجمعه بوضع من جاء بالسبع القرآت
 راسے بنتِ وہب آپ قابلِ فخر ہیں کیونکہ آپ نے اس ہستی کو جنم دیا ہے جو سبعِ قرآت کے
 ساتھ تشریف لائی۔

وجاء بالمعجزات الحجم اليسرها منبع الماء وتسلم الجمادات
 رآپ بہت بڑے بڑے معجزات کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے جن میں چشموں کا باری
 ہونا اور جمادات کا سلام کرنا چھوٹے چھوٹے معجزات ہیں۔

وطاف كل سماء وارلقى فرای وكلم الله في الليل المناجات
 رآپ شبِ معراج ہر آسمان سے گذرتے گئے اور بلند ہوتے گئے پھر اللہ کی زیارت کئے
 ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے گفتگو بھی کی۔

هذا هو الحق ما لا شك في اذا من لجا عاصم او من مغادات
 یہ حق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہر گنہگار کی پناہ گاہ ہیں اور ہر مصیبت میں پناہ گاہ
 ہیں۔

يا من راي ليلة الاثنين رافلة من وضعه في ثياب سندسيات
 راسے وہ ہستی جس نے پیر کی ناز کرنے والی رات میں دھاری والا کپڑوں میں پیٹے دیکھا،
 يا من راي ليلة الاثنين حالية من ذكره بعقود جوهریات
 راسے وہ ہستی جس نے پیر کی رات اسے دیکھا جس کا ذکر موتیوں کا مار ہے۔
 يا من راي ليلة الاثنين خالدة بيمن طالعهابین البریات
 راسے وہ ذات جس نے پیر کی اس رات میں دیکھا جس کو ہمیشہ کے لیے برکت دیدی گئی ہے،

یا اشرف المخلوق قد فضلت النسیبا ابا واما و اجدادا و جدات
 (اے مخلوق سے افضل آپ نسب میں والد - والدہ - دادا - دادی اور نانا نانی کے لحاظ
 سے سب فوقیت لے گئے ہیں)

لبیتک فی صلب الباسکان لہ بذاک ذکر جمیل فی السیادات
 (آپ ایسے لوگوں کی صلب میں رہے جن کے ذکر جمیل سے بزرگی و شرف ملتا ہے۔)
 اهدی الی البیت بدنا و هو اول من اهدی ففاز لفضل الاسقیات
 (آپ سب سے پہلے وہ ہادی ہیں جو ہادیانِ ماسبق کی تمام خوبیوں کے جامع ہیں)

حیاتِ مصطفویٰ اور آپ کے جسم اطہر کا محفوظ رہنا

اللہ کے نبی زندہ ہیں اور آپ کا جسم اطہر زمینی آفات سے محفوظ ہے۔ اس موضوع پر امام حافظ ابن حجر العسقلانی نے ایک خوبصورت قصیدہ لکھا ہے اور علامہ شیخ محمد حبیب اللہ شنیقلی نے اس کی نہایت عمدہ شرح لکھی۔ ہم نے اس قصیدے کے بعد اس کا اکثر حصہ نقل کیا ہے۔ قصیدہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ تواریت الادلة والنفول فما یحیی المصنف ما یقول
 (دلائل عقلیہ اور نقلیہ کی بہتات سے اور جو کچھ مصنف نے کہا اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا،
 ۲۔ بان المصطفیٰ حی طری ہلال لیس یطرقہ افول!
 (بے شک حضور علیہ السلام زندہ اور تروتازہ ہیں اور آپ اس چاند کی مانند ہیں جو کبھی
 غروب نہیں ہوتا)

۳۔ وان الجسم منه بقاء لحد کورد لا یدنسہ الذبول
 (قبر انور کے جس ٹکڑے میں آپ کا جسم اطہر ہے وہ ایک ایسے گلاب کے پھول کی مانند
 ہے جو ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے)

۴۔ وان الهاشمی لکل وصف جمیل لا یغیر الخلول
 (بے شک رسول ہاشمی ہر وصف میں جمیل و حسین ہے اور قبر انور میں اتنا آپ کے
 اس وصف میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا)

۵۔ وان الدود لا یاتی الیہ کذا الافات لیس لها وصول
 ر آپ کے جسم اطہر کی طرف نہ کوئی کیرا اُسکتا ہے اور نہ ہی کسی آفت کو آپ تک
 آنے کی طاقت و بہت ہے

۶۔ ولعرتا کل له العبراء لحماً ولا عظاماً واثبت ما اقول
 ر غبراء پر زندہ نہ آپ کے گوشت اور نہ آپ کی ہڈیوں کو کھاتا ہے اور میری یہ بات
 احادیث سے ثابت ہے

۷۔ وتأتیہ الملائک کل وقت تحیہ وسمع ما یقول!!
 ر آپ کی بارگاہ اقدس میں ہر وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام بھیجتے
 ہیں اور جو کچھ آپ انہیں کہتے ہیں وہ کرتے ہیں

۸۔ تأتیہ باقحان و برحیث یا مرہا الجلیل
 ر ملائکہ آپ کی بارگاہ میں بہترین رزق لاتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے
 ۹۔ وصوم ثم حج کل عام یجوز علیہ بل لا یستحیل
 ر آپ ہر سال روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور یہ ممکن ہے، محال نہیں
 ۱۰۔ یطہر بصلاة بماء غیب و یقضیہا بذا ورد الدلیل
 ر وہ نماز کے لیے غیب کے پانی سے وضو کرتے ہیں اور اس کی ادائیگی کرتے ہیں اس
 پر دلیل وارو ہے!

۱۱۔ یصنی فی الصریح صلاة خمس دواماً لا یمل ولا یمیل

ر آپ ہمیشہ پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں اور یہ عمل آپ کو اکتاتا نہیں ہے،

۱۲۔ کذا الاعمال تعرض کل یوم علیہ کئی لیسر بہا الصمول

ر اسی طرح آپ پر ہر روز امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں تاکہ آپ ان اعمال

رسنہ کو دیکھ کر خوش ہوں

۱۲۔ وان كانت صلاحاً قام يدعو إلى المولى ليقبل ما يقول
 (اگر وہ اعمال اچھے ہوں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان اعمال کو قبول
 کرے)

۱۳۔ وإلا غير ذالك فهو يدعو ليغفرها وقد اصفح الجليل
 (اور اگر وہ اعمال اچھے نہ ہوں تو آپ ان اعمال کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور
 اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے)

۱۵۔ وبقعته التي ضمته حقاً رياض من جنات تستطيل
 (زمین کا وہ حصہ جو آپ کے جسم اطہر کو چھو رہا ہے وہ حقیقت میں وسیع و عریض
 جنت کا ایک باغ ہے)

۱۶۔ كذا اللحد الذي ضم الطوايا تشرف حين حل به النزيل
 (اسی طرح وہ لحد جو آپ کے پہلوؤں کو مس کر رہی ہے وہ آپ کے جلوہ افروز
 ہونے سے ہی مشرف و اعلیٰ ہے)

۱۷۔ وفضل من سموات وارض وأصلاك بافلاك تجول!
 (قبر انور کا یہ حصہ تمام زمین و آسمان تمام کائنات اور گھومنے والے آسمانوں سے بھی
 افضل ہے)

۱۸۔ ومن عرش ومن جنات عدن وفردوس بها خير جزيل
 (یہ عرش اور جنت عدن سے افضل ہے اور فردوس بھی اس حصہ کی وجہ
 سے مبارک ہے)

۱۹۔ وفي القبر الشريف فراه حياً إلى كل البقاء له وصول
 (آپ اپنی قبر شریف میں زندہ مشاہدہ کرنے والے ہیں اور زمین کے تمام حصوں کے
 ساتھ آپ کا تعلق ہے)

۲۰۔ وکل الانبیاء کذا لک حقاً باجدات لهم ظل ظلیل!

(تمام انبیاء کا بھی یہی حال ہے آپ اپنے آباء و اجداد کے لیے سایہ ہیں)

۲۱۔ ولم تعلم مقابرهم بارض یقیناً غیر ما سکن الرسول!

(مکہ ارض پر انبیاء علیہم السلام کے مزارات سوائے حضور کے یقینی طور پر متعین نہیں)

۲۲۔ و فی حبرون ایضاً ثم غار بہ رسل کرام والمخلیل

(شہر حبرون میں اور غار میں رسل کرام کے مزارات ہیں)

۲۳۔ ولولا انه صی صری بادراک کما نقل الفحول

(اگر وہ زندہ نہ ہوتے ادراک کے ساتھ جیسے کہ نامور اہل علم نے لکھا ہے)

۲۴۔ لما سعت الشمس الیہ حقاً تسلیم حین تطلع و تزول

(تو تمام علماء و اسلاف طلوع و غروب کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر

اور سلام کا ارادہ کیوں کرتے؟)

۲۵۔ ما کان الجمیع الیہ یسی ویرجوان یکون لہ قبول

(اور جب بھی کوئی حاجی آپ کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ یہی امید کرتا

ہے کہ اس کی حاضر قبول ہو۔)

۲۶۔ کذا لک النوق فی الوادی ینادی لہا المحادی و طاب لہا المقبل

(اور اسی طرح سواری میں اونٹنیوں کو تدا دینے والے ہیں اور ان کے کلمات بہت

خوب ہوتے ہیں)

۲۷۔ تمدرقا بہا شوقاً الیہ وادمہا کسیل اذ یسیل

(وہ اپنی سواریوں کو شوق میں کھینچتا ہے اور ان کو آنسوؤں سے تر کرتا ہے

جیسے کہ سیلاب)

۲۸۔ ویلقاہم اذا وفدوا علیہ وینظرہم اذا اذدحم القفول

اور جب وہ وفد کی شکل میں آتے ہیں تو ان کو آپ ملاقات کا شرف بخشتے ہیں۔

اور ہجوم کی صورت میں قافلے آتے ہیں تو ان کی طرف آپ نگاہِ شفقت کرتے ہیں۔

۲۹۔ ویسمعہم اذا صلوا علیہ باذنیہ فقصر یا ملول

جب کوئی آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے تو آپ اپنے کانوں سے اسے سنتے ہیں۔

اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

۳۰۔ ومن لم یعتقد هذا بطہ یقیناً فہو زندیق جہول

جو شخص اس مذکورہ بیان کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ یقیناً جاہل اور زندیق ہے۔

۳۱۔ عبیدہ یتیمی مستجیر بمن حطت بساعته الممول

ادنی غلام ھیتیمی پناہ طلب کرتا ہے۔ آقا اپنے بوجھ لے کر کس کے دروازے پر

جاؤں؟

۳۲۔ علیہ اللہ صلی کل وقت مردی الایام ما شدت جمول

رآپ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ ابتدائے ایام سے اس وقت تک

جب تک اس جہاں میں کوئی آباد ہے۔

۳۳۔ وآل والصحابة ما قدانی من الاقطار سیل اذ لیسیل!

آپ کی آل پر، اصحاب پر اور اس شخص پر جو آپ کی طرف کسی طرح منسوب ہے،

قصیدہ ابنِ حجرِ الھتیمی کی شرح

علامہ شیخ محمد حبیب اللہ شینقظلی نے اس قصیدے کی شرح کی ہے۔ میں نے

اس شرح کو پڑھا اور ان چند فوائد کا استفادہ کیا۔

۱۔ الذبول۔ جو طویل زمانے کی وجہ سے خشک ہو گیا ہو۔

۲ - اثبت ما اقول - یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں - یہ احادیث صحیح میں موجود ہے۔
امام نسائی اپنی سنن کی کتاب "کتاب الجمعة" میں اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان الله عزوجل قد حرم
على الارض ان ياكل اجساد
الانبياء عليهم الصلوة والسلام
بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام
کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے جسموں کو کھاٹے۔

اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن کے باب "ذکر وفاة انبی" اور پھر کتاب الجمعة میں شہاد
بن اوس سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابو داؤد نے بھی ذکر کیا ہے۔

جیسا انبیاء پر بہت سی احادیث مبارکہ مروی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور
علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں دیکھا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

۳ - تاقیہ بار راق - آپ کو رزق حسن دیا جاتا ہے۔ وہ اس لیے کہ آپ میں شہادت
اور نبوت دونوں جمع ہیں کیونکہ خیر کے موقع پر کھایا ہوا لقمہ کا زہر آپ کی شہادت کا سبب
بنا اور بحیثیت نبی آپ کی زندگی قبر میں شہداء کی زندگی سے یقیناً اعلیٰ و افضل ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ
وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں
تم انہیں مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ
ہیں اپنے رب کے ہاں اور رزق حاصل
کرتے ہیں۔

رزق صرف دنیاوی رزق تک ہی محدود نہیں۔ اسی طرح مقتول سے بھی یہی
مراد نہیں کہ وہ تلوار سے قتل ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذان مات او قتل۔
اس آیت کریمہ میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اگر حضور علیہ السلام بستر پر بھی فوت

ہوں جیسا کہ ظاہر ہے پھر بھی آپ شہید ہیں۔

۴۔ و صوم شر حرجاً۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور علیہ السلام اور دیگر
انبیاء کرام اپنے اپنے جسموں کے ساتھ حقیقی زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس سے یہ
لازم نہیں آتا کہ ان کے بدن دنیا کی طرح دنیوی کھانے پینے کے محتاج ہیں۔ کھانا پینا
عادی چیز ہے، عقلی نہیں مثلاً ملائکہ علیہم السلام زندہ ہیں لیکن انہیں کھانے پینے کی
کوئی حاجت نہیں۔ ہاں اگر کھانے یا پینے کا ذکر ہے بھی تو وہ دنیاوی کھانے
نمک ہی محدود نہیں اس کے علاوہ بھی رزق ہو سکتا ہے۔

۵۔ قولہ یقضھا۔ یعنی آپ عالم برزخ میں نماز کی ادائیگی کرتے ہیں۔ یہ عمل برائے
تلذذ ہے۔ آپ پر واجب نہیں۔

۶۔ قولہ یصلی فی الضویع۔ یعنی حضور علیہ السلام اپنی قبر انور میں پانچوں نمازیں
پڑھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخ کے بارے میں جن نمازوں کا ذکر ہوتا
ہے یہ نمازیں علی سبیل التکلیف نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ علی سبیل تلذذ ہوتی ہیں۔ یہ
نمازیں ان پر اللہ کی نعمتوں میں ایک نعمت ہے اور صحیح مسلم میں مرفوعاً روایت ہے
کہ اہل جنت تسبیح و تحمید کے ساتھ اس طرح محبت کریں گے جس طرح انسان اپنی
ذات سے کرتا ہے۔

۷۔ قولہ کذا الاعمال تعرض کل یوم۔ اس قول کے ذریعے مصنف علیہ الرحمۃ
ان احادیث مبارکہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔
جیسے ابن سعد نے طبقات میں بکر بن عبداللہ المزنی سے مرسلار روایت کیا کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم تحدثون و میر کما ظاہری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم
یحدث لکم فاذا انامت مجھے بوجہ عرض کرتے ہو اور تمہارے لیے بہتر

کانت وفاتی خیر لکنم تعرض کا حل بیان کر دیا جاتا ہے اور حجب میں
 علی اعمال کفر فان سرائیت خیرا اس جہاں سے وصال کر جاؤنگا تو میرا
 حمدت اللہ وان رائیت یہاں سے پردہ کرنا بھی تمہارے لیے
 شرًا استغفرت لکم۔ بہتر ہے کیونکہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش
 کئے جائیں گے۔ اگر میں اعمال کو اچھے پاؤں گا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اعمال برے
 ہوئے تو میں تمہارے لیے اللہ سے استغفار کروں گا۔

شیخ عزیز می شرح جامع الصغیر میں فرماتے ہیں کہ اعمال کا پیش ہونا ہر روز کا
 معمول ہے جیسا کہ مؤلف نے خود بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کو آپ کی
 خصوصیات میں شمار کیا ہے اور آپ کے علاوہ دیگر انبیاء اور والدین پر بھی
 ہر سووار اور جمہرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔

شیخ حفنی جامع الصغیر کے حاشیہ میں "تحدثون و یحدثکم" کا معنی
 بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تم اپنی مشکل میرے سامنے بیان کرتے ہو۔ اور میری
 طرف سے تمہیں ایسی چیز حاصل ہو جاتی ہے جس سے تمہاری مشکل و پریشانی زائل
 ہو جاتی ہے۔

۸۔ قولہ - ریاض : جیسا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ
 القبر روضة من ریاض قبر حنت کے باغوں میں سے ایک
 الجنة۔ باغیچہ ہے کہ

توجب ہر مومن کی قبر کا یہ حال ہے تو پھر قبر النور کا وہ ٹکڑا جو آپ کے جسم اطہر کے ساتھ
 ملا ہوا ہے وہ یقیناً جنت کے باغوں میں سے ہے۔ جیسا کہ نا تم رحمۃ اللہ علیہ نے
 بھی فرمایا ہے۔

۹۔ قولہ - و افضل من سموات و ارض۔ امام قسطلانی نے الموابہب اللدنیہ

میں ذکر کیا ہے کہ اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو حضور علیہ السلام کے اعضاء شریفیہ کے ساتھ مس کر رہا ہے وہ تمام کائنات سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ اس بات کی تصریح ابن عساکر الباجی اور قاضی عیاض نے کی ہے۔ بلکہ شیخ تاج الدین سبکی نے ایک قول نقل کیا ہے جس کو سید سمہودئی نے فضائل مدینہ میں ابن عقیل الحنبلی سے روایت کیا ہے کہ:

البقعة التي قبر فيها عليه
الصلوة والسلام افضل من
العرش.

زمین کا وہ حصہ جس میں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں عرش سے بھی افضل ہے۔
امام فاکہانی سے تمام آسمانوں سے افضل قرار دیتے ہوئے تصریح کرتے ہیں:
اقول انا وافضل من بقاع
السموات
بھی افضل ہے۔

پھر فرمایا: میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو اس قول کی مخالفت کرے۔ میرا یہ اعتقاد ہے کہ اگر اس مسئلہ کو علماء امت کے سامنے رکھا جائے تو وہ ہرگز اس میں اختلاف نہیں کریں گے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ تمام آسمانوں نے حضور علیہ السلام کے مبارک قدم لگنے سے شرف پایا۔ یہاں اگر یہ قول کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ زمین کا ہر حصہ حضور کے شرف کی وجہ سے آسمان سے افضل ہے۔ کیونکہ آپ اس میں تشریف فرما ہیں:

اعزازہ حاصل ہے تو حاصل ہے زمین کو

افلاک پہ تو گنبد خضرا نہیں کوئی

بلکہ میرے نزدیک تو یہی متعین اور واضح ہے۔ زمین کی فضیلت پر اکثر علماء نے یہ دلیل بھی دی ہے کہ انبیاء کی تخلیق بھی زمین کی مٹی سے ہوئی اور اسی میں وہ

دفن ہیں۔ باقی زمین افضل ہے یا آسمان؟ یہ اختلاف اس حصہ زمین کے علاوہ ہے جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ امام زرقانی نے تصریح کی کہ اس کے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ درج ذیل اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے۔

جزم الجميع بان خير الارض ما قدحاط ذات المصطفى وحوها
(تمام امت کا اس بات پر یقین ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس نے آپ کو مس کیا ہوا ہے وہ تمام روٹے زمین سے افضل ہے)۔

ولعم لقد صدقوا بالكنها علت كالنفس حين ذكرت ذكرا واهها
راور یہ انہوں نے سچ کہا۔ کیونکہ مکان صاحب مکان کی وجہ سے شرف پاتا ہے تو جب آپ کی فات سب سے افضل ہے تو جبکہ بھی افضل ہوگی)۔

۱۰۔ وفي القبر الشريف قراة حيا (قبر انور میں آپ زندہ ہیں)

اس پر دلائل میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے امام بیہقی نے کتاب حیاة الانبياء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الانبياء احياء في قبورهم انبياء عليهم السلام اپنی قبروں میں زندہ
يصلون۔ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اسے ابوعلی بن زرارہ اور ابن عدی نے بھی روایت کیا ہے۔ حیات انبیاء کے بارے میں امام بیہقی نے ایک عظیم کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے بہت سارے ایسے صریح دلائل بیان کئے ہیں جو اسی بات کو پختہ کرتے ہیں جس کا ذکر علامہ ابن حجر نے بھی اس تصید سے میں انبیاء علیہم السلام کی حیات مبارکہ اور قبروں میں ان کے تصرفات کے متعلق لکھا ہے۔

امام سیوطی نے بھی اس مسئلے پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام "ابناء الاذکیاء بحیاة

الانبیاء ہے۔ یہ ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے اور میری لائبریری میں موجود ہے۔
اللہ اسے محفوظ رکھے۔

امام قسطلانی الموابہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام
کی زندگی مسلم و ثابت اور دائمی ہے۔ اور جہاں تک ہمارے آقا و مولیٰ کی بات ہے
تو نصوص اور اجماع سے ثابت ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں جب آپ
تمام انبیاء سے افضل ہیں پھر آپ کی زندگی بھی باقی انبیاء کے مقابلے میں اکمل و اتم
ہے۔

میں کہتا ہوں خصوصاً جب ہم اس زہر کو پیش نظر رکھیں جو ایک یہودیہ عورت نے
آپ کو طعام میں دیا تھا اور یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو اس صورت میں آپ
ظاہری شہادت کے مرتبہ پر بھی فائز ہوں گے

۱۱۔ قولہ۔ کذا لکل الانبیاء حقاً۔ یہ تشبیہ اس باب میں ہے کہ انبیاء علیہم
السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں جس طرح کہ ہمارے نبی حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا: "میں نے انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام کھڑے
ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ قبیلہ شنیوۃ کے افراد میں سے محسوس ہو رہے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ بھی نماز پڑھ رہے تھے اور وہ عروہ بن مسعود
ثقفی کے مشابہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ
تمہارے صاحب (اپنی ذات) کے مشابہ تھے۔ پس نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے
ان کی امامت کرائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے کہا گیا اے محمد! یہ جہنم کا
دار وندہ ہے اے سلام کہیں۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے مجھے سلام کیا۔

امام مسلم نے باب فضائل موسیٰ علیہ السلام میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مررت علی موسیٰ لیلة
اسریٰ بنی الکیتب الاحمر
وهو قائم یصلی فی قبره
میں معراج کی رات ریت کے سرخ
ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے
پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ
رہے تھے۔

۱۲۔ قولہ - (وفی حبرون)۔ حبرون (حاضرہ اور با ساکن)۔ یہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا شہر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے بیٹے اسحاق ان کے بیٹے یعقوب اور ان کے بیٹے یوسف علیہم السلام اس غار کے مرکز میں دفن ہیں جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جو اب مسجد خلیل کے درمیان میں واقع ہے۔ ابن الحاج وغیرہ نے مدخل میں اسی پر یقین کیا ہے۔

۱۳۔ قولہ - لما سعت الشمس۔ یعنی علماء اپنے کجاووں کو آپ کی زیارت کے لیے کتے ہیں۔ یہاں شمس سے مراد وہی علماء ہیں جو آپ کے وصال کے بعد حاضری کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۴۔ وینظرهم اذا اذ دحم القبول۔ آپ قافلوں پر نظر شفقت فرماتے ہیں۔ امام قسطلانی^۲ اور دیگر اہل معرفت بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم علیہ السلام کی بارگاہِ کریمانہ سے عالم بشریت پر خصوصی شفقت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کرم نوازی فرماتے ہوئے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور یہ نظر عنایت آپ کی ہر وقت تمام مسلمانوں پر ہے۔ حتیٰ کہ اگر ایک لمحہ میں کروڑھا لوگ موجود ہوں تب بھی آپ کی توجہ اور التفات روحانی ان کو محیط ہوگئی۔ اور اس کا مجھے مشاہدہ حاصل ہوا ہے۔ مگر وہ منظر الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

جالی مقدس

رجالی مبارک کے ساتھ چمپنا اور اُسے مس کرنا)

مناسب یہ ہے کہ کوئی بھی زیارت کرنے والا شخص آپ کی قبر شریف کو نہ تو چومے اور نہ ہی اس پر ہاتھ پھیرے۔ اور نہ ہی اپنے پیٹ یا پیٹھ کو قبر انور کی دیوار و غلاف اور جالی مبارک کے ساتھ لگاٹے۔ کیونکہ یہ تمام کی تمام حرکات بارگاہ نبوی کے ادب کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہیں۔ حصول برکت کے لیے کرنا بھی کراہت کو ختم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ آداب بارگاہ سے جہالت ہے اور عوام کے عمل کو محبت نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ صحیح بات وہی ہے۔ جو اہل علم کہیں اور ان کا اتفاق ہے کہ ایسا عمل خلاف ادب ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے "ایضاح" میں اس کی تصریح کی ہے۔

شیخ ابن حجرؒ نے "المنع والموہد" میں اسی کو ترجیح دی اور احیاء علوم الدین

میں ہے:

مس المشاہد و تقبیلھا قبر کو چھونا اور اس کا چومنا بہت بڑی

عادة اليهود و النصارے اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

امام عبدالوہاب الشعرانیؒ نے اسی کے موافق ذکر کیا ہے۔

شیخ زعفرانیؒ کہتے ہیں کہ یہ ایسی بدعات ہیں جو شرعاً ناپسند ہیں۔

پس قبر انور کی زیارت کرتے ہوئے ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اس دور را جائے۔

جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں یہی ادب تھا۔ یہی صحیح اور مختار راستے ہے۔ جاہل عوام کے عمل سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ وہ اس کے خلاف کرتے ہیں بلکہ تم ہدایت کی اتباع کرو اگر اس درست راہ پر تھوڑے لوگ عمل کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ گمراہی کے راستوں سے بچنا ضروری ہے۔ تمہیں ہلاک ہونے والوں کی کثرت دھوکہ نہ دے۔ طریقہ ادب وہی ہے جو شرع کے موافق ہو۔ اور ہر وہ طریقہ خلاف ادب ہے جو کسی انسان نے بغیر کسی شرعی دلیل کے بنایا ہو۔ آپ کی بارگاہ ہو یا دیگر انبیاء یا اولیاء میں سے کسی کی ہو، اسی ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

البتہ اگر کسی شخص پر حال صحیح یا وجد صادق غالب آجائے تو ایسی صورت میں اس کے لیے کوئی گراہت نہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی نیت درست ہے اور اس پر محبت و شوق کے جذبات غالب آجائیں تو اس کے لیے بھی جائز ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے لیے جو خضوع و خشوع کی عملی تصویر ہو۔ کیونکہ جس طرح یہاں قلبی خضوع مطلوب ہے۔ اسی طرح ظاہری حرکات و افعال کا ظہور مطلوب ہے۔ ایسے وقت میں رخسار۔ چہرے اور داڑھی کا آپ کی بارگاہ کی مٹی اور چوکھٹ پر رکھنا امر محبوب ہے۔ جب خلوت ہو اور عام لوگ موجود نہ ہوں۔ ایسی صورت میں اس لیے اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جب بعض اہل معرفت پر محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو نظر و بصر سے دیوانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ آپ کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہوئے ان عادی امور سے نکل کر حقائق نازلہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ اب وہ مٹی اور چوکھٹ پر جھکا ہوا نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیب کے قدموں سے لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے کرم، احسان اور فضل سے ہمیں، ہمارے تمام محسنین اور ہماری اولاد کو اس مقام سے روشناس کرائے۔ ان واقعات کو اسی صورت حال پر محمول کیا جائے گا۔ مثلاً:

حضرت بلالؓ کے بارے میں ہے کہ جب پہلی دفعہ شام سے واپس مدینہ پاک آئے تو اپنا چہرہ قبر انور پر رکھ دیا۔
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ حضور علیہ السلام کو قبر انور میں رکھا گیا تو انہوں نے قبر انور سے مٹھی بھرٹی لی۔ اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھا۔
 اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا على من شم تربة احمد ان لا شيم مدى الزمان غواليا
 جس نے حضور علیہ السلام کے مزار اقدس کی مٹی سونگھ لی ہے، اُسے کسی اور خوشبو کی بھی
 محتاجی نہیں)

صبت على مصائب لو انها صبت على الايام صرن لياليا
 رمجہ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اگر یہ مصیبت دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں
 کی شکل اختیار کر جاتے)

شیخ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ دارالحدیث کی اس چٹائی پر اپنا چہرہ رکھ دیتے
 تھے جس کو امام نوویؒ کے قدموں نے چھوا تھا۔ ان اشعار میں اسی طرف اشارہ
 کیا گیا ہے :

وفي دارالحدیث لطيف معنى الى بسط ما اصبو و آوى
 دارالحدیث کی چٹائی کے ساتھ مجھے محبت اور ذوق ہے۔ میں اسے جائے پناہ
 بناتا ہوں)

لعلى انا انال بحر وجهى مكانا مسه قدم النووى
 (شاید میں اس جگہ کو پاؤں جہاں امام نوویؒ کے قدم لگے ہیں،
 عارف باللہ شیخ حسن البکریؒ اپنے چہرے اور داڑھی کو بیت الحرام، حجر اسماعیل
 اور دوسری چیزوں پر رگڑتے تھے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس طرح کے افعال کا جائز و ناجائز ہونا فاعل کی لہجہ پر منحصر ہے۔ جیسے کہ تو مشاہدہ کرتا ہے کہ اہل ادب، ادب کو پہچانتے ہیں اور غیر اہل ادب کے لیے مناسب یہی ہے کہ ان کو ایسے معاملات سے روکا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض علماء نے حجر اسود کے چومنے کے جواز سے ہر اس چیز کو چومنا جائز قرار دیا ہے جو قابل تعظیم ہو۔ خواہ وہ انسان ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز۔!

جہاں تک آدمی کو چومنے کا تعلق ہے۔ اس بارے میں کتب احادیث کے کتاب الادب کا مطالعہ کیا جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے حضور علیہ السلام کے منبر شریف اور قبر انور کے چومنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں خطیب ابن جملہ نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد گرامی سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو قبر انور کو چھوتا ہے یا اس جیسا عمل کرتا ہے۔ اور اس سب کچھ کرنے سے اس کا مقصد قرب الہی ہے تو انہوں نے فرمایا ایسے اعمال میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابو حنیفہؒ (جو کہ مکہ مکرمہ کے شافعی علماء سے تعلق رکھتے ہیں) سے منقول ہے کہ قرآن پاک، کتب احادیث اور صالحین کی قبور کا چومنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اور دیگر علماء کے اقوال سے بھی اسی کے جواز پر تصریح ہے۔

مذکورہ بالا اقوال میں جواز کا جو قول کیا گیا ہے وہ کراہت کے منافی نہیں کیونکہ مکروہ ہونے کے باوجود فعل جائز ہوتا ہے۔ رہا مسئلہ یہ کہ چومنے سے مقصود تبرک و شفاعت کا حصول ہو تو یہ کراہت کو ختم نہیں کرتا کیونکہ یہ جہالت ہے اور ادب کے شاہانِ شان نہیں۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ پس ایسے قصد سے نفی کراہت نہیں ہوگی۔ یہ کراہت بطور زجر لوگوں کے لیے ہے تاکہ وہ ہجوم کے وقت اس کام کے کرنے میں

ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

پس اس سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ بالا علماء کے قول کو بھی اس شخص پر محمول کیا جائے جسے استغراقِ محبت اور غلبہ شوق اس پر بے انگینہ کرے۔ کیونکہ بعض اوقات محبت محب کے دل کو اس طرح مستغرق کر دیتی ہے وہ ایسے اعمال کرتا ہے جس پر اس کی ملامت نہ کی جائے۔ کیونکہ ایسے حالات عارض ہو جاتے ہیں جو اس کو اتنا مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ایسی حرکات کیے بغیر اس کیفیت کو ختم نہیں کر سکتا۔

بے شک محبت میں مستغرق ہونا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی بنا پر اس کی اجازت ہے۔ اور اس سے مقصود صرف بارگاہِ مصطفوی کی تعظیم و ادب ہے۔ احترام و تعظیم کرنے میں بھی لوگوں کے مختلف طبقات ہیں جیسا کہ خود حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام کا حال تھا۔ کچھ لوگ جب آپ کو دیکھتے تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ پاتے اور ہوش کو بھول کر آپ کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے اور کچھ لوگ ضعف کی بنا پر پیچھے بھی رہ جاتے اور یہ تمام خیر پر ہی تھے۔

یہ تمام بحث سید سمہودیؒ نے "ذروة الوفاء بما رجب الحضرة المصطفى" ابن حجرؒ نے "الجوہر" اور امام فاکھی نے "حسن التوسل" میں ذکر کی ہے۔

زیارت نبوی افضل عمل

حافظ ابن قیم کی رائے میں حضور علیہ السلام کی زیارت کرنا سب سے افضل عمل ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مشہور قصیدے نونیہ میں فرماتے ہیں :

۱۔ فاذا اتینا المسجد النبوی صلینا التعمیة اول اثنتان
رپس جب ہم مسجد نبوی میں پہنچ جائیں تو ہمیں پہلے دو رکعت تہیۃ المسجد ادا
کرنی چاہیے)

۲۔ بتعام ارکان لها و خشوعها و حضور قلب فعل ذی الاحسان
ان میں ارکان کی ادائیگی کا خصوصی اہتمام کے ساتھ خشوع و حضور قلب کا ہونا
فردی ہے)

۳۔ فنقوم دون القبر وقفة خاضع متذلّل فی السر والاعلان
دپھر ہم قبر انور کی زیارت کے لیے چلیں اس طرح ادب کے ساتھ جیسے کوئی سر
کے بل جاتا ہے)

۴۔ فکانہ فی القبر حی ناطق فالواقفون لو اکس الاذقان
اآپ قبر انور میں زندہ اور ناطق ہیں سب سے کھڑے ہونے والے سر منہ جھکائے ہوئے ہیں)

۵۔ ملکتم تلك المہابة فاعترت تلك القوائم کثرة الرجفان
اس طرح آپ کی ہیبت و رعب طاری ہو کہ کھڑے ہونے والے پر کلمپی کا
ایک سماں ہو)

۶۔ تفجرت تلك العيون بمايها ولطالما غاضت على الزمان
 رآنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ پڑیں جو عرصہ تک خشک نہ ہو پائیں،

۷۔ واتی المسلم بالسلام بهيبة و وقار ذي علم و ذي ايمان
 (ہر مسلمان کو آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے وقت صاحب علم اور صاحب ایمان
 کی طرح باوقار ہونا چاہیے)

۸۔ لم يرفع الاصوات حول ضريحه كلا ولم يسجد على الاذقان
 (آپ کی قبر انور کے پاس آواز نہ گزرتی بلند نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی وہاں سجدہ
 کرنا چاہیے؟)

۹۔ كلا ولم يوطأ بالقبور اسبوعاً وكات القبر بيت ثان
 (آپ کی قبر انور کا بیت اللہ کی طرح سات چکر کی صورت میں طواف نہ کیا جائے)

۱۰۔ ثم انشئ بدعائه متوجهاً لله نحو البيت خمي الاركان
 (پھر باری تعالیٰ کی بارگاہ میں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی جائے۔)

۱۱۔ هذي زيارة من عدم تماسكاً بشرعية الاسلام والايمان
 (یہ طریقہ زیارت ہے اس شخص کے لیے جو شریعت اور ایمان کا دامن پرٹنے
 والا ہے)

۱۲۔ من افضل الاعمال هاتيك الزيارة وهي يوم المحشر في الميزان
 (زیارت نبوی افضل اعمال میں سے ہے اور یہ قیامت کے دن میزان
 میں کام آئے گی)

(القصيدۃ النونية لابن قیم، ۱۸۱)



بارگاہ نبوی میں حاضری کے آداب

حاضری کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں آواز بلند نہ کی جائے۔ ایک دفعہ امیر المؤمنین منصور نے امام مالکؒ سے مسجد نبوی میں مناظرہ کیا۔ امام مالکؒ نے منصور سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اس مسجد نبوی میں آواز پست رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول اللہ

اگلی آیت میں بعض لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات

بے شک حضور علیہ السلام کی عزت و حرمت جیسی ظاہری زبردگی میں تھی ایسی آج بھی ہے۔ اس پر خلیفہ منصور خاموش ہو گیا۔ پس ہمیں امام مالک اور خلیفہ منصور کے اس واقعہ سے ادب و تعظیم سیکھنا چاہیے۔

بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ طائف کے

دو آدمی مسجد نبوی میں اونچی آواز سے گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا:

لو کنتم من اهل البلد اگر تم شہر مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں

لا وجئت كما فترفغان اصواتكما سبق سکھا دیتا کیونکہ تم مسجد نبوی کے اندر

فی مسجد رسول اللہ۔ آواز بلند کر رہے ہو۔

امام سمهودی نے "ذروة الوفا" میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے

ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آواز

بلند کرنا ہرگز مناسب نہیں خواہ آپ ظاہری حیات میں ہوں یا عالم برزخ میں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ جب مسجد نبوی کے ساتھ ملحقہ گھروں میں

کوئی کھونٹی گاڑتایا کلہاڑا چلاتا تو اس کی طرف پیغام بھیجتی تھیں اللہ کے رسول کو تکلیف مت دو۔ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے یہ تھی۔ مسجد کے قریب رہنے والے لوگ حاجت کے مطابق ہی اس طرح کا کام کریں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ضرورت سے زائد کام کرنا ادب میں سے نہیں ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو ہر اس عمل سے تکلیف ہوتی ہے جس میں کمال ادب کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔ اس لیے کہ آپ دونوں جہانوں میں زندہ و جاوید ہیں۔

زائرین کے لیے شفاعت کا خصوصی تحفہ

ابن عدیٰ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔
جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

امام بیہقی نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من زارنی بالمدینۃ محتسباً کنت له شہیداً و شفیعاً یوم القیامۃ۔
جس نے ثواب کی نیت سے مدینہ منورہ میں میری زیارت کی قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ و شفیع ہوں گا۔

"وجبت له شفاعتی" کا معنی یہ ہے کہ میری شفاعت متحقق اور لازم ہوگئی ہے۔ یعنی مجھ پر لازم ہوگیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی و درگزر کے لیے سفارش کروں۔ امام بسکی فرماتے ہیں۔ اس خاص شفاعت سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ زائرین کو ایسی شفاعت حاصل ہوگی جو دوسروں کو عموماً و خصوصاً نہیں ملتی۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ

زائرین ایک خاص شفاعت کے مستحق ہیں جس کی وجہ سے وہ مشرف ہونے میں منفرد ہوں گے۔

یا اس سے یہ مراد ہے کہ زائرین کا زیارت کے باعث شفاعت حاصل کرنے والے عمومی افراد میں شامل ہونا واجب ہو جاتا ہے اور بشارت کا فائدہ یہ ہے کہ زائر حالت اسلام میں فوت ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زیارت کا فائدہ یا تو زائر کو یہ ہوگا کہ وہ حالت اسلام پر فوت ہوگا یا یہ کہ عام امت کی نسبت زائر کے لیے شفاعت کمال درجے کی ہوگی۔

حدیث وجبت لہ شفاعتی کا مفہوم

شفاعت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنا اس شفاعت کو مشرف و مخصوص کرتا ہے کیونکہ ملائکہ اور اللہ کے دیگر مقرب بندے بھی شفاعت کرتے ہیں لیکن زیارت کرنے والے کی آپ ذاتی طور پر شفاعت کریں گے۔

حدیث: من زارنی بالمدينة ما مفہوم

یعنی جس شخص نے میری ظاہری حیات و عالم ببرزخ میں قرب الہی اور ثواب کی نیت سے میری زیارت کی میں اس کے لیے گواہ و شفیع بنوں گا۔ شہید، مطیع بندوں کے لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اور میری اطاعت کی اور گنہگار کی شفاعت کروں گا۔ شہادت کی یہ صورت اس شہادت سے الگ ہوگی جو آپ تمام امتوں کے لیے کریں گے۔ اسی طرح شفاعت بھی اس شفاعت عام سے الگ ہوگی جو آپ کی تمام امت کے لیے ہے۔ بعض علماء امت کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کرنا کمالات حج میں سے ہے۔

جبکہ اہل تصوف (اہل معرفت) کے نزدیک حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کرنا فرض ہے ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کی قبر انور کی طرف جانا ایسا ہی ہے جیسا آپ کی ظاہری حیات میں آپ کی طرف جانا تھا۔

حکیم ترمذی فرماتے ہیں "حضور علیہ السلام کی زیارت کرنا ہجرت ہے پس جو کوئی آپ کی قبر انور کی زیارت کرتا ہے وہ اس لائق ہے کہ — زیارت کے بعد حضور علیہ السلام کی شفاعت اس کے لیے واجب ہو جائے تاکہ اس کی زیارت کی حرمت قائم رہے۔"

شہر مدینہ کے خصائص و فضائل

امام زرکشی نے اس موضوع پر ایک فصل قائم کی ہے۔ میں نے اس میں سے چند نکات اخذ کئے ہیں۔

۱۔ حضور ختم الرسل نے اپنے ہاتھ سے ہاجرین اور انصار صحابہ (جو کہ اس امت کے افضل ترین انسان ہیں) کے ساتھ مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک ایسا شرف ہے۔ جو اس کے علاوہ دوسری کسی مسجد کو نصیب نہیں۔ مزید برآں یہ کہ مدینہ کا خطہ اس حصے پر بھی مشتمل ہے۔ جو بالاتفاق سارے کرہ ارض سے افضل ہے۔ یعنی وہ جگہ جس میں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ اس اجماع کے ناقلین قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ہیں اور اس حقیقت کو بعض اہل علم نے اشعار میں یوں بیان کیا۔

جزم الجمیع بان خیر الارض ما قد حاط ذات المصطفیٰ وحواہا
 تمام امت کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس نے آپ کو مس کیا
 ہوا ہے، اور جو آپ کا ٹھکانا ہے تمام روٹے زمین سے افضل ہے)

ولعم لقد صدقوا لساکنھا علمت کالنفس حین ذکت ذکی ما واھا
 (اور یہ انہوں نے سچ کہا کیونکہ مکان صاحب مکان کی وجہ سے شرف پاتا ہے تو
 آپ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے تو وہ جگہ بھی افضل ہوگی)

۲۔ حرم مدینہ میں شکار کرنا یا اس کے درخت کاٹنا، حالت احرام اور عام حالت

میں ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ حرم مکہ میں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الن ابراهیم حرم
مکہ و الحرم

ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم
بنایا اور میں مدینے کو حرم بناتا ہوں۔

اور جو کچھ ان پہاڑیوں (مدینے پاک کے
اردگرد کے پہاڑ) کے درمیان ہے۔

نہ اس شہر کی لکڑی کو کاٹا جائے اور نہ
اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔

اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔

اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔

(مسلم)

۳۔ مدینے پاک کی مٹی اور اس کے پتھروں کو حرم مدینہ سے باہر لے جانا حرام ہے کیونکہ

مدینہ پاک میں ما بین لا بیتھا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور مٹی کو حرم سے نکالنا

اس کے محل سے نکالنا ہے۔ یوں وضع الشمسی فی غیر محلہا کے تحت

یہ فعل حرام ہے۔

۴۔ شہر مدینہ میں سکونت اختیار کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے درجات اور خصوصی

کرامات کا حصول ہوتا ہے۔

۵۔ حضور علیہ السلام کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا اجر و ثواب کے لحاظ سے دیگر ہزار نمازوں

سے افضل ہے۔ کیونکہ بخاری اور مسلم میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

صلوٰۃ فی مسجدی ہذا
میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز

افضل من الف صلوٰۃ
پڑھنا دیر ساجد میں سو اٹے مسجد حرام

فیما سواہ الا المسجد الحرام
کے ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اس حدیث کے تحت امام نووی ذکر کرتے ہیں یہ فضیلت فرائض و نوافل میں مکہ کی

طرح ہے۔ یہ قول شرح مسلم میں ہے اور شرح مہذب میں بھی۔ حق بات یہ ہے کہ گھر

میں نفل پڑھنا مسجد میں نفل پڑھنے سے افضل ہے۔ باقی حرم مدینہ اجر و ثواب کے

اضافے کے لحاظ سے اس طرح نہیں جیسا کہ آپ کی مسجد ہے۔

۶۔ جو کوئی آپ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حج و عمرہ کا ثواب

عطا فرماتا ہے۔ امام ابن الجوزیؒ حضرت ابوالامامہ سے روایت کرتے ہیں، حضور

علیہ السلام نے فرمایا:

من خرج علی طہر لایرید
الا الصلوٰۃ فی مسجدی
حتی یصلی فیہ کانت
بمنزلۃ حجة۔
جو کوئی حالتِ طہارت میں اپنے
گھر سے نکلتا کہ میری مسجد میں نماز
ادا کرے یہاں تک کہ اس نے نماز
پڑھ لی تو اس کے لیے وہی حج ہے۔

اسی طرح مسجد قبا میں نماز عمرہ کے قائم مقام ہے۔ حدیث صحیح میں ہے:

صلوٰۃ فی مسجد قبا کعمرة
مسجد قبا میں نماز ادا کرنا عمرے کی

طرح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد قبا میں
سوار ہو کر اور پیدل جا کر نماز پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر ہفتے
کے دن جاتے تھے۔ اور یہ عمل مستحب ہے۔

۷۔ مدینے پاک میں اس لیے رہنا کہ یہاں ہی موت آئے۔ مستحب عمل ہے کیونکہ ہاجرین

صحابہ اس چیز کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کو مدینے کے علاوہ کہیں موت آئے۔ اور وہ
ہمیشہ اللہ سے دعا کرتے۔ اے اللہ ہمیں اسی سرزمین پر موت عطا فرما۔

حضرت زید بن اسلم سے امام بخاری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا کے

یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

اللہم ارزقنی شہادة
اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا

ف سبیلک واجعل
فرما اور میری موت اپنے رسول کے

موتی فی بلد رسولک شہر میں فرما۔
 امام نوویؒ نے "اذکار" میں اس موضوع پر ایک مستقل باب باندھا ہے "باب
 استجاب دعا الانسان ان یکون موتہ فی البلد الشریف"۔
 (مدینہ شریف میں موت کی دعا کرنا، ہر آدمی کے لیے مستحب ہے)
 حضرت نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
 فرمایا:

من استطاع ان یموت جو کوئی مدینے میں مرنے کی استطاعت
 بالمدینۃ فلیمت بہا فانی رکھتا ہے۔ وہ یہاں ہی مرے کیونکہ
 اشفع لمن یموت بہا۔ جو کوئی بھی اس شہر میں مرے گا میں
 (ترمذی) اس کی شفاعت کروں گا۔

امام ترمذیؒ نے اسے روایت کر کے کہا یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے حسن، صحیح
 اور غریب ہے۔ اس بارے میں حضرت سلیمہ سلمیہ بنت الحارث سے بھی روایت
 ہے۔ اس کے بارے میں امام دارقطنی سے "علل کبیر" میں سوال کیا گیا تو
 آپ نے اس کی صحت پر تفصیلاً گفتگو کی۔

۸۔ مدینے پاک کے مکینوں کو عمومی شفاعت کے علاوہ ایک خصوصی شفاعت و
 اکرام سے نوازا گیا ہے کیونکہ معجم الطبرانی میں عبدالمالک بن عباد بن جعفر سے روایت
 ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا:

اول من اشفع لہ من امتی میں اپنی امت میں سب سے پہلے
 اهل المدینۃ ثم اهل الملکہ اہل مدینہ پھر اہل مکہ اور پھر اہل طائف
 ثم اهل الطائف۔ کی شفاعت کروں گا۔

امام بزارؒ نے اپنی مسند میں اس کی تخریج داؤد کے ساتھ کی ہے لہ پھر فرماتے

ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق عبدالملک بن عباد نے نبی اکرم سے صرف یہی حدیث روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس نے مدینے کی مشکلات و سختیوں پر صبر کیا قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ و شفیع بنوں گا۔

۹۔ مدینے پاک کے مد، صاع اور پیمانوں میں برکت ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان میں برکت کی دعا کی تھی۔

۱۰۔ مدینے پاک کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ خطہ اس حصے کو بھی شامل ہے جو منبر رسول اور قبر انور کے درمیان واقع ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما بین قبری و منبری میری قبر اور منبر کے درمیان والا روضة من ریاض الجنة حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک

باغیچہ ہے۔

۱۱۔ مدینے پاک کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ مکہ مکرمہ کی طرح یہاں بھی دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ بخاری اور مسلم میں مرفوعاً روایت ہے کہ "دجال مکہ اور مدینہ کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ وہ مدینے کی طرف آئے گا اور مدینہ منورہ کے ایک علاقے میں اپنا ڈیرا ڈالے گا اور وہ وہاں سے فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش کرے گا۔ اس کے اس فتنہ و فساد کا جواب صرف کافر اور منافق دیں گے۔ یعنی اس کی اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ بخاری میں حضرت ابو بکر صدیق سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "سرزمین مدینہ پر مسیح دجال کا خوف اور ڈر نہیں پھیلے گا۔"

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ دجال کے آنے کے وقت سرزمین مدینہ

۱۲۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: اهل المدينة و اهل مكة و اهل الطائف۔

میں داخلے کے لئے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "مسیح دجال مشرق سے آئے گا اور اس کا ارادہ مدینہ پاک میں اترنے کا ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے عقب میں اترے گا۔ یہاں ملائکہ اس کے رخ کو شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہاں فوت ہو جائے گا۔ بخاری و مسلم میں یہ بھی روایت ہے کہ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں دجال نہ جائے، سوائے مکہ اور مدینہ کے۔"

۱۲۔ مدینہ کے خصائص میں ایک یہ ہے کہ طاعون کی بیماری اس شہر میں نہیں پھیلے گی۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

| | |
|----------------------------------------|------------------------------|
| سرزین مدینہ کی پہاڑیوں کی چوٹیوں | على القاب المدينة ملائكة |
| پر ملائکہ مقرر ہیں لہذا طاعون اور دجال | لا يدخلها الطاعون و |
| اس سرزین پر داخل نہیں ہو سکتا۔ | لا دجال و في رواية البخاري |
| بخاری کی روایت میں ہے کہ طاعون | لا يقربها الدجال ولا الطاعون |
| اور دجال سرزین مدینہ کے نزدیک بھی | ان شاء الله۔ |
| نہ جا سکیں گے۔ | |

القاب نقب کی جمع ہے جس کو کسرہ نون اور ضمہ نون دونوں صورتوں میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی کا راستہ ہے۔ آفتش کے مطابق القاب المدینہ سے مراد شہر مدینہ کے راستے اور اس کی وادیاں ہیں۔

۱۳۔ شہر مدینہ ایک ایسی بستی ہے جو تمام بستیوں کو جامع ہے۔ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے

روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

امرت بقریۃ تاكل القرۃ
لیقولن یشرب و
ہی المدینۃ۔
مجھے ایسی بستی میں دین اسلام پھیلانے
کے لئے حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کی
جامع ہے جیسے لوگ یشرب کہتے ہیں اور

وہ مدینہ ہے۔

۱۲۔ سرزمین مدینہ نجاست کو زائل کرنے میں لوہے کی بھٹی کی طرح ہے۔ بخاری اور
مسلم میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور
علیہ السلام کے دستِ اقدس پر اسلام کی بیعت کی۔ جب مدینے کی گرمی اسے پہنچی
تو وہ کہنے لگا۔ اے محمد! میری بیعت ختم کر دو۔ حضور علیہ السلام نے انکار فرمایا۔

پس وہ اعرابی مدینے سے نکل کر چلا گیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ان المدینۃ کالکیر تنفی
نخبثھا و ینصح طیبھا۔
سرزمین مدینہ لوہے کی ایک بھٹی ہے
جو خبیث کو دور کرتی اور طیب کو قبول

کرتی ہے۔

۱۵۔ اگر کوئی شخص شہر مدینہ سے چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض وہاں بہتر
شخص بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ اس کے معنی میں دو
اقوال ہیں ایک یہ کہ آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص تھا۔ دوسرا یہ کہ یہ الٰہی
معاملہ ہے۔

۱۶۔ جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت
کے دن اسے جہنم کی آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ یا جیسے
نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ یہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے

شخص کو قیامت کے دن اس فعل کی وجہ سے آگ کا عذاب دیں گے اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ہلاک کر دے یا اس کی حکومت اور منصوبوں کو ناکام کرنا مراد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا، جنہوں نے مدینے پر چڑھائی کی اور اہل مدینہ کو قتل کیا۔ مثلاً مسلم بن عقبہ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کرایا۔ اسی طرح یزید بن معاویہ جبکہ اس نے اہل مدینہ کو ایذا میں پہنچائی تھیں۔

۱۷۔ سرزمین مدینہ میں روزہ رکھنا۔ اہل مدینہ پر صدقہ کرنا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا مستحب عمل ہے۔ کیونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۱۸۔ حضرت امام مالکؒ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے سرزمین مدینہ پر کبھی سواری استعمال نہیں کی۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو فرماتے میں زمین کے اس حصے پر سوار ہو کر کیسے چل سکتا ہوں۔ جہاں سرکارِ دو عالم کے قدم لگے ہیں۔ اسی طرح آپ مسجد نبوی کے اندر اپنی آواز کو نہایت ہی پست رکھتے اور فرماتے حضور علیہ السلام کی بارگاہ کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا آج بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ اس کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے:

یا ایہا الذین امنوا لاترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی
ولا تبھروا لہ بالقول کبھر
بعضکم لبعض۔

اے ایمان والو اپنی آوازوں کو
حضور کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اور
حضور سے اس طرح بات مت کرو
جیسے کہ تم آپس میں کرتے ہو۔

۱۹۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب میں اس سحری و اجتہاد کی ضرورت نہیں کہ اس کی سمت قبلہ کی طرف درست ہے یا نہیں کیونکہ وہ یقیناً قبلہ کی درست سمت

پر ہے کیونکہ اس کا تعین اجتہاد اور غور و فکر سے نہیں بلکہ وحی سے ہوا ہے۔ اب
 دائیں بائیں کا تصور نہیں۔ البتہ مسلمانوں کی دیگر مساجد کے محرابوں کے بارے
 میں غور و فکر کیا جاسکتا ہے۔ اور آپ کے محراب سے مراد وہ جگہ ہے جو آپ کے
 مصطفیٰ کی جگہ ہے کیونکہ آپ کی ظاہری حیات میں مسجد میں محراب نہیں ہوتا تھا۔ (الغرض
 مدینہ طیبہ سے قبلہ کا تعین قطعی اور یقینی ہے باقی مساجد کا ظنی)

۲۰۔ امام ابو بکر خفاف شافعی فرماتے ہیں۔ سرزمین مدینہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا
 مستحب ہے۔ امام نووی نے بھی مناسک میں اس کی تصریح کی ہے۔

۲۱۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :

| | |
|------------------------|------------------------------------------|
| من تصبح کل یوم سبع | جس شخص نے جس روز صبح عجوہ نامی |
| ثمرات عجوہ لم یضرہ ذلک | سات کھجوریں کھالیں۔ اس روز اس |
| الیوم سم و سحر۔ | شخص پر نہ زہر اثر کر سکتا ہے اور نہ کوئی |

جادو!

امام ابو بکر یزیدانی مستخرج علی الصحیحین میں علی بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں
 کہ ہاشم کا قول ہے۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ عامر راوی نے عجوہ عالیہ کا ذکر کیا تھا۔
 امام حمید می فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے یہ منفرد بیان کی کہ ابی طوالة سے اور وہ عامر
 بن سعد سے اور وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام
 کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرمادے تھے جس نے صبح سرزمین مدینہ کی سات
 کھجوریں کھائیں اس پر شام تک کوئی زہر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

امام حاکم نے "تمر بربنی" کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

امام دارقطنی نے علل کبیر میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے :

من اکل متابین کہ جس شخص نے صبح بغیر کھائے پیئے

لابتی المدینة سبع ثمرات سات کھجوریں مدینہ پاک کی کھالیں
علی المرلق۔ (اس کو یہ برکت حاصل ہوگی)

دوسری روایت میں "عجوة عالیہ" کے کلمات ہیں۔

مسند دارمی کے کتاب الاطعمہ میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ عجوزہ
عالیہ نامی کھجور میں شفاء ہے۔ یا اگر اس کو صبح کھایا جائے تو یہ تریاق ہے بلکہ ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

العجوة من الجنة وفيها عجوہ کھجور جنت کے میوہ جات میں سے
شفاء من السم۔ ہے اور اس میں زہر سے بچنے کے لیے

شفاء ہے۔

امام خطابؒ فرماتے ہیں کہ کھجور کا کسی شخص کو جادو اور زہر سے محفوظ کر دینا اس برکت
کی وجہ سے ہے جو اسے حضور علیہ السلام کی دعا سے حاصل ہوئی۔ ورنہ نفس کھجور میں
کوئی ایسی چیز نہیں جو اس طرح کا فعل سہرا انجام دے۔

نوٹ: عجوہ مدینے کی کھجوروں میں سے سب سے عمدہ اور اچھی کھجور ہے۔

۲۲۔ امام ابن ابی خثیمہؒ سہیل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من كان لباً بالمدينة جس شخص کا سر زمین مدینہ میں گھر ہے

اصل فليسد به و من وہ اسی میں ٹھہرے اور جس کا مدینے میں

لم يكن فليجعل له بها گھر نہیں وہ یہاں گھر بنائے اگرچہ

اصلاً ولو قصره۔ جھونپڑی ہی کیوں نہ ہو۔

امام خطابؒ قحہ کا معنی کھجور کرتے ہیں "امام حسن بصری نے اس آیت سے استدلال

کرتے ہوئے کہا "انہا ترمی لبشر كالقصر"

۲۳۔ علماء کی تصریحات سے یہی ظاہر ہے کہ مسجد نبوی میں نماز عید پڑھنا مستحب ہے۔

لیکن ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی ہے کہ عید کے دن بارش ہو گئی حضور علیہ السلام نے ہمیں مسجد میں نماز عید پڑھائی۔ امام حاکم نے مستدرک میں اس کا ذکر کر کے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

ان روایات سے ظاہر یہی ہے کہ نماز عید، عید گاہ میں ادا کی جاتی تھی مگر اس کی وجہ جگہ کی قلت تھی (جو کہ اب نہیں رہی)

۲۴۔ امام ابن ابی خنیمہ نے تاریخ کبیر میں امام مالک سے روایت کیا ہے کہ تمام شہر تلوار سے فتح ہوئے لیکن مدینہ وہ شہر ہے جو ایمان سے فتح ہوا۔ پھر ابن ابی خنیمہ نے حضرت عائشہ کا یہ فرمان ذکر کیا:

کل البلاد افتحت بالسيف
والرحم وافتحت المدينة
بالقرآن۔

ہر شہر تلوار دل اور نیزوں سے فتح ہوا
لیکن شہر مدینہ قرآن سے فتح ہوا۔

۲۵۔ امام مالک سے منقول ہے کہ جب خبر واحد اور اجماع اہل مدینہ میں تعارض آ جائے تو اہل مدینہ کے اجماع کو ترجیح دی جائے گی۔

۲۶۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سرکارِ دو عالم کی قبر انور کی زیارت کی نذر مانی تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر واجب ہے اور اس میں یہی رائے ہے۔ جو آپ کے علاوہ کسی اور شخص کی قبر کی زیارت کی نذر مانتا ہے اس کے بارے میں دو آراء ہیں۔ امام رافعی وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

۲۷۔ امام مالک اور دیگر علماء فرماتے ہیں جب کوئی مسافر زائر حضور علیہ السلام کی مسجد میں آئے یا وہاں سے نکلے تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔ لیکن اہل مدینہ کے لیے ایسا عمل مکروہ ہے (تاکہ ان کا یہ عمل باہر سے آئے ہوئے زائرین کے لیے باعثِ پریشانی نہ ہو)۔ سوائے اس صورت میں جب کوئی اہل

مدینہ میں سے سفر پر جاٹے یا سفر سے واپس آٹے۔ سلام کرے۔ کیونکہ یہ حق باہر سے آٹے ہوئے زائرین کا ہے۔

امام باجی فرماتے ہیں سلام کرنے کے لیے مسافر کو یہ تہذیب صحیح اس لیے ہے کہ یہ اس کا حق ہے۔ جبکہ اہل مدینہ وہاں ہی قیام پذیر ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ کوئی مسافر ہو یا مقیم اس کا آپ کی ذات پر سلام بھیجنا محبوب عمل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام ہر اس شخص کے سلام کو پسند فرماتے ہیں جو آپ پر بھیجتا ہے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، قریبی ہو یا دور۔ آپ کی ظاہری حیات کے بعد ایسے امور کو ملحوظ رکھنا آداب میں سے ہے۔

۲۸۔ اذان کے بعد مسجد نبوی سے نکلنا مکروہ ہے۔ اگرچہ یہ حکم تمام مساجد کے لیے ہے

مگر مسجد نبوی کے لیے تاکید وارد ہوئی ہے۔ امام طبرانی معجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :

| | |
|---------------------------------|--------------------------------------|
| لا یسمع النداء فی مسجدی | جو شخص میری مسجد میں اذان سن کر |
| ہذا تم ینخرج منه الالحاجۃ | بلا حاجت باہر چلا جائے اور واپس لوٹا |
| ثم لا یرجع الیہ الا منافق | کرنا آئے تو وہ منافق ہے۔ |
| یعنی منافق ہی ایسا عمل کرتا ہے۔ | |

۲۹۔ سرزمین مدینہ میں رہائش پذیر پر لازم ہے کہ وہ اس کی عظمت کو سمجھے اور اس کے

ادب و احترام کا خیال رکھے اور بدعات سے بچے۔ اگرچہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ عبدالرحمن بن مہدیؒ جب بھی مدینہ پاک جاتے، مسجد میں داخل ہوتے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا وہ صفوں کے آگے رکھ دیتے۔

اس پر امام مالکؒ نے انہیں بلا کر اس عمل سے منع کیا اور کہا کہ تمہیں معلوم نہیں

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :

من احدث فيها حدثا و اوى
محدثا فعليه لعنة الله و
الملائكة و الناس اجمعين
جس نے سرزمین مدینہ میں بدعتی امور
کو رواج دیا یا کسی بدعتی کو پناہ دی
اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی اس
پر لعنت۔

ہمیں اس واقعہ پر غور کرنا چاہیے کہ امام مالک کس طرح ایک معمولی بات کو بھی
عموم حدیث میں شامل کر رہے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے امام مالک سے کسی
نے فتویٰ پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو یہ قول کرتا ہے
کہ "خاکِ مدینہ اچھی نہیں"۔ فرمایا: اسے درے مارے جائیں۔

۳۰۔ تعلیم و تعلم کے لیے مدینہ طیبہ کا قصد کرنا چاہیے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ

سے روایت ہے۔ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من جاء مسجدی هذا لم
ياتہ الا خیریتعلمہ او
یعلمہ فہو بمنزلتہ
المجاہد فی سبیل اللہ۔
جو کوئی میری مسجد میں تعلیم و تعلیم کے
لیے آتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے
اللہ کی راہ میں نکلا ہوا مجاہد۔

جو کوئی اس کے علاوہ میری مسجد کا قصد کرتا ہے وہ ایسے شخص کی مانند ہے جو

دوسرے کے سامان کو دیکھتا ہے

۳۱۔ صاحبِ مباہج نے ذکر کیا ہے کہ عطر اور دھونی میں خوشبو اور اسی طرح
خوشبودار ہوا جو باقی شہروں میں پائی جاتی ہے سرزمین مدینہ میں اس سے کٹی
گنا خوشبو ہے اور اس میں عطر وغیرہ نہ بھی ہو تو یہ خود سراپا خوشبو ہے۔ اللہ
اسے جزائے خیر عطا فرمائے جس نے یہ اشعار کہے:

ماذا علی من شتم تریبہ احمد الایثم مدی الزمان غوالیا

جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی مٹی سونگھ لی اسے زندگی بھر کسی اور خوشبو کو سونگھنے کی حاجت نہیں،

امام زرکشی نے اپنی کتاب "اعلام الساجد" میں مدینہ منورہ کے جو فضائل بیان کیے ان کی تلخیص تھی۔

منبرِ نبوی کی فضیلت

حضور علیہ السلام کے منبرِ مبارک کی فضیلت پر جو چیزیں دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے پاس اٹھانا دوسری جگہ قسم اٹھانے سے سخت ہے۔

حضرت جابر سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لا یحلف احد عند منبری
ہذا علی یمین ائمة ولو علی
سواک الا خضرا لا تبوا مقعد
من النار۔
جو کوئی میرے منبر کے قریب بری قسم
اٹھاتا ہے اگرچہ وہ قسم بنبرِ سواک پر
ہی کیوں نہ ہو۔ وہ یقیناً اپنا ٹھکانہ
جہنم میں بناتا ہے۔

اسے امام مالک، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا جبکہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا۔

اسی طرح ابو امامہ بن ثعلبہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے

فرمایا:

من حلف عند منبری
هذا یمین کاذبة لیستحل
بها حال امری مسلم فعلیہ
لعنة الله والملائكة و
جس شخص نے میرے منبر پر بری قسم
اٹھائی۔ جس کے ذریعے
اس نے اپنے مسلمان بھائی کے
مال کو ہڑپ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ

الناس اجمعین - ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

(فتح الباری ۵۱: ۳۸۵)

زیارتِ قبر نبوی جناب لہ کے نزدیک مستحب ہے

امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں :

روضہ رسول کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ امام دارقطنی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :

من زار قبری بعد وفاتی کا نماز دینی فی حیاتی دینی روایت من زار قبری حبیب لہ شفاعتی - جس نے میری ظاہری حیات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے مجھے ظاہری حیات میں دیکھا۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

امام احمد حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :

ما من احد یسلم علی عند قبری الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام - جب بھی کوئی میری قبر کے نزدیک مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اسی وقت میری روح مجھ پر لوٹا دیتے ہیں اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

امام عتبی سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا : السلام علیک یا رسول اللہ ! اور کہنے

لگا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی پڑھا ہے :
 وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
 الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

میں آپ کی بارگاہ میں اس لیے آیا ہوں تاکہ اپنے گناہوں کی معافی مانگوں اور
 اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند ہوں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے :
 يا خیر من دفنت بالقاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع والاکم
 (اے ساری مخلوق سے افضل مٹی میں دفن ہوا جس کا جسم پس ان کی خوشبو سے ٹیلے اور میدان
 بہک اٹھے)

نفسی الفداء لقب أنت ساکنه فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم
 (میری جان فدا ہو اس قبر انور پر جس میں آپ جلوہ افروز ہیں اس میں پاکیزگی و سخاوت اور شرافت ہے)
 جب وہ دیہاتی چلا گیا تو فوراً مجھے نیندا گئی خواب میں میں نے حضور علیہ السلام کی
 زیارت کی۔ آپ نے فرمایا اے عتیٰ اس دیہاتی کے پاس جاؤ۔ اسے یہ خوشخبری سناؤ کہ اللہ
 تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا ہے۔ (المعنی لابن قدامہ ۳۱ : ۵۵۷)

زائرین کی سواریوں کی فضیلت

قاضی عیاض الشفاء میں فرماتے ہیں کہ زائرین مدینہ میں سے ایک نے داخلے
 کے وقت یہ اشعار پڑھے :-

رفع الحجاب لنا فلاح لنا ظری قمر لقع دوننا الا وهام
 (پیردے اٹھ گئے اور ہماری آنکھوں کے سامنے وہ چاند طلوع ہو گیا)
 واذا المظی بنا بلغن محمدا فظهورهن علی الرجال حرام
 (جب سواریوں نے ہمیں ہمارے آقا تک پہنچا دیا تو ان کی کشتیوں لوگوں پر حرام ہو گئیں)

قربنا من خیر من وطی الثری فلها علینا حرمة و ذمام
 راہوں نے چل کر ہمیں سب سے افضل ہستی کا قرب دیا پس ان کے لیے ہم پر عہد اور حرمت ہے
 شیخ نبھانی اپنے دیوان جلد نمبر ۶ ص ۸۳ میں فرماتے ہیں کہ آخری دونوں اشعار
 ابن نو اس کے ہیں جو اس نے امین بن ہارون الرشید کی مدح میں کہے تھے۔
 لیکن ان اشعار کو قاضی عیاض نے حضور علیہ السلام کی مدح میں ذکر کر کے خوب
 کیا کیونکہ ان کا اصل مصداق آپ ہی کی ذات ہے۔

زائر روضہ رسول کے فضائل

- علماء نے زیارت قبر نبوی کرنے والے شخص کے بارے میں کہا کہ اسے
 کم از کم یہ دس فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں:
- ۱۔ اسے اعلیٰ مراتب عطا کئے جاتے ہیں۔
 - ۲۔ اعلیٰ مطالب کا حصول۔
 - ۳۔ اہم منافع کا حصول۔
 - ۴۔ عظیم عطیات کا حصول۔
 - ۵۔ عظیم مصیبتوں میں امن نصیب ہوتا ہے۔
 - ۶۔ عیوب و نقائص سے تطہیر۔
 - ۷۔ مشکلات آسان ہوتی ہیں۔
 - ۸۔ مشکلات کا ازالہ ہوتا ہے۔
 - ۹۔ انجام اچھا ہوتا ہے۔
 - ۱۰۔ رب کریم کی خصوصی رحمت کا حصول۔
- کیا ہی خوب کسی نے کہا:

هنيأ لمن زار خير الوري وخط عن النفس اوزارها
 دمبارک ہو اس شخص کے لیے جس نے سرکار کے روضے کی زیارت کی اور اپنے
 اوپر گناہوں کا بوجھ ہلکا کر لیا)

فان السعادة مضمونة لمن حل طيبة اوزارها
 رجو شخص سرزمین طیبہ میں قیام — یا اس کی زیارت کرتا ہے سعادت و بخشش
 اس کا مقدر بن جاتی ہے)

ریاض الجنۃ اور اس کا حدود رابعہ

ریاض الجنۃ کی ہیئت اور اس کے حدود رابعہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:
 قول اول: وہ حصہ جو منبر اور حجرہ نبوی کے اطراف میں ہے وہ برابر طور پر شامل
 ہے پس اس میں حجرہ انور کے شمالی حصہ کی محاذات شامل ہوگی اگرچہ منبر کے مقابل
 نہیں اسی طرح منبر کی جہت قبلہ کی محاذات بھی شامل ہوگی اگرچہ وہ آگے ہونے
 کی وجہ سے حجرہ انور کے مقابل نہیں تو ریاض الجنۃ مربع کی صورت میں ہوگی۔ یہی وہ
 حصہ تھا جو حضور علیہ السلام کے ظاہری حیات میں چھتی ہوئی مسجد کی صورت میں تھا
 اس صورت میں حجرہ انور سے متصل صف اول کی جگہ اور تمام مصلیٰ اس میں شامل
 ہوگا۔ یہی مختار ہے۔ علماء کی اکثریت، عامۃ الناس کی یہی رائے ہے سمہودی نے بھی
 خلاصہ میں اس کا ذکر کیا اور بعد کے علماء نے ان کی اتباع کی ہے۔

ریاض الجنۃ کی علامات

"المنزهة" میں ہے کہ اس راجح قول کے مطابق ریاض الجنۃ کی حدود کی
 علامات کے طور پر اب ستون ہیں جن کے نصف تک سفید اور سرخ سنہری دھاریاں ہیں

اور ان کے اطراف پر چاندی سے ترکی زبان میں بعض قصائد تحریر ہیں اور جہاں ڈریا ختم ہوتی ہیں وہاں سنہری خطوط ہیں۔ منقول یہ ہے کہ یہ ستون سلطان سلیم خان مرحوم نے بنوائے تھے۔

مذکورہ بالا قول کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

ما بین بیتی و منبری میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان
روضۃ من ریاض الجنۃ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔

دوسرا قول: وہ جگہ جو فقط حجرہ انور اور قبر اقدس کے درمیان اور مقابل ہے۔ اب اس کے حدود برابر نہ ہوں گے کیونکہ حجرہ انور کی طرف سے وہ کشادہ اور منبر کی جانب تنگ ہوگی اب اس کے اضلاع بھی برابر نہ ہوں گے کیونکہ منبر انور جہت قبلہ میں مقدم اور حجرہ انور جانب شام مؤخر ہے۔ اس کی دلیل وہ گذشتہ حدیث ہے جس میں بین بیتی و منبری کے الفاظ ہیں۔ اس قول کے مطابق حجرہ انور سے متصل اگلی صفا ریاض الجنۃ میں شامل نہ ہوگی۔

۳۔ اس میں وہ تمام مسجد شامل ہے، جو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں تھی۔ امام سمعانی وغیرہ نے اسی پر حزم کا اظہار کیا ہے۔ ربیع نے اسے خطیب بن جملہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور آپ کے ارشاد گرامی "ما بین بیتی" سے استدلال کیا کہ لفظ بیت مفرد مضاف ہے جو مفید عموم ہوتا ہے لہذا اس میں تمام بیوت نبوی شامل ہوں گے۔

اگرچہ ان علماء نے درج ذیل روایت سے استدلال نہیں کیا مگر اس سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ امام احمد نے یہ روایت صحیحہ نقل کی ہے۔

ما بین هذه البيوت الى میرے ان تمام گھروں سے لے کر

محل منبری۔
میرے منبر تک کا ٹکڑا جنت ہے ()
۴۔ اس میں تمام مسجد شامل ہے خواہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی یا نہ تھی علامہ سمہوی نے اس کا رد نقل کیا ہے۔

ان اقوال میں تطبیق

روضہ کا اطلاق ایسے مقامات پر ہو سکتا ہے جو فضیلت کے لحاظ سے متفاوت ہیں۔ ان میں سے سب سے افضل مقام وہ ہے جو قبر انور اور منبر کے درمیان ہے۔ پھر وہ مقام جو آپ کے تمام حجرات اور منبر کے درمیان ہے پھر آپ کی ظاہری حیات کی مسجد پھر مسجد کا وہ حصہ جو آپ کی ظاہری حیات کے بعد شامل ہوا اس کے بعد وہ مقام جو آپ کی عید گاہ تک ہے (الذخائر القدسیہ لشیخ عبد الحمید قدسی ۱۷۲)

ریاض الجنۃ جنت کا ایک باغیچہ ہے

یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کے ارشاد " ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ " کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس جنت سے مراد حقیقی جنت ہے یا مجازی؟

امام مالک پہلے قول کے قائل ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں یہ جنت کا حصہ ہے اور اسے جنت میں منتقل کر دیا جائے گا۔ دیگر کثرۃ ارض کی طرح یہ فنا نہیں ہوگا۔ اس کی تائید علماء کی ایک عظیم جماعت نے بھی کی ہے " ابن الحاج " نے اسی کی تصحیح ہے۔ ابن ابی حمزہ بھی فرماتے ہیں۔ یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ ٹکڑا فی نفسہ جنت ہو جیسا کہ حجر اسود اور اسے جنت میں منتقل کر دیا جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں جس جنت کا ذکر ہے مجازی طور پر ہے

یعنی یہ حصہ اتنا بابرکت ہے کہ اس میں عبادت حصولِ جنت کا سبب بنتا ہے۔ تو یہ مقام نزولِ رحمت اور حصولِ سعادت کے اعتبار سے خاص طور پر حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں جنت کی طرح ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور دوسرے قول کو یہ کہتے ہوئے محل نظر قرار دیا کہ اس حصے میں عبادت حصولِ جنت کا سبب ٹھہرانے میں کوئی اختصاص نہیں کیونکہ باقی زمین کے حصص میں بھی یہ بات موجود ہے۔ حالانکہ ارشاد نبوی سے مقصود اس کی دو روشنی پر واضح طور پر فوقیت ثابت کرنا ہے۔

درج ذیل دلائل کے پیش نظر پہلا قول ہی راجح ہے کہ یہ حقیقۃً جنت ہی کا

حصہ ہے :

۱۔ کلام میں مجازی معنی اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی لینا مشکل ہو اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں۔

۲۔ حقیقی معنی حضور علیہ السلام کے مقام کے مناسب ہے۔ کیونکہ یہ معنی مراد لینے میں حضور علیہ السلام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے درمیان ایک مشابہت ہے۔ خلیل علیہ السلام کو جنت کا ایک پتھر اور حبیب علیہ السلام کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ عطا کیا گیا ہے۔

۳۔ جس سستی نے یہ خبر دی کہ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم جنت کے پتھر ہیں اسی نے یہ خبر بھی دی کہ ریاض الجنۃ بھی جنت ہے۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر وہ حقیقۃً جنت ہے تو پھر وہاں بھوک و پیاس کیوں لگتی ہے تو یہ اس لئے کہ اب اسے دارِ دنیا کے اوصاف سے متصف کر دیا گیا ہے جیسا کہ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم دونوں جنتی ہیں مگر انہیں اس دنیا کے اوصاف عطا کئے گئے ہیں۔

(الذخائر القدسیہ)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسجد نبوی۔ اسلام کا اولین مدرسہ

مسجد نبوی شریف وہ مقام ہے جو باری تعالیٰ کی وحی کا مہبط بنا۔ اور اسلامی تاریخ کا سرچشمہ۔ اسلامی تہذیب کی صبح یہاں سے بھوٹی۔ اسی میں وہ مدرسہ قائم تھا جس نے نامور رہنما، علماء، مجاہدین اور فاتح قائدین پیدا کئے۔ جن کو حضور علیہ السلام خود تعلیم دیتے ان کی دیکھ بھال اور تربیت فرماتے۔ یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لیے چن لیا تھا۔ جن کی خوراک صرف اور صرف قرآن پاک کی تعلیمات کو سمجھنا تھا۔ ان صحابہ کی تربیت معلم اعظم علیہ السلام نے ترکیہ اور سنت کے ذریعے کی اور انکی زندگی کو تقویٰ سے آراستہ کیا۔ اس مدرسے سے وہ افراد تیار ہوئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کر۔ دکھایا۔ ان ہی افراد میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے وعدہ شہادت کی صورت میں پورا کیا اور بعض انتظار شہادت میں رہے اور انہوں نے وعدے میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ یہی وہ بطل حریت تھے جنہوں نے اپنے نفوس کو شہوتانی خیالات سے الگ کر لیا اور خدائی زمین پر حق کا فرمانبردار بنا۔ توحید کی طرف مائل کرنے اور مکارم اخلاق کی تعلیمات دینے کے لیے جرأت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہی وہ عظیم انسان تھے جو اس امت کی ہدایت کا سبب بنے جنہوں نے ایسی بزرگی شرافت اور اخلاق کی بنیاد رکھی جو ان کے بعد اپنی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ یہ مسجد نبوی جس کا اپنا رعب و دبدبہ ہے جس میں جمال اور جلال کی دونوں کیفیتیں مضم

ہیں۔ کیا اس میں قرآن کی آواز سنائی دینا ختم ہو گئی ہے۔ جو کہ قرآن کے نزول کے وقت تھی۔ اور کیا اس میں اللہ کا ذکر بند ہو گیا ہے۔ نہیں پرگز نہیں بلکہ یہ مسجد ہمیشہ سے ایمان کی جائے پناہ۔ فضیلت کی علامت، علم کا مرکز اور دین کا ماخذ و منبع رہی ہے۔ اس کے دلوں پر یہ اثرات ہیں کہ جب بھی کوئی اس مسجد شریف کی زیارت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو کھودیتا ہے۔ اس پر کبھی رونے کبھی سننے کبھی مانوس ہونے اور کبھی خوفزدہ ہونے کی کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس کے سامنے ذکر و فکر، تاریخ کے عظیم واقعات اور اس کی عظیم یادیں عبرت و نصیحت بن کر گردش کرنے لگتیں۔ یہی وہ مسجد ہے جہاں رحمت دو جہاں علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ ریاض الخیرۃ میں تشریف فرما ہو کر اپنے رب کریم کا پیغام دیتے۔

یہ حضور علیہ السلام کی جائے عبادت بنی جہاں حضور علیہ السلام اپنے رب سے مناجات کے لیے کھڑے ہوتے اور ایسی حالت میں آپ کی آنکھیں تر ہو جاتیں۔ یہ منبرِ رسول ہے جس پر آپ صحابہ کرام کو ایسا خطبہ ارشاد فرماتے جس سے دل دہل جاتے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور جسم لرز اٹھتے اور اسی مسجد شریف میں امہات المؤمنین کے حجرات تھے جہاں حضور علیہ السلام تشریف لاتے تو امہات المؤمنین استقبال کرتیں حضور علیہ السلام ان پر آیات قرآنی تلاوت کرتے اور انہیں حکمت سکھاتے اور یہاں ہی حضور علیہ السلام کی وہ جائے تہجد ہے جہاں آپ رات کو عبادت کرتے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے مقام محمود، امت کے لیے ہدایت اور غلبہ دین حق کے لیے دعا کرتے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے صبح و شام سزا و جہر ادا کرتے۔

یہاں ہی سیدہ عائشہؓ اور حضرت ابولبابہؓ کے ستون ہیں۔ ادھر آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ کا گھر ہے جو کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ٹھکانہ بنا۔ جہاں ایسے دو نوجوانوں نے تربیت پائی جو جنتی نوجوانوں کے سردار اور دنیا میں

حضور علیہ السلام کے پھول تھے۔
 اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دروازہ ہے۔ انہوں نے اور حضرت فاروق اعظم
 نے دنیا، عالم برزخ اور آخرت میں آپ کی صحبت و معیت پائی۔
 اور یہ شہر ایمان کا گھر ہے جس میں صحابہ کرام کی رہائشیں تھیں۔ اور ادھر حضرت یحییٰ
 ہے جس میں ہزار ہا صحابہ کرام مدفون ہیں۔

یہ صاحب ایمان احد پہاڑ ہے جہاں سے نور توحید چمکا تھا اور جس کے قریب
 حق و باطل کے درمیان معرکہ برپا ہوا۔ اور باطل نیست و نابود ہو گیا اور ایمان ہمیشہ کے
 لئے قومی اور محفوظ ہو گیا۔

یہاں ہی وہ مبارک وادی عقیق ہے جہاں پر حضور علیہ السلام ٹھہرے اور نماز
 ادا فرمائی اور اس مسجد کے اعلیٰ اور ارفع ہونے کی واحد علت یہ ہے کہ اسے نبی توحید
 علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب نے بنایا جو اہل یقین تھے۔

اللہ اکبر ہذا المسجد العطر وھذا طيبة الغیاء تزدھر
 تمام بڑائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یہ مسجد خوشبودار ہے۔ یہ بہت پاکیزہ، کشادہ
 وھذا الریاضۃ الغناء قد ظہرت من بحنة الخلد لاهم ولا کدر
 یہ ریاض الجنہ ہے جس کا ظہور جنت خلد سے ہوا اس میں کوئی التباہ نہیں،
 ھذا العقیق وذا سلع وذا الحد یذھو بایمانہ والخلد ینتظر
 ریح وادی عقیق سلح اور احد ہے۔ یہاں سے ایمان کی خوشبو پھوٹی اور خلد جس پر رشک
 کرتا ہے)

ھذا الربوع المتی کان المجیب بہا یرعی القلوب وترعاه فتذکر
 یہی وہ پربہار مقامات ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کے صبیب سکونت پذیر تھے اس سے دلوں کو
 سکون نصیب ہوتا ہے)

میں نے اس شہر مبارک میں چند سال روزے رکھنے کی لذت و سعادت حاصل کی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہی وہ مقام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر روزے اور زکوٰۃ فرض کی اور یہاں ہی وہ دروازہ ہے جس سے سیدنا جبریل حضور علیہ السلام پر وحی لے کر گزرتے اور یہاں ہی انس و محبت کی خوشبوئیں پھیلیں قرآن اور فرشتے نازل ہوتے۔ یہ میری یادوں کا عظیم سرمایہ ہے۔ یہی وہ وصل و حال کے دن تھے اور یہی میری زندگی کے بہترین ایام تھے۔ میں اہل طیبہ (جو کہ حضور علیہ السلام کے پڑوسی اور اہل صدق و کمال و وفا ہیں) کی میزبانی پر فخر محسوس کرتا ہوں۔

فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم الی القلب عن أجل الحبيب حبيب
راے سرزمین مدینے کے کوچوں میں بسنے والو لوگو! تم سرکار کے پڑوسی ہونے
کی وجہ سے ہمارے محبوب ہو)

ہناؤ مکویا اهل طیبۃ حقاً فبالقرب من خیر الوری السبقا
راے اہل طیبہ تمہیں خیر الوری کا یہ قرب مبارک ہو اور تم اسی قرب کی وجہ سے ہم
سے سبقت لے گئے ہو)

فیا راحلا عنھالا مرتبیدہ اطلب ما یفتی و نترک ما یبقی
راے سرزمین سے کوچ کرنے والے کیا تو اچھی چیز کی تلاش میں ہے جو فنا ہونے
والی ہے اور اس چیز کو چھوڑ کر جا رہا ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

جب حضور علیہ السلام مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو آپ مدینے میں جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جاتا وہاں ہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ پھر آپ نے خواہش ظاہر کی کہ مسجد کی تعمیر کی جائے۔ حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ لوگوں کو ایک جگہ نماز پڑھاتے تھے جو رافع

بن ابی عمرو کے دو بیٹے سہیل اور سہیل کی زمین تھی۔ حضور علیہ السلام نے ابو امامہ کو فرمایا کہ وہ زمین جو دو یتیم بچوں کی ہے اسے وہ ہمیں بیچ دیں۔ حضرت اسعد نے عرض کیا حضور یہ زمین آپ لے لیں۔ میں یتیم بچوں کو آپ کی طرف سے قیمت دے دوں گا۔ حضور علیہ السلام نے وہ زمین یوں لینے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں سے دس دنانیر کے بدلے وہ جگہ خریدی۔ یہ جگہ ویران تھی یہاں پر کھجوروں کے درخت اور کچھ مشرکین کی قبریں تھیں۔

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو حکم دیا ان قبروں کو مٹا دو۔ اس کے نشیب و فراز برابر کر دو اور کھجوروں کے درخت کاٹ لو۔ ان ہی کھجوروں سے بعد میں مسجد نبوی کے ستون بنائے گئے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے کچی اینٹیں بنانے کا حکم دیا جن کے ذریعے مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔ یوں مسجد نبوی کی بنیاد پتھروں سے رکھی گئی اور اس کی چھت کھجور کے _____ ستونوں سے بنائی گئی۔ جب صحابہ کرام نے گرمی کی شکایت کی اور چھت ٹپکنے لگی تو اس کے بعد کارالگا دیا گیا۔ اور اس کے درمیان میں خالی جگہ باغیچہ نما کی رکھ دی گئی۔ یقیناً اس مسجد کی تعمیر میں تمام مسلمانوں نے حصہ لیا اور تمام مسلمان ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے تھے۔ عمار بن یاسر دو دو اینٹیں لاتے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور ایک اینٹ حضور علیہ السلام کی طرف سے۔ خود حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے ساتھ اینٹیں لاتے اور فرماتے

هَذَا الْحِمَالُ لِاحْصَالِ خَيْبَرَ هَذَا الْبَرِّ رِبْنَا وَاطْهَر

اے اللہ یہ بوجھ بردار خیبر کے بوجھ بردار نہیں۔ یہ سب نیک ہے۔ اے اللہ!

اے پاک و صاف بنا دے

اور یہ بھی منقول ہے :

اللَّهُمَّ اِنْ اَلْجَرَاجِرَ الْاٰخِرَةَ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

دا سے اللہ بے شک اجر و ثواب صرف آخرت کا ہے۔ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

(رواہ البخاری)

جب حضور علیہ السلام اپنی چادر مبارک نیچے رکھ کر سامان لا رہے تھے تو صحابہ عرض کرتے۔

لئن قعدنا والنبي ليعمل لذلک منا العمل المضلل!

اگر ہم آرام کریں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کام کر رہے ہوں تو اس سے بڑھ کر کیا برائی ہوگی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسجد نبوی بدستور اسی صورت میں رہی۔ کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مرتدین کے ساتھ جنگوں میں مصروف رہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں اس مسجد میں دارعباس کا اضافہ ہوا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اسے پتھر اور چوڑے سے بنایا اور اس کے ستونوں کو پتھر سے تعمیر کیا جبکہ اس کی چھت کو منقش کیا۔ اور وادی عقیق کی کنکریاں وہاں لائی گئیں۔

یہ سلسلہ خلفاء اور بادشاہوں کے دور میں جاری رہا۔ مختلف بادشاہ مسجد نبوی شریف کی تعمیر کا اہتمام کرتے رہے اور اس کے لئے جانی و مالی دولت خرچ کرتے رہے۔

حضور علیہ السلام کی آمد سرزمین مدینہ پر استقبال و خوشیاں

امام بیہقیؒ دلائل النبوة میں براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر مدینے تشریف لائے ان کے بعد حضرت ابن ام کلثوم تشریف لائے۔ یہ دونوں مدینے میں قرآن پڑھاتے اور آپ کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کرتے۔

ان کے بعد عمار بن یاسر اور بلال رضی اللہ عنہم آئے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب بس افراد کے ساتھ تشریف لائے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لائے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں جس دن حضور علیہ السلام مدینے میں تشریف لائے

| | |
|----------------------------|-----------------------------------------|
| فما رأیت اهل المدینة فرحوا | اس دن اہل مدینہ اتنے خوش تھے کہ |
| بشئ قط فرحهم به حتی | میں نے کبھی اہل مدینہ کو کسی معاملے میں |
| رأیت الولائد والصبیان | اتنا خوش نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے |
| یسعون فی الطرق و | چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھا وہ راستوں |
| یقولون جاء رسول الله صلی | پر بھاگتے جاتے اور اپنی خوشی کا اظہار |
| الله علیہ وسلم۔ | اس نعرے کے ساتھ کرتے کہ اللہ کے رسول |

تشریف لائے ہیں۔

نعرہ تکبیر و رسالت

دوسری روایت میں ہے :

فرح الناس — حين
 قدمنا المدينة في الطريق
 وعلى البيوت والغلمان
 والخدم رجا رسول الله
 جاء محمد الله اكبر
 جاء رسول الله -

جب سرکار دو عالم مدینے میں تشریف لائے
 تو لوگ اپنے گھروں سے نکل کر باہر آگئے
 جبکہ خادم اور بچے گھروں کی چھتوں پر
 کھڑے ہو گئے اور ہر طرف ایک ہی آواز
 گونج رہی تھی وہ تھی نعرہ تکبیر
 نعرہ رسالت۔ آگئے آگئے سرکار آگئے۔

بچوں نے ترانہ پڑھا

امام بخاری و مسلم ابو خلیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کو
 یہ فرماتے سنا۔

لما قدم رسول الله صلى
 الله عليه وسلم المدينة جعل
 النساء والصبيان يقرن
 طلح البدر علينا من ثنيات الوداع
 وجب الشكر علينا، ما دعا الله داع
 ر و د ا ع کی پہاڑیوں سے چاند طلوع ہو گیا۔ اس لئے جب تک اللہ کی طرف کوئی دعوت دے والا موجود ہے
 اس کا شکر بجالانا بھی ہم پر واجب ہے

تھے

استقبال کا حسین منظر

حضرت انس کی روایت میں ہے کہ جب بچے کہتے حضور آگئے تو بچوں کی طرف

دوڑتا لیکن میں کچھ نہ پاتا۔ پھر بچے کہتے حضور آگئے۔ میں بچوں کی طرف بھاگتا لیکن کچھ نہ پاتا یہاں تک کہ حضور اور آپ کے ساتھی ابو بکر تشریف لائے۔ اس وقت ہم مدینے کی ایک دیوار پر چڑھے ہوئے تھے۔ ہم نے ایک شخص کو مدینے کے مضافاتی علاقوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اعلان کرے کہ حضور تشریف لائے ہیں اور ان کا شایان شان استقبال کریں۔ پانچ سو انصار کا ایک گروہ یہ کہتے ہوئے حضور کے استقبال کے لئے بڑھا کہ اب تم دونوں آزاد مسزین پر امن پانے والے ہو اور تمہاری اطاعت کی جائے گی۔ حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر ان کے درمیان ہو گئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس وقت اہل مدینہ کے بچے، خواتین گھروں کی چھتوں پر کھڑے تھے جب وہ سرکار کو دیکھے تو محبت کے انداز میں پوچھتے، ان میں سے رسول اللہ کون ہیں؟

حضرت انس مزید فرماتے ہیں میں نے زندگی میں اتنا حسین منظر کبھی نہیں دیکھا۔ دوسرے مقام پر ہے، اس دن جیسا روشن دن اور پھر جب سرکار کا وصال ہوا تو اس دن جیسا منگوم دن کبھی نہیں دیکھا۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں، جس دن سرکار دو عالم مدینے میں تشریف لے آئے: فام اریوما احسن ولا أضواء منہ میں نے کبھی اس دن جیسا حسین اور روشن دن نہیں دیکھا۔

حضرت انس سے ایک روایت ہے۔ جب حضور علیہ السلام مدینے تشریف لائے تو انصاریوں کے مرد اور عورتیں اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ہر ایک عرض کرنے لگا۔

اینا یا رسول اللہ - اے اللہ کے رسول ہمارے ہاں

تشریف لائے!

فرمایا اونٹنی کو چھوڑ دو یہ مامور من اللہ ہے۔ اونٹنی حضرت ابوالیوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ بنو نجار اپنے گھروں سے دف بجاتے اور یہ ترانہ پڑھتے ہوئے استقبال

کے لئے آئے۔

نعت جوار من بنی النجار یا جذا محمد من جبار
 ریم بنو نجار آپ کے پڑوسی ہیں کتنا خوش نصیب ہے وہ جس کے پڑوسی سرکار ہیں
 حضور علیہ السلام ان کی طرف تشریف لے گئے اور پوچھا اے بنو نجار کیا تم مجھ سے
 محبت کرتے ہو؟ عرض کیا خدا کی قسم، یا رسول اللہ! ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔

اس پر سرکار دو عالم نے تین مرتبہ فرمایا:
 انا واللہ احبکم خدا کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتا

ہوں۔

بارگاہِ نبوی میں حاضری کے آداب!

ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ حضور کے شہر کی حاضری نصیب کرے۔ اسے اس پاکیزہ مقام پر آدابِ شرعیہ اور اس مکان کی عظمت کا خیال ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ جب کوئی مسجدِ نبوی میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ سکون و احترام کے ساتھ داخل ہو اسے دماغ اپنی آواز بلند نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسجد میں آواز بلند کرنے سے اسلام نے منع فرمایا ہے۔ جب عام مسجد میں آواز بلند کرنے پر نہی وارد ہوئی ہے تو سرکار کی مسجد میں آواز کا بلند کرنے پر نہی کے اطلاق میں مزید شدت ہوگی۔

شیخ ابن تیمیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں کو مسجدِ نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا، اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم شہرِ مدینہ کے ہو تو میں آپ کو سزا دیتا۔

سرکار کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ بعض جاہل لوگ جو ایسی حرکات مثلاً شور کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ نہایت ہی غلط عمل ہے۔

آپ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت خاص الفاظ کے ساتھ سلام کی پابندی نہیں۔ جن الفاظ سے بھی سلام عرض کر لیا جائے جائز ہے۔ اگر کوئی شخص مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے وقت السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر الصدیق، السلام علیک یا ابا حفص عمر کہتا ہے، یہ ہی کافی ہے

يعبد بالجزيرة الهاة۔
ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں کبھی بت کی
پوجا کی جائے۔

اگر بعض لوگوں سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو ظاہراً توحید کے منافی ہیں تو ان
پر بجائے سختی اور فتوے کے انہیں ادب کی تعلیم دی جائے کیونکہ یہ ان کی محض جہالت ہے۔
شیخ ابن قیم لکھتے ہیں :

۱۔ لقد نهانا ان نقبره عيداً احذار الشرك بالرحمن
دہیں اس عمل سے روکا گیا ہے کہ ہم سرکار کی قبر کی عبادت کریں اور اللہ رحمن و رحیم
کے ساتھ شرک کریں)

۲۔ ودعا بان لا يجعل القبور الذي قد ضمه و شامنت الاوتان
رضو علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرا اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا)

۳۔ فاجاب رب العلمين دعاه واحاطه بثلاثة جدران
اللہ تعالیٰ نے سرکار کی دعا قبول فرمائی اور آپ علیہ السلام کی قبر انور کی تین دیواروں
سے حفاظت فرمائی)

۴۔ حتى اغتدت ارجاءه بدعائه في عزرة وحماية وصيات
یہاں تک کہ سرکار کی امیدیں پوری ہو گئیں آپ کی عزت حمایت اور بچانے کے
بابے میں)

پہر مسلمان کو سرکار کی بارگاہ میں آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اور اسے اس چیز کا بھی
تصور ہونا چاہیے کہ سرکار اسے پہچان رہے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دے رہے ہیں
اور اس کے موقف کو اچھی طرح سے جان رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کی بارگاہ کے آداب ملحوظ
خاطر رکھنا اب بھی ایسے ہی ہیں جیسے آپ کی ظاہری حیات میں تھے۔
شیخ ابن قیم نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

- ۱۔ جب ہم مسجد نبوی میں داخل ہوں تو اولاً دو رکعت نماز ادا کریں۔
- ۲۔ پھر ہم قبر انور کی زیارت کے ارادے سے سر کے بل حاضر ہوں۔
- ۳۔ آپ کی قبر کے سامنے اپنے ظاہر و باطن کی تواضع کے ساتھ کھڑے ہوں۔
- ۴۔ گویا آپ قبر انور میں زندہ اور ناطق ہیں اور ہم سر جھکائے ہوئے درپہ کھڑے ہیں۔
- ۵۔ اس طرح آپ کی بیعت اور رعب طاری ہو کہ کھڑے ہو نیوالے پر لکھی گئی ایک سوال ہو۔

- ۶۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ پڑیں جو دیر تک خشک نہ ہوں۔
- ۷۔ ہر مسلمان کو آپ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرتے وقت صاحب ادب اور صاحب ایمان کی طرح با ادب ہونا چاہیے۔
- ۸۔ آپ کی قبر انور کے پاس آواز ہرگز بلند نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی وہاں سجدہ کیا جائے۔

زائمہ مدینہ کو چاہیے کہ وہ مسجد نبوی میں نماز باقاعدگی سے ادا کرے۔ بخاری و مسلم

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

صلوة فی مسجدی ہذا میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا اس کے

افضل من الف صلوة فیما علاوہ ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل

سواہ الا المسجد الحرام۔ ہے سوائے مسجد حرام کے۔

امام نووی فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے جس فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرائض و نوافل

دونوں نمازوں کو شامل ہیں۔

یہ فضیلت نہ صرف اس قدیم مسجد کو حاصل ہے جو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں

تھی بلکہ اس میں جو اضافہ ہوتا گیا، اسے بھی حاصل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لو بنی هذا المسجد الی صنعاء اگر اس مسجد کو صنعاء تک بھی بڑھا دیا

کان مسجدی۔ جائے پھر بھی یہ میری ہی ہے۔

زائر کو چاہیے کہ وہ ریاض الجنّت میں بھی حاضری دے۔

بخاری میں دو مرفوع روایات ہیں:

۱۔ مابین قبری و منبری
روضۃ من ریاض الجنّة

میری قبر اور میرے منبر کے درمیان
والی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک

باغ ہے۔

۲۔ مابین بیٹی و منبری
روضۃ من ریاض الجنّة

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان
والی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک

باغ ہے۔

لہذا ہر شخص کو ریاض الجنّت میں نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے اس عمل سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور مسجد میں لیٹ آنے کے بعد وہاں جانے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ اس سے گردنیں پھلنگنا۔ صفیں چرنا اور ذاکرین کے ذکر میں تشویش و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ کبھی اس کے اس عمل سے لڑائی جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے جس سے بات گالیوں تک چلی جاتی ہے۔ یقیناً ایسا شخص حصول سنت کے لئے حرام کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی خیر کی تلاش میں نکلے لیکن برائی میں پڑ جائے۔

توحید و ایمان کا مرکز

مدینہ منورہ دار طیبہ، دار السنۃ، دار الهجرة، دار الصدق اور دار الایمان ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام طابہ رکھا۔ حضور علیہ السلام نے اس کا نام طیبہ رکھا۔ پہلے اسے یثرب کہا جاتا تھا۔ قرآن پاک نے اسے بطور حکایت منافقین یثرب کہا ہے۔ اسے یثرب کہنے سے منع کر دیا گیا کیونکہ یثرب کا مادہ ثرب ہے جس کا معنی "فساد" ہے۔

ہے یا اس کا مادہ تشریب ہے جس کا معنی تویخ و ملامت ہے اور حضور علیہ السلام برے نام کو ناپسند کرتے تھے۔

مدینہ کو یثرب کہتا

مسند امام احمد میں براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من سمي المدينة يثرباً
فليستغفر الله هي طابته
جس کسی نے مدینے کو یثرب کے نام سے
پکارا اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے
کیونکہ مدینہ تو طابہ ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من قال يثرب فلفارته
ان يقول المدينة عشر
جس کسی نے مدینے کو یثرب کے نام
سے پکارا اس کے لئے کفارہ یہ ہے کہ
دس مرتبہ مدینہ کہے۔

تمام مدینہ منورہ مقدس و مشرف اور حرم ہے۔ حالت احرام و عام حالت میں اس کے درختوں اور جھاڑیوں کو کاٹنا حرام ہے۔ یہی جمہور کا موقف ہے۔ صحیح مسلم میں حضور علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ ہے:

ان ابواھیم حرم مکة
وانی حرمت المدینة
ما بین لابیھا حرام لا یقطع
عضاھا ولا یصاد صیدھا۔
بے شک ابواہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا
اور میں نے مدینے اور اس کے گرد و
نواح دونوں پہاڑوں کے درمیان جو
کچھ ہے، کو حرم بنایا ہے۔ نہ اس کے
جھاڑیوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔

علماء کے ہاں اگر کوئی مکہ مکرمہ کے جانوروں کا شکار کرتا ہے، یا اس کے درخت کاٹتا ہے تو اس پر تاوان لازم آئے گا۔ برخلاف مدینہ کے کیونکہ اس کے شکار اور درختوں کے کاٹنے سے تاوان کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔

مدینہ منورہ وہ شہر ہے جس کے کھانے اور مشروب میں برکت ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے اہل مدینہ کے لیے ان کے صاع - مد اور ناپ تول کے پیمانوں میں برکت کی دعا کی تھی۔ مدینہ منورہ وہ سرزمین ہے جہاں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ بخاری و مسلم میں حضور علیہ السلام کی یہ حدیث ہے:

دجال سرزمین مکہ اور مدینہ میں نہیں چل سکتا۔ جب دجال آئے گا تو مدینہ کے نواح میں اترے گا اور وہاں سے تین برمی خبریں پھیلانے لگے گا۔ پس اس کی دعوت پر صرف کافر اور منافق ہی نکلیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجال ہر شہر میں گھومے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔

مدینہ منورہ وہ سرزمین ہے جہاں پر طاعون بیماری نہیں پھیل سکتی کیونکہ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

شہر مدینہ کی چوٹیوں پر ملائکہ متعین ہیں جو طاعون اور دجال کو اس شہر میں داخل نہیں ہونے دیتے۔

انقاب (لقب کی جمع ہے) پہاڑ کی چوٹی پر راستہ اور انقاب مدینہ سے مراد مدینہ کے راستے اور مدینہ کے درے ہیں۔

طاعون بیماری کے نہ پھیلنے کا راز یہ ہے کہ طاعون طبیبوں کے نزدیک ایک وباء ہے۔ صحیح روایت میں ہے کہ جب ہاجرین مدینہ منورہ پہنچے تو وہ بڑی امراض اور شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کے لیے دعا کی پس وہ بیماری ان سے دور ہو گئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ انقل و باءها الى خم اے اللہ اس شہر مدینہ کی و باء کو نکال کر
خم کی طرف منتقل کر دے۔

خم مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر جعفہ میں رابع کی طرف ایک مقام کا نام ہے۔
امام قرطبی فرماتے ہیں کہ طاعون ایک عام پھیلائی ہوئی موت ہے۔ طاعون سے ہماری
مراد یہ ہے کہ طاعون بیماری مدینہ میں ایسے نہیں پھیلے گی جیسا کہ دوسرے شہر میں پھیلتی
ہے۔ جیسا کہ عموا اس کے طاعون میں ہوا تھا۔

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کا قول سچ کر کے دکھایا کیونکہ نہ کسی مؤرخ نے بیان کیا۔
نہ اس کے علاوہ کسی نے یہ قول کیا ہے کہ اس دعا کے بعد شہر مدینہ میں کسی سال طاعون پھیلا
ہو۔ یہ سب کچھ حضور علیہ السلام کی اس برکت کا نتیجہ ہے جب حضور علیہ السلام نے فرمایا:
اللّٰهُمَّ صححہا لنا۔ اے اللہ تو اس شہر مدینہ کو ہمارے لئے

بیماریوں سے پاک شہر بنا دے۔

شہر مدینہ وہ سرزمین ہے جو جنت کو قبول نہیں کرتی بلکہ یہ جہنم کو زائل کرنے
میں بھٹی کی مانند ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک اعرابی نے سرکار کے ہاتھوں پر
بیعت کی۔ جب اسے مدینہ کی گرمی پہنچی تو اس نے سرکار سے عرض کیا یا محمد میری بیعت کو
ختم کر دو۔ آپ نے بیعت کو ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اعرابی مدینہ سے
چلا گیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

انما المدینۃ کالکیر تنفی
سرزمین مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو جہنم
خبتھا و یتقع طیبا و ینصح
کو زائل کرتا ہے اور پاک کی حفاظت

اور اسے خالص بناتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے، مدینہ کو یہ جو خاصیت حاصل ہے یہ صرف سرکار کے ظاہری
حیات تک خاص ہے۔ جبکہ امام نوویؒ کا موقف یہ ہے، مدینہ کی یہ خاصیت ہر دور کے

لٹے ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتى تنفي
المدینة شرارها كما
ينفي الكير خبث الحديد۔
قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو
سکتی جب تک مدینہ سے شرار کو ختم نہ
کیا جائے جس طرح سے بھٹی لوہے
کی میل کو دور کرتی ہے۔

امام زکشی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

والله اعلم زمن الدجال
الله ہی بہتر جانتا ہے مگر یہاں دجال کے
خروج کا زمانہ مراد ہے۔

مدینہ منورہ کو جو کوئی اعراض کرتے ہوئے چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ مدینہ
میں اس سے بہتر شخص کو آباد کر دیا کرتا ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی بھی سرزمین مدینہ سے اعراض کر کے نکلتا ہے
وہ یا تو اس سرزمین کے فضل و کرم اور اس میں قیام پذیر ہونے کی فضیلت سے
ناواقف ہے یا وہ اس کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں جب کوئی
شہر مدینہ چھوڑ کر نکلتا ہے۔ باقیماندہ لوگ جو مدینہ میں ہوتے ہیں۔ وہ اس شخص سے ہر حال
میں بہتر ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ مکہ اور مدینہ اہل علم و فضل و
صاحب دین و تقویٰ سے خالی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

مدینہ منورہ میں ہی وہ مسجد قبا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے اس
فرمان میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لَمْ يَجِدْ أُسُسَ عَلَى التَّقْوَى
مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ
وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی
تقویٰ پر رکھی گئی۔ رسول اس مسجد میں نماز

تَقْوَمَ فِيهِ -

پڑھنے کا زیادہ حقدار ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے اس مسجد کے بارے میں پوچھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تو آپ نے فرمایا وہ یہ تمہاری مسجد ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مسجد نبوی کا نام لیا۔
حق بات یہ ہے کہ دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ ترمذی میں حضور علیہ السلام کا

ارشاد ہے :

الصلاة في مسجد قبا
كعمرة -

ابن ماجہ نے سند جدید کے ساتھ حضرت سہیلؓ سے ایک روایت کی ہے کہ حضور
علیہ السلام نے فرمایا :

من تطهر في بيته
ثم أتى مسجد قبا فملى فيه
صلاة كان له كاجر عمرة
جو کوئی اپنے گھر میں وضو کرنے کے
بعد مسجد قبا میں آئے۔ اس میں نماز
پڑھے تو اس کے لیے عمرے جتنا
ثواب ہے۔

امام احمد و حاکم نے اسے روایت کر کے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔
حضور علیہ السلام ہر ہفتے کے دن مسجد قبا، پیدل یا سوار ہو کر جاتے اور کبھی کبھی
پیرو جاتے۔ اسی طرح سے سترہ رمضان کی صبح آپ مسجد قبا جاتے اور نماز ادا کرتے۔
حضور علیہ السلام نے سرزمین مدینہ میں سکونت پر ترغیب دی ہے اور وعدہ
فرمایا کہ جو شخص شہر مدینہ کی تکالیف پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے گا میں قیامت کے دن
اس کے لئے گواہ اور شفیع ہوں گا۔

حضور علیہ السلام نے ایسے شخص کو ناپسند فرمایا جو شہر مدینہ میں بدعت و برائی

پھیلاتا ہے یا جو گناہ کرتا ہے۔

من احدث فیہا او
 آدمی محدثا فعلیہ
 لعنت اللہ والملائکة
 والناس اجمعین لا یقبل
 اللہ منہما یوم القیامة صدقاً
 ولا عدلاً۔

جو شخص شہر مدینہ میں بدعت پھیلاتا
 ہے یا بدعتی کو پناہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 ملائکہ اور تمام لوگوں کی اس پر لعنت ہو۔
 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی کوئی
 فرضی و نفعی عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔

حضور علیہ السلام نے ایسے شخص کو بھی ناپسند فرمایا جو اہل مدینہ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔
 یا ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اور فرمایا ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے
 دن آگ میں یوں گھلائے گا جیسے سیسہ گھلتا ہے یا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔
 اس کے بعد فرمایا :

اللہم افہم من دہمہم
 بیاس۔

اے اللہ شہر مدینہ کی اکثریت کو
 تکلیف سے بچا۔

اسے امام بزار نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

محفل میلاد کے بارے میں امام ابن جوزیؒ کی رائے

علامہ جردانیؒ "فتح العلام بشرح مرشد الانام" میں فرماتے ہیں :
 ایک عظیم ایجادِ حسنہ بلکہ امورِ خیر میں سے اہم محفلِ میلاد ہے۔ جس میں رحمتِ دو جہاں کے
 ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ محتاجوں کے ساتھ تعاون کیا
 جاتا ہے اور بوقتِ ولادت ظہورِ پذیر واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں یہ بات نہایت ہی مجرب ہے کہ محفلِ میلاد کا انعقاد کرنا
 اس کی برکت سے پورا سال امن میں رہتا ہے۔ اور اس میلاد کی برکت سے اپنے مقاصد کو
 جلد پالیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ابو لہب کی لونڈی
 ثویبہ نے اسے آپؐ کی ولادت کی خوشخبری دی تو ابو لہب نے ثویبہ کو آزار دیا اور اسے
 حکم دیا کہ وہ آپؐ کو دودھ پلائے۔ اسے اس عمل کی یہ جزاء ملی کہ اسے ہر پیر کو عذاب میں
 تخفیف ہوگئی۔ یہ حال ہے اس شخص کا جس کی قرآنِ مذمت کرتا ہے۔ اگر کوئی
 مسلمان حضور کی آمد کی خوشی میں حسبِ توفیق کوئی ایسا عمل کرتا ہے تو اس کا عالم کیا ہوگا؟
 میں حلفاً کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کریں گے۔

بدعتِ حسنہ میں سے ایک اہم عمل ذکرِ میلاد میں آپ کی تعظیم کی خاطر کھڑا ہونا بھی ہے اور یہ مستحب ہے اور یہ عمل خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے بلکہ بعض علمائے احناف نے فرمایا کہ جب لوگ تعظیماً ایسا کر رہے ہوں اور ایک آدمی حضور کے ادب کو پسند نہ کرتے ہوئے قیام نہ کرے تو اس سے کفر لازم آنے کا خطرہ ہے۔ اللہ کی قسم اگر امتی آپ کی آمد پر، اگرچہ ذکرِ میلاد میں ہی آپ کے استقبال کے لئے کھڑا نہیں ہوتا تو اور کس کے لیے کھڑا ہوگا۔ علامہ حلوانی بیان کرتے ہیں، 'جب خطیب آپ کا ذکر کر رہا ہو یا کھڑا ہونا تشویش کا باعث بنے یا کھڑا ہونے سے سننے میں دقت پیش آتی ہے تو ایسی صورت میں کھڑا نہ ہونا واجب ہے۔'

سلام کے لئے بہتر الفاظ

جب بھی کوئی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جائے تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ کہے: السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا خیر الرسل! اس کے بعد عرض کرے یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

| | |
|---------------------------|----------------------------------------|
| ولو انهم اذ ظلموا النفسم | اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے |
| جاءوك فاستغفروا اللہ | ہیں اور پھر آپ کی بارگاہ میں توبہ کے |
| واستغفرلهم الرسول | لئے آئیں پس انہیں چاہئے کہ اللہ |
| لوحده واللہ تو ابا رحیماً | تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان |
| | کے لئے استغفار کرے یقیناً اللہ |
| | تعالیٰ کو وہ توبہ قبول کرنے والا اور |
| | رحم فرمانے والا پائیں گے۔ |

میں بھی آپ کی بارگاہ اقدس میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے آیا ہوں۔ یا رسول اللہ! اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ یہ کہے یا رسول اللہ میں اپنے گناہوں کی آپ کے رب سے معافی کے لئے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔

ياخير من د فنت في القاع اعظمه فطاب من طيبهن القاع ولاكم

راے وہ ذات جو تمام سے بہتر ہے جس کی خوشبو سے تمام مقامات معطر ہوئے ہیں۔
نفسی القدر لبقبرانت ساکنہ فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم

دمیری جان آپ کے مزار اقدس پر قربان جس میں پاکیزگی اور جود و کرم ہی ہے۔
امام شافعیؒ کے استاذ امام محمد عتبی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دیہاتی کو سنا وہ مذکورہ کلمات حضور علیہ السلام کی قبر انور کے پاس کہہ رہا تھا۔ جب واپس چلا گیا تو میں نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا، اے عتبی! اس دیہاتی سے مل کر اسے یہ بتادو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

بعض حفاظ محدثین نے شیخ ابوسعید السمعی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تدفین کے تین دن بعد ایک دیہاتی آیا اور —

فرمى نفسه على القبر اور حضور علیہ السلام کی قبر انور کے ساتھ

الشریف علی ساکنہ الصلوۃ چمٹ گیا اور قبر انور کی مٹی اپنے سر پر

والسلام وحت ترا به علی ڈالتے ہوئے کہنے لگا، ہم نے آپ کے

رأسه وقال یا رسول اللہ قول کو سنا اور یاد رکھا جیسے کہ ہم نے اللہ

قلت سمعنا قولک ووعیت تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی یاد رکھا ہے۔

عن اللہ تعالیٰ ما و عینا

علیک۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی طرف جو کلام نازل ہوا ہے، اس میں ہے
 ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفرلہم الرسول
 لوجدوا اللہ تو اباً رحیماً

یقیناً میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ اب میں آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ سے
 اپنے گناہوں کی معافی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

فنودی من القبر الشریف پس قبر انور سے آواز آئی اے حاضر

انہ قد غفر لک ہونے والے اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا۔

یہ واقعہ شارح اقناع، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عساکر اور ابن جوزی نے
 بیان کیا اور حافظ ابن کثیر نے اسے ثابت رکھا۔

اس مبارک مقام پر اللہ کے حضور تہجد توبہ کی جائے اور عرض کیا جائے کہ اے خالص
 توبہ بنادے قبولیت کے لئے حضور کی شفاعت کے ساتھ ساتھ مذکورہ آیت کی تلاوت
 کرتے ہوئے تضرع اور کثرت کے ساتھ استغفار کرے۔

اس کے بعد یہ کہے، میں اپنی جان پر ظلم کثیر کر بیٹھا ہوں۔ میں اپنی جہالت و غفلت
 کے باعث بہت بڑا گناہ گار ہوں۔ اور اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور
 آپ کی ہی بارگاہ میں پناہ لیتا ہوں۔ آپ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے معافی مانگنے
 آیا ہوں تاکہ آپ اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت کریں۔ کیونکہ آپ گناہگاروں کی شفاعت
 کرنے والے ہیں۔ آپ کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ اللہ کے ہاں آپ کا بڑا مقام
 ہے۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا ہوں
 اور آپ کی وساطت سے اللہ رب العزت سے سوال کرتا ہوں وہ مجھے بخش دے
 اور مجھے آپ کی سنت و محبت پر موت دے اور قیامت کے دن مجھے آپ کے گروہ
 میں شامل کرے۔ مجھے اور میرے دوستوں کو آپ کے حوض کوثر پر وارد کرے۔

یا رسول اللہ! اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت کیجئے۔ اے شفیع المذنبین اب میں صرف آپ کے در کا سوالی ہوں اور اپنے اللہ سے یہ امید لگائے ہوئے ہوں کہ وہ مجھے معاف کرے اور آئندہ بھی جو کچھ غلطی کروں اسے بھی معاف کرے۔ اور آپ کی برکت آئندہ زندگی میں گناہ سے محفوظ رکھے۔ اے خاتم النبیین اور اے گناہگاروں کے سہارا۔

انت الشفیع واملی معلقہ وقد رجوتک یاذا الفضل تشفع لی

اے آپ شفاعت کرنے والے ہیں میری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں، اے صاحب

فضل آپ میری شفاعت کریں

هذا نزلیک اضحی لاملاذله الاجنابک یا سئولی ویا املی

یہ تیرے درد کا گدا ہے اس کا آپ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اے میرے پرسان

حال اور اے میری امید،

ضیف ضعیف غریب قد اناخ بکم مستجیر بکم یا سادة العرب

اے عرب و عجم کے سردار ایک کمرہ و مسافر آپ کی پناہ لینا چاہتا ہے

یا مکرہ الضیف یا عون الزمان ویا غوث الفقیر و مرہی القصد و الطلب

اے میرے مکرہ میزبان اور اے زمانے کی مدد کرنے والے اور اے مقاصد و مطالب

کے حصول کی جگہ۔

هذا مقام الذی ضاقت مذاہبہ وانتم فی الرجاء من اعظم السبب

یہ وہ جگہ ہے جہاں دنیا کے ہر سہارا کی انتہا ہوتی ہے لیکن آپ کی ذات امید و رجاء

کا سب سے بڑا سہارا ہے

یا اس آیت مبارکہ کے بعد یوں عرض کرے۔ یا رسول اللہ ہم آپ کی خدمت میں

زیارت کے لیے آئے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اس حق کو پورا کرنے کے لئے

آٹے ہیں جو اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے۔ اور ہم آپ کی بارگاہ میں آپ کی زیارت سے متبرک ہونے اور آپ کی شفاعت سے متمتع ہونے کے لیے حاضر ہیں۔ کیونکہ گناہوں کے بوجھ نے ہماری نشتوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ ہمارے دل کو سیاہ کر دیا۔ یا رسول اللہ آپ کے سوا کوئی ایسا سہارا نہیں جس کی ہم امید لگائیں اور آپ کے در کے علاوہ کوئی در ایسا نہیں جہاں پر فریاد کریں۔

یا رسول اللہ ہمارے لیے استغفار کیجئے اور اپنے رب کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کیجئے اور اللہ رب العزت سے عرض کیجئے کہ وہ ہمارے مقاصد پورے کرے۔ اور ہمیں قیامت کے دن اپنے صالح بندوں میں اور باعمل علماء میں شمار کرے۔

حضور کے فضائل قرآن کی روشنی میں

بعض شعراء نے فضائل نبوی کو قرآن کے حوالے سے یوں بیان کیا :

الم یرضک الرحمن فی سورۃ الضحیٰ وحاشاک ان ترضیٰ و فینا معذب
 دیکھا سورہ ضحیٰ میں اس نے آپ کو راضی کرنے کا وعدہ نہیں کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ راضی ہو جائیں
 اور امت عذاب میں رہے)

أترضیٰ مع الجاء المنیع ضیاعنا ونحن الیٰ اعتبار بابک ننسب
 دانتے بلند مقام پر فائز ہو کر آپ ہماری پریشانی پر کیسے راضی ہوں گے۔ ہم تمام آپ کی بارگاہ اقدس
 کی طرف رجوع کرتے ہیں،

أفضھا علینا نفعہ نبویتا تسلم شتات المسلمین و ترأب
 رہیں سایہ نبوت کے فیضان سے مالا مال کرو تا کہ امت مسلمہ تفرقہ و اختلاف سے محفوظ ہو جائے
 کسی شاعر نے اسے یوں بیان کیا ہے

قرآن فی الضحیٰ و لسوف یعطیٰ فسر قلوبنا ذاک العطاء

قرآن نے سورہ الضحیٰ میں فرمایا ولسوف ربکا فترضی۔ اس عطا نے ہمارے دلوں کو خوش کر دیا

وحاشا یا رسول اللہ ترضی وفینا من یعذب اولیاء
 (اور یقیناً جب تک ہم میں سے کسی کو عذاب ہو رہا ہوگا، آپ راضی نہیں ہوں گے،
 یہ اشعار بھی خوب ہیں۔)

کیف السبیل الی تقصی مدح من قال الالہ لہ وحسبک جاہا
 (اس ذات کی مدح کما حقہ کیسے کی جاسکتی ہے جس کی تعریف و مدح میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد
 فرمایا)

ان الذین یبالیعونک انما فیما یقول یبالیعون اللہ
 (جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی بیعت کی،
 مصر کے مشہور ادیب شیخ قلقشنندی فرماتے ہیں۔)

انی أوصل ما أرجو لطلعتہم فوجہم المنیر المامون مامول
 (میں آپ کے اس چہرہ اقدس کے دیدار کا طالب ہوں جو روشن و تاباں ہے جسے دیکھنے سے
 سکون و حلالت اور تمام امیدیں برآتی ہیں۔)

ماذا أقول و ما فی زخرف الشعراء من بعد ما فصلت ہم تنزیل
 (میں آپ کی شان میں کیا کہہ سکتا ہوں اور شعراء کے پاس وہ الفاظ کہاں، جبکہ آپ کی شان
 اقدس میں تفصیلی کتاب قرآن نازل ہوا ہے)

بعثت سے قبل عبادت

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا حضور علیہ السلام بعثت سے قبل شرع
 کے تحت عبادت کرتے تھے یا نہیں؟

جمہور کا خیال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کسی شرع کے تحت عبادت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نقل کیا جاتا اور ایسے معاملات کو چھپانے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس شریعت والے اس پر فخر کرتے اور اس سے آپ کے خلاف استدلال کرتے۔ جب ایسا نہیں ہوا تو ہم نے جان لیا حضور علیہ السلام بعثت سے قبل کسی نبی کی شرع کی پیروی نہیں کرتے تھے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ عقلاً یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ بعید از قیاس ہے کہ آپ تابع ہوں حالانکہ آپ متبوع ہیں۔

کچھ لوگوں نے اس بارے میں کوئی موقف اختیار کرنے سے خاموشی سے کام لیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ یہاں جانبین میں سے کسی طرف کوئی قطعی دلیل موجود نہیں۔ امام الحرمین کا بھی یہی موقف ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ بعثت سے قبل کی شرع کی اتباع کرتے تھے۔ پھر خود ان لوگوں میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے اس نازک مسئلے کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کی اور کچھ نے اپنا واضح موقف اختیار کرنے کی جسارت بھی کی۔

تعیین کرنے والوں میں اختلاف ہے کہ۔ حضور علیہ السلام کس نبی کی شریعت کی پیروی کرتے تھے؟ بعض نے کہا نوح علیہ السلام کی۔ بعض نے کہا ابراہیم علیہ السلام بعض نے موسیٰ علیہ السلام بعض نے عیسیٰ علیہ السلام اور بعض نے آدم علیہ السلام کہا۔ اس مسئلے پر مشہور یہی مذکورہ بالا مذاہب ہیں لیکن ان تمام میں سب سے زیادہ قرین قیاس جمہور کا موقف ہے اور سب سے بعید از قیاس تعیین کرنے والوں کا موقف ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور نقل ہوتا۔ چونکہ نقل نہیں ہوا لہذا ایسا نہیں ہوا۔

بعض سطحی مطالعہ رکھنے والے حضرات جن کے پاس نہ کوئی تحقیق ہے اور نہ

ہی قرآن و سنت کی رُوح کا کوئی علم۔ ان کا موقف ہے کہ سرکارِ حضرت ابراہیم کی شریعت پر تھے اور آپ کی کوئی الگ شریعت ہے ہی نہیں اور سرکار کی بعثت کا مقصود الگ شریعت نہیں بلکہ صرف ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔ ان کم فہم حضرات کا ماخذ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کا ظاہر ہے شوا وجینا الیک ان اتبع ملة ابراهيم حنیفا۔ ہم نے آپ کی طرف حکم نازل فرمایا کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں)

ان کا یہ خیال غلط بلکہ خرافات میں سے ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے اس طرح کی گفتگو و استدلال صرف وہی شخص کرتا ہے جو عقل کے لحاظ سے کمزور اور طبیعت کے لحاظ سے کثیف و بد ہو۔ باقی اس آیت کریمہ میں تو جس اتباع کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد توحید خالص کی تعلیمات ہیں جو کہ مقامِ خلت جو مقام ابراہیم ہی ہے کے مناسب ہیں قرآن کریم میں بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (روحنیفا و ماکان من المشرکین) کیونکہ حضرت ابراہیم نے اپنا معاملہ کا ملا اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔

جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ مدد تمہاری طرف سے ہے تو مجھے ایسی مدد کی ضرورت نہیں۔ اس مقامِ تفویض پر حضرت ابراہیم سے پہلے کوئی نہ پہنچ سکا۔ لیکن سرکار کے تفویض و سپردگی کا حال تو اس سے بھی بلند ہے کیونکہ آپ کو جو قرب حاصل ہوا وہ نہ تو حضور سے قبل کسی کو حاصل ہوا اور نہ بعد میں۔ اس مقامِ تفویض کو تو آپ کا خالق ہی جانتا ہے اور وہی جانتا ہے جس نے آپ کو وہ انعامات دیئے جو کسی کو نصیب نہیں ہو سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جمع ہو کر شفاعت کی درخواست کرتے ہوئے کہیں گے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا دوست

بنایا ہے جبکہ کسی دوسرے نبی کو (خلیل) نہیں کہا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میں اگرچہ اللہ کا خلیل ہوں مگر اس مقام سے نیچے ہوں جو حضور علیہ السلام کو حاصل ہے۔

سابقہ آیت ہی کی طرح قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے :

اولئک الذین ہدی اللہ فبہد اہم اقتدہ۔

یہاں اقتداء سے مراد فروعات میں اتباع نہیں بلکہ حضور کے شایان شان مقام توحید اس کے متعلقات اور مقامات عالیہ کا حصول ہے کیونکہ اس آیت میں جن ذوات کی طرف اشارہ ہے ان میں سے بعض رسول ہی نہیں مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ایک قول یہی ہے کہ وہ رسول نہ تھے اور باقی اگرچہ رسول ہیں مگر ان کی فروعات شرائع میں اختلاف ہے۔ لہذا ان تمام کی فروعات کی اقتداء کا حکم دینا ہی محال ہے۔

شیخ الاسلام سراج بلقینی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں کوئی ایسی حدیث وارد نہیں ہوئی جس سے واضح ہو کہ آپ نے بعثت سے قبل کس طرح کی عبادت کی لیکن ابن اسحاق اور دیگر لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر سال میں تقریباً ایک مہینہ ضرور غار حرا میں جاتے تھے اور وہاں جا کر غور و فکر اور عبادت کرتے۔

جاہلیت کے زمانے میں کفار قریش کے پاس جب کوئی مسکین آتا تو اسے کھانا کھلاتے جب تک وہ خانہ کعبہ کا طواف نہ کر لیتا اور وہ اس عمل کو اپنی عبادت خیال کرتے تھے۔ اور ان میں سے جب کوئی سفر پر جاتا تو وہ اپنی پرگھر داخل ہونے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتا۔

بعض لوگوں نے غار حرا میں حضور علیہ السلام کی عبادت کو صرف غور و فکر پر محمول کیا ہے۔ میرے نزدیک حضور علیہ السلام کی عبادت مختلف انواع پر مشتمل تھی۔ ان میں ایک

لوگوں سے قطع تعلق کر کے اپنے رب کی طرف رجوع تھا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا تھا۔ کیونکہ کثادگی اور خوشحالی کا انتظار کرنا بھی عبادت ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور اس عبادت میں غور و فکر بھی شامل ہے۔ اسی لیے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غار حراء میں آپ کی عبادت صرف غور و فکر ہی تھی۔

اس موضوع پر فتاویٰ ابن حجر سلیمی کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے۔

زیارت نبوی کے لئے منقول صلوة و سلام

امام غزالیؒ اچھا علوم الدین میں، امام مرسى رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے ہر روز (دن و رات) میں پانچ سو مرتبہ درج ذیل صلوة و سلام پڑھا۔ وہ مرنے سے قبل حضور علیہ السلام کو عالم بیداری میں ضرور دیکھے گا۔

اللهم صل على سيدنا محمد عبدك و نبيك و رسولك
النبى الامى و على آله و صحبه و سلم۔

من صل على يوم الجمعة
الف مرة بهذه الصلوة
وهى اللهم صل على
سيدنا محمد النبى
الامى فانى رى ربى فى
ليلته او نبيما او منزلته
فى الجنة فان لى رى
فلى فعل ذلك فى جمعتين او
جس شخص نے جمعے کے روز مجھ
پر ہزار مرتبہ یہ سلام پڑھا، اے اللہ
حضور علیہ السلام پر رحمت نازل
فرما تو وہ شخص اس رات ضرور اپنے
رب یا نبی کا دیدار کرے گا۔ یا جنت
میں اپنا گھر دیکھے گا، اگر وہ شخص نہ
دیکھے تو یہ کام دو، تین یا پانچ جموں
تک جاری رکھے۔

ثلاث او خمس و فحی
روایت زیادہ و علی آلہ
و صحبہ و سلم۔
ایک اور روایت میں " علی آلہ
و صحبہ و سلم کے الفاظ بھی
آئے ہیں۔

کتاب " الغنیہ " میں قطب ربانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
حضرت اعرج کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
حضور نے فرمایا :

من صلی لیلۃ الجمعة
رکعتین یقرأ فی کل رکعتہ
فاتحۃ الکتب و آیۃ الکرسی
مرۃ و خمس عشرۃ مرۃ قل
هو اللہ احد۔ و یقول فی آخر
صلاۃ الف مرۃ اللہم صل
علی سیدنا محمد النبی
الامی فانہ یرانی فی المنام
ولا تتم لہ الجمعة الاخری
الا و قدرانی و من رانی
فلہ الجنة و غفر لہ ما تقدم
من ذنبہ و ما تاخر

جس نے جمعرات کو دو رکعتیں پڑھیں اور
ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی
پڑھی، قل هو اللہ احد پندرہ مرتبہ
پڑھی اور پھر اس نے اپنی نماز کے
آخر میں ہزار مرتبہ یہ صلوٰۃ و سلام پڑھا۔
اللہم صل علی سیدنا
محمد النبی الامی۔
بے شک وہ خواب میں مجھے دیکھے گا۔
اگلا جمعہ آنے سے قبل۔ اور جس شخص نے
مجھے دیکھا جنت اس کا مقدر بن جاتی
ہے اور اس کے تمام گنہ بچھلے گناہ معاف
کر دیئے جاتے ہیں۔

مقام عبودیت ہی حضور کا بلند ترین مقام ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

سبحان الذی نے اسے بعد از لیلاً من المسجد الحرام
 الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لتزیرنا
 آیاتنا انہ هو السميع البصیر۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بعد از فرمایا - بنبیہ یا برسولہ
 نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ وصف عبودیت ہی دراصل تمام
 اوصاف سے اخص و اشرف ہے۔ کیونکہ جس بندے کی نسبت عبودیت اپنے رب کے
 لیے اس طرح خالص ہو جاتی ہے کہ وہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں گردانتا تو
 وہ حقیقتاً کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے دیگر اہم مقامات پر بھی آپ کی صفت عبودیت
 کا ہی ذکر کیا۔ مثلاً مقام وحی میں فرمایا : فادحی الی عبدہ ما وحی۔ اسی
 طرح مقام دعوت میں فرمایا : وانما لما قام عبد اللہ یدعوہ۔
 اسی لیے قاضی عیاض فرماتے ہیں :

وَمَا زَادَنِي شَرَفًا وَ تَيْهًا وَ كَدَتُ بِأَخْمَصِي أَطَالَ الشَّرَابَا
 دَا لَئِن تَوَنَّنِي مِرَّةً شَرَفًا وَ مَرْتَبَةً كَوَاتِنَا بَلَنْدُ فَرَمَا يَا كِه سَتَا لَئِن مِرَّةً قَدَمُولِي كِه نَجِي
 دَخُولِي تَحْتِ قَوْلِكِ يَا عِبَادِي وَأَنْ صَيَّرْتِ أَحْمَدَ لِي نَبِيَا
 دِكُونِكِ مِثْلِي تِيرَةَ ارشَادَ " يَا عِبَادِي " مِثْلِي دَاخِلِي هُولِ اَوْر تَوْنِي أَحْمَدُ جِيَا نَبِيَا مَجِي
 عطا فرمایا)

عبودیت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح سرکار کی امت آپ کے مقامات دیکھ
 کر کہیں بھٹک نہ جائے جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی امت بھٹک گئی اور انہوں نے
 ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔

"بعبدہ" یعنی وہ جسم و روح کے ساتھ اپنے بندے کو لے گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ

کے ارشاد "انہ هو السميع البصير" مشہور یہی ہے کہ ہو ضمیر کا مرجع اللہ سبحانہ العزت کی ذات ہے۔ اس لحاظ سے معنی یہ ہو گا کہ وہ ذات اقوال کو سننے والا اور احوال و افعال کو دیکھنے والا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ہو ضمیر کا مرجع حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ رہا معاملہ سمیع و بصیر کہنے کا تو یہ دونوں وصف اس لئے لائے گئے تاکہ ان اوصاف کے ساتھ سرکار کی تعریف کی جائے۔ اس لحاظ سے کہ آپؐ نے وہ کچھ مشاہدہ کیا جو کرنا تھا وہ سنا جو سنا تھا۔ نہ آپؐ کی آنکھ جھپکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی۔ اسی اعلیٰ مقام کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا۔ ما زاغ البصر وما طغی۔

الغرض حضور علیہ السلام کو وصف سمیع و بصیر کے ساتھ متصف کر دیا گیا۔

درود فاتح کی شرح

اللهم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد الفاتح
لما اعلق و الخاتم لما سبق والناصر المحق بالحق۔

آپ فاتح و خاتم ہیں

آپ کی ذات کی برکت سے اس کائنات پر اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہوا اور اس کی تکمیل آپ کی ذات پر ہوئی۔

دالفاتح لما اعلق، حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے وہ سب خزانے کھول دیے جو سابقہ شریعتوں میں بند تھے کیونکہ حضور علیہ السلام کی بعثت زمانہ فترت کے بعد ہوئی یوں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ذریعے دنیاوی و اخروی نعمتوں کے دروازے کھول دیے۔ پس تمام نعمتوں کی تقسیم آپ کے ہاتھ میں ہے۔

حدیث مبارک میں موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اوتیت مفاتیح خزائن اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کے

السموات والارض۔ خزائن کی چابیاں مجھے دے دی ہیں۔

ابھی خزائن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: لہ مقالید السموات

والارض۔ یہاں مقالید سے مراد چابیاں ہیں۔ یقیناً یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے

اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ اسی امر کی طرف یہ حدیث پاک

بھی اشارہ کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا اور میں

اللہ معط وانا القاسم

تقسیم کرنے والا ہوں۔

وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ كَالْمَعْنَى

حضور علیہ السلام کی نبوت ما قبل نبوت ورسالت کے لئے خاتم ہے۔ کیونکہ حضور

علیہ السلام کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ رہا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو وہ

بھی جب آسمان سے واپس زمین پر اتریں گے تو حضور کا امتی بن کر آپ کی شریعت پر عمل پیرا

ہوں گے۔ جس طرح سے حضرت خضر والیاس حضور علیہ السلام کی امت بن کر آپ کی شریعت

کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

وَالنَّاصِرُ الْحَقِّ بِالْحَقِّ كَالْمَعْنَى

یعنی حضور علیہ السلام اس دین کی مدد کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو دین اسلام چھوڑ کر غیر اسلام کی تلاش

مَنْ يَبْتِغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ

دَيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْكُمْ . میں ہے اُس کی کوئی نہیں سنی جاتی ۔
 یعنی حضور علیہ السلام نے دینِ حق کو دلائل کے ساتھ ثابت کر کے اُس کو پختہ بنا دیا ۔
 اور اسی خاطر آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق جہاد کیا ۔ دوسرے حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی
 ذات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک "حق" بھی ہے ۔ پس اب معنی یوں بنے
 گا ۔ یعنی وہ ذات جسے اپنے رب کی تائید حاصل ہے ۔ وما النصر الا من عند الله
 اور وہ آپ کے صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے ہماری راہنمائی کرتا ہے ۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ
 (اے حبیب میرا پیغام پہنچائیے)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

يا ايها الرسول بلغ ما انزل
 اليك من ربك وان لم تفعل
 فما بلغت رسالته والله
 يعصمك من الناس .
 اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جو کچھ آپ کی
 طرف اتارا گیا اسے آگے لوگوں تک پہنچا
 دیجئے۔ اگر یہ فریضہ اپنے انجام نہ دیا تو آپ نے
 اپنا منصب رسالت کما حقہ پورا نہ کیا۔
 یقیناً اللہ ہی لوگوں سے آپ کی حفاظت کریں گا۔

واضح رہنا چاہیے حضور علیہ السلام پر جو کچھ وحی کی صورت میں اترا، اُس کی تین اقسام ہیں۔
 ۱۔ قرآن پاک اور وہ احکام جو عالمِ خلق سے متعلق ہیں۔ ان کو حضور علیہ السلام نے آگے
 لوگوں تک پہنچا دیا۔ ان احکام و قرآن کو پہنچانے میں حضور علیہ السلام نے نہ کمی کی اور نہ زیادتی
 کی۔ اگر بالفرض حضور علیہ السلام ان آیات میں سے کسی آیت کو چھپاتے تو ان آیات کو چھپاتے
 جو بطور عتاب تلافی آپ پر نازل ہوئیں۔ جیسے عبس و تولى۔ ما کان لنبی ان
 یکون له اسر۔ تبت ید الی لہب۔ یا مختلف سورتوں کے اوائل سے قل
 کو چھپاتے مثلاً : قل یا ایھا الکافرون۔ قل هو اللہ احد۔ قل اعوذ برب
 الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ وغیرہ۔

خود اللہ رب العزت نے حضور علیہ السلام کے وصال کے قبل اس حقیقت کی شہادت دی کہ میرے نبی نے میرا تمام پیغام پہنچا دیا۔ ایوم اکملت لکم دینکم۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب عزرائیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کی روح انور قبض کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

اقبض فقد بلغت
اے عزرائیل اب میری روح قبض کرو یقیناً
میں نے اپنا فریضہ تبلیغ مکمل کر لیا۔

۲۔ بعض امور ایسے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخفی رکھنے کا حکم دیا وہ آپ نے مخفی رکھے اور اس کے بارے میں ایک حرف آگے نہیں بتایا۔ یہ تمام وہ اسرار و رموز ہیں جو امت کو بتانے کے لیے نہیں تھے۔

۳۔ بعض وہ امور تھے جن میں بتانے اور چھپانے دونوں کا اختیار تھا اسی لیے آپ نے بعض کو بتا دیا اور بعض سے چھپا لیا۔

اور وہ اسرار و رموز تھے جو عام امت کے مناسب نہ تھے۔

اسی لیے ابوہریرہ سے ایک روایت ہے۔

| | |
|---------------------|-------------------------------------|
| اعطانی حبیبی جرابین | میرے حبیب نے مجھے علم کی دو تھیلیاں |
| من العلم لوشئت لکم | عطاء کی ہیں اگر میں ان میں سے ایک |
| احدهما لقطع منی هذا | کو تمہارے سامنے واضح کر دوں تو میرا |
| الملقوم۔ | گلا کاٹ دیا جائے۔ |

زیارت نبوی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار نے فرمایا:

من رآنی فقد رآنی فان جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے

الشیطان لا یتمثل بی ۔ یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں متمثل نہیں ہو سکتا ۔

امام احمد ، بخاری اور ترمذی نے اس کی تخریج کی ہے ۔

ایک اور حدیث میں فرمایا :

من رأی فقد رأى الحق فان الشیطان لا یتزایابی ۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے یقیناً حق کو دیکھا ۔ بے شک شیطان میرے نزدیک نہیں آ سکتا ۔

اسے امام احمد ، بخاری ، مسلم نے روایت کیا ہے ۔

ایک اور حدیث مبارک میں حضور علیہ السلام نے فرمایا :

من رأی فقد رأى الحق فان الشیطان لا یتکوننی ۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا بیشک شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا ۔

اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ۔

سرکار مظاہر حق میں کامل مظہر ہیں جو کچھ آپ سے سنا جاتا ہے وہ حق کی طرف سے ہے ۔

ایک اور مقام پر سرکار نے فرمایا :

من رأی فانی انا هو فان للشیطان ان یتمثل بی ۔ جس نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا ۔

اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے :

ایک روایت میں ہے :

من رأی فی المنام فقد رأی انما لا ینبغی للشیطان ان یتمثل فی صورتی ۔ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں متمثل نہیں ہو سکتا ۔

اسے امام احمد ، مسلم اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا :

من رآنی فی المنام فسیروانی
فی الیقظہ ولا یتمثل الشیطان
جب سے خواب میں مجھے دیکھا وہ عنقریب
مجھے حالت بیداری میں دیکھے گا۔ بیشک
شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا۔

اسے امام بخاری مسلم - ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

مذکورہ بالا تمام کی تمام احادیث صحیح ہیں اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس حدیث پر امام بخاری و مسلم اتفاق کر لیں وہ متواتر کی مانند ہو جاتی ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کو ان دونوں ائمہ کے ساتھ ساتھ امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے یوں یہ احادیث مبارکہ صحت کے درجے سے ترقی کر کے متواتر کے مقام پر فائز ہو گئیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا:

من رآنی فی المنام فقد رآنی فان
الشیطان لا یتمثل بی و رویا
امومن جزء من ستة اربعین
جزء من النبوة۔
جس شخص نے مجھے خواب میں مجھے دیکھا
اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان
میرے شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ مومن کا
خواب نبوت کا چھپا لیسواں حصہ ہوتا ہے۔

شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے احادیث میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ مختلف ہیں: ان شیطان لا یتمثل بی، لا یتکونی لا یتخیل بی۔ تمثیل کے لیے جتنے الفاظ مستعمل تھے ان میں سے کوئی باقی نہیں چھوڑا۔ لہذا شیطان کے عدم مماثلت کے بارے میں کوئی شک اور شبہ نہ رہا۔ نہ بیداری میں اور نہ خواب میں۔

علامہ ابن باقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مذکورہ بالا احادیث کا معنی یہ ہوا کہ آپ کی زیارت خواب میں صحیح ہے وہ محض وہم نہیں اور نہ شیطان کا کرشمہ ہے۔ دیگر علماء نے

کہا اس میں کوئی مانع نہیں کہ جس نے سرکار کی زیارت کی اس نے حقیقتہً آپ کو ہی دیکھا۔ اور عقل اسے محال بھی تصور نہیں کرتی بعض اوقات سرکار دو عالم اصل حالت میں نظر نہیں آتے یا بیک وقت دو یا زیادہ مقامات پر دیکھے جاتے ہیں تو یہ خود دیکھنے کے خیال میں اختلاط ہے۔ ورنہ ایسا ہونا سرکار کی صفات میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم کی ذات دکھائی دی جانے والی حضور ہی کی ذات ہوگی۔ اس میں ادراک شرط نہیں اور نہ قرب مسافت نہ یہ شرط ہے کہ وہ مدفون ہو یا زمین کے اوپر ہو البتہ موجود ہونا ضروری ہے۔

اور سرکار کے جسم اطہر کے فنا ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ بہت سی احادیث صحیحہ میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ نہ صرف سرکار دو عالم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جسم باقی اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور ان کے نیک اعمال ان کی ظاہری زندگی کی طرح جاری رہتے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب کے بارے میں منقول ہے کہ جب حجرہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں نماز متروک ہو گئی تو یہ حجرہ انور سے اذان کی آواز سے پہچان لیتے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ مقام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہو اور اسی طرح اس کے جو نیک اور صالح بندے ہیں۔

علماء امت نے بیان کیا ہے کہ تمام اہل زمین کے لیے ایک ہی رات میں حضور کا دیدار ممکن ہے۔ کیونکہ تمام عالم آئینہ کی مانند ہیں اور حضور علیہ السلام کی حیثیت ایک سورج کی طرح ہے۔ اور جب یہ سورج چمکتا ہے تو ہر ایک آئینے کی مقدار کے مطابق اس سورج کی صورت نظر آتی ہے۔ اب یہ آئینے پر منحصر ہے کہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا۔ صاف ہے یا گندا۔ لطیف ہے یا کثیف۔ پس جس طرح کاشیشہ ہوگا سورج بھی اسی لحاظ سے اس میں چمکے گا۔ اب اگر شیشہ گندا یا چھوٹا ہو تو اس میں سورج صاف نظر نہیں آئے گا۔ ایسی صورت میں تصویر شیشے کا ہوگا ناکہ سورج کا۔

اب جو شخص بھی سرکار کا دیدار کرتا ہے وہ دراصل اپنے نفس و دل کے آئینہ کے مطابق دیکھتا ہے۔ اگر وہ سرکار کو صفتِ کمال پر دیکھتا ہے تو یہ کمال خود دیکھنے والے کا ہے یا اگر وہ سرکار کا دیدار کسی نامناسب حالت میں کرتا ہے تو یہ نقص خود دیکھنے والے میں ہے

آپ کا ارشاد ہے کہ من رأی فی المنام فسیرانی فی البقطة کے بارے میں علماء کا خیال ہے۔ بیداری میں دیدار دنیا میں ہی ہوگا اگرچہ موت کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔

جن لوگوں نے بیداری کے دیدار کو آخرت کے دیدار سے تعبیر کیا ہے ان کا علماء نے رد کرتے ہوئے کہا۔ قیامت کے دن تو ہر مومن سرکار کا دیدار کرے گا۔ چاہے اس نے عالم دنیا میں دیدار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ بلکہ کفار و منافق بھی قیامت کے دن سرکار کو دیکھیں گے اور آپ کے مقام اور مرتبے کو تسلیم کریں گے۔

دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ بعض مسلمانوں کو بصیرت جیسے کمال سے نواز دیتا ہے اور ان کے دل کو صاف و شفاف بنا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

| | |
|-----------------------------|------------------------------------------|
| کمشکاة فیہا مصباح المصباح | مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں |
| فی زجاجتہ الزجاجتہ کانہا | چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں |
| کوکب درمی یوقد من شجرة | ہے۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔ |
| مبارکتہ زیتونہ لا شرقیة | موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے۔ برکت والے |
| ولا غربیة یکا دزیتہا یضی | پیرزیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچم کا قریب |
| ولولم تمسہ نار نور علی نور۔ | ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے۔ اگرچہ اسے |
| | آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے۔ |

یہ تمثیل ہے ان لوگوں کی جن کے دلوں کو اللہ نے نورِ ایمان کے علاوہ علوم و معارف

سے بھی منور کر دیا ہے۔ اور یہ تمثیل ہے عارف کے دل اور اس کے معارف کی جو کوئی اس طرح کے دل کا مالک ہو وہ درحقیقت حالت بیداری میں بھی سرکار کے دیدار کا اہل ہے اور اسی طرح دوسرے غیوب کا بھی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کو یہودیوں کی سازش سے محفوظ رکھا

یہود نے کئی مرتبہ حضور علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازش کی جن میں سے دو کا

ذکر حسب ذیل ہے :

۱۔ پہلی مرتبہ یہودیوں نے حضور علیہ السلام کو شہید کرنے کی ناپاک جسارت اس وقت کی جب حضور علیہ السلام یہودیوں کے ایک قبیلے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے تاکہ ان سے پوچھ گچھ کی جائے۔ اس معاہدے کے بارے میں جو انہوں نے توڑ دیا تھا۔ اور ان سے اپنے دو نمائندوں کے قتل کی دیت طلب کی جائے جن کو عمرو بن امیہ الضمری نے شہید کیا تھا۔ اس کام کے لئے حضور علیہ السلام اکیلے تشریف لے گئے۔ جب یہودیوں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے آپ کا بڑا شاندار استقبال کیا۔ لیکن ان کے اس استقبال میں بھی خباثت چھپی ہوئی تھی جس سے غداری کی بو آ رہی تھی۔ حضور علیہ السلام یہودیوں سے ملنے کے بعد ان ہی کے درمیان ایک دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ آپ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضور علیہ السلام کے عقب سے سرگوشیاں سناؤ دینے لگیں اور یہودی ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ملے گا کیونکہ اس وقت حضور علیہ السلام ہمارے قریب بھی ہیں اور اکیلے بھی۔ کون ہے جو گھر کی چھت پر چڑھ کر ان کی پشت پر کوئی چیز گرا کر توڑ دے۔ ہم اسے اس کے بدلے انعام دیں گے۔ تمام یہودیوں کی نظریں عمرو بن جعاش بن کعب کی طرف تھی کیونکہ یہ ان میں سے قوی اور حسین ترین آدمی تھا۔ یہودیوں نے اس شخص کو بتایا اگر یہ کام کر دو تو اس کے بدلے

تمہارا خون نہیں بہایا جائے گا۔ اور جب محمد ہی نہیں رہیں گے تو بعد میں خون ودیت کا مطالبہ کرنے والا کون رہے گا؟

مزید برآں یہ کہ اس عمل سے مسلمانوں کی قوت مہندم ہو جائے گی۔ اس عمل سے وہ مسلمانوں اور اسلام پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔

عمر و نامی شخص جب اس ناپاک سازش کا ارتکاب کرنے کے لیے مکان کی چھت پر چڑھا جس کے سہارے حضور علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ ادھر اس نے ایک بڑا سا پتھر نیچے گرایا ادھر عن اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو خبر دیدی پس حضور علیہ السلام نے اس جگہ کو چھوڑ دیا اور پتھر آپ کی نشست گاہ پر آکر گرا۔ اسی اثنا میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ادھر آ نکلا کیونکہ جب انہیں یہ علم ہوا کہ سرکار بنو نصیر کی طرف اکیلے تشریف لے گئے ہیں وہ بھاگ کر آپ کی طرف پہنچ گئے۔ جو نہی وہ سرکار کی بارگاہ میں پہنچے تو انہیں سارے واقعہ کا علم ہوا۔ اور وہ سازش کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان لڑائی شروع ہو جاتی لیکن یہودیوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور مدینہ اور مضافات مدینہ کے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

ادھر رب العزت نے بھی قرآن پاک میں یہودیوں کی اس سازش کا ذکر کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

| | |
|--------------------------------|--------------------------------------|
| یا ایہا الذین امنوا | اے ایمان والو! اللہ کی ان نعمتوں |
| اذکروا نعمت اللہ علیکم | کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب ایک |
| اذہم قوم ان یبسطوا الیکم | قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھایا چاہا |
| ایدیہم فکف ایدیہم عنکم | تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم |
| والتقوا اللہ وعلی اللہ فلیتوکل | تک پہنچنے سے روک دیا۔ پس تم اللہ |

المؤمنون -
ہی سے ڈرو اور مومن صرف اللہ ہی
پر توکل کرتے ہیں۔

۲ - دوسری مرتبہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب یہود نے خیبر میں مسلمانوں کی جاہ و
حشمت دیکھی تو اب انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ کیوں نہ ہم نبی اکرم کو کھانے میں زہر ملا کر کھلا دیں۔
تاکہ ہمارا وہ وقار جو ان کی وجہ سے ختم ہو گیا ہے بحال ہو جائے۔ اور وہ ان امیدوں کو
پورا کریں جن کا وہ ایک عرصے سے انتظار کر رہے ہیں۔ یوں اس کام کے انجام پاتے ہی
دنیا میں ان کی شان و شوکت کا ڈنکا بجے گا۔ پھر ہمارے مقابلہ میں مسیحی رہ جائیں گے جن کو
ہم بعد میں ٹارگٹ بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے ختم ہو جانے کے بعد مسیحی وہ قوم ہے
جس کے اندر نظم و ضبط موجود ہے۔ چنانچہ اس ناپاک عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے
انہوں نے ایک میلنگ بلائی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ زینب بنت حارث کے ذریعے
اس کام کو پورا کیا جائے کیونکہ زینب بنت حارث حضرت صفیہ کی سہیلی تھی جو کہ حضور ﷺ
کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ یہود نے زینب بنت حارث کو کہلا بھیجا وہ حضرت صفیہ سے معلوم
کریں کہ حضور علیہ السلام کس کھانے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ معلوم
ہوا حضور علیہ السلام بھنی ہوئی بکری کی دستی کا گوشت زیادہ پسند فرماتے ہیں۔
چنانچہ زینب بھنی ہوئی بکری کی دستی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ
وہ ہدیہ پیش کرے حضور علیہ السلام کے ساتھ بشر بن براء ابن معرور بھی تھے حضور
علیہ السلام نے ابھی وہ کھانا چکھا ہی تھا کہ واپس کرتے ہوئے فرمایا۔
واللہ ما اظن الا انه السم خدا کی قسم مجھے یہ زہر لگتا ہے۔
چنانچہ سرکار نے اس بھنی ہوئی بکری کو کھانے سے گریز فرمایا لیکن بشر نے کھانا
جاری رکھا حتیٰ کہ حضور نے انہیں کھانے سے روکا۔ چونکہ اس کھانے میں زہر زیادہ
تھا وہ ان کے خون میں سرایت کر گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

حضور علیہ السلام کے حکم پر زینب بنت حارث کو بلوایا گیا اور واقعہ کے متعلق پوچھا گیا۔ زینب نے اعتراف جرم کر لیا۔ اور اس جرم کے ارتکاب کی وجہ بھی بتائی کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگوں میں لڑتے ہوئے اس کے خاندان کی ایک بہت بڑی عیبت ماری گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار کے ذریعے ان کی قوم کو ذلیل کیا اور ان کی شان و شوکت کو ختم کیا اور روٹے زمین پر ان کا اب کوٹی مرتبہ نہ تھا۔ یہ کام میں نے اس کے انتقام میں کیا ہے۔ اس پر نبی اکرم نے اس عورت کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو محفوظ رکھا لیکن زہر کا اثر حضور علیہ السلام کی انتہوں میں سرایت کر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مرض وصال میں سر درد کے ساتھ ساتھ معدے میں زہر کے اثرات بھی محسوس فرمائے۔

مروان بن عثمان بن ابوسعید بن معالی بیان کرتے ہیں کہ مرض وصال میں جب حضرت بشر کی ہمیشہ عبادت کے لیے حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا:

ان هذا الاوان وجدت
فيها القطاع اُبهدي من
الاكلت التي اكلته مع
اخيك بخيبر.

اس وقت وہ زہر میرے جگر کو کھا
رہا ہے جو لقمہ کی صورت میں مقام خيبر
پر میرے بھائی کے ساتھ کھایا تھا۔

ان دونوں واقعات کو کتب صحاح اور کتب سير نے نقل کیا ہے۔

حضور کی بارگاہ میں اعمال کا پیش ہونا

شیخ ابن قیم اپنے مشہور قصیدہ نونہ میں فرماتے ہیں:

هذا وأما عرض أعمال العباد وعليه فهو الحق ذو امکان

(بندوں کے اعمال کا بارگاہِ نبوی میں پیش ہونا حق اور ممکن ہے)
 وأتى به ائرفان الحديث به فحق ليس ذانكران
 (اس پر احادیث ہیں۔ یہ جب احادیث سے ثابت ہے تو اس پر تعجب کیوں؟)
 لكن هذا ليس مختصاً به ايضاً بأثاره وبين حسان
 (لیکن یہ بات آپ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ اس پر بھی حسن احادیث ہیں)
 فعلى ابي الانسان يعرض سعيه وعلى أقاربه مع الاخوان
 (انسان کے اعمال اس کے والدین، بھائی اور دیگر رشتہ داروں پر بھی پیش کئے جاتے ہیں)۔

ان كان سعيًا خزنوا وقتاً لو ارب راجعاً الى الاصلان
 (اگر اس کے اعمال بد ہوں تو وہ ٹھگن ہو جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے نیکی کی توفیق نصیب ہو)۔

ولذا استعاذ من الصحابة من ربي هذا الحديث عقيبہ بلسان
 (اسی لیے صحابہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد دعا کرتے ہیں)

يا رب انى عاذا من خذية اخذى بها عند القريب الدان
 (اے اللہ مجھے ہر اس ذلت سے محفوظ فرما جس کی وجہ سے کسی قریبی کے سامنے شرمندگی ہو)۔

ذاك الشهيد المرتضى ابن رواحه المحبوب بالغفران والرضوان
 (اور یہ دعا کرنے والے ابن رواحہ ہیں جو بخشش و رضوان کے محبوب ہیں)

لكن هذا اختصاص والذى للمصطفى ما يعمل الثقلان

ریا در ہے والدین پر صرف اپنے عزیزوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں مگر حضور کی خدمت میں تمام جن دانس کے اعمال پیش ہوتے ہیں)

(قصیدہ نوذبیہ، ۱۲۴)

حضرت عمرؓ اور حضورؐ کے نصب کردہ پر نالے کا ادب

امام ابن قدامہ "المغنی" میں فرماتے ہیں گھر کے پر نالے کا رخ راستے کی طرف نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی بغیر اجازت کسی دوسرے کے گھر کی طرف۔

امام اعظم، امام مالک و امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ بڑے راستے کی طرف بھی پر نالہ لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ، حضرت عباس کے گھر کے پاس سے گزے۔ تو ان کا پر نالہ راستے کی طرف نصب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر نالے کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت عباس نے انہیں بتایا

اے عمر تم نے تو اس پر نالے کو اکھاڑ دیا
جے حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے نصب کیا تھا۔

تقلعه وقد نصبه رسول
الله صلى الله عليه وسلم
بميداه۔

جب حضرت عمر فاروق کو اس حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت عباس سے کہا:

اے عباس اللہ کی قسم اب تم میری
پشت پر پاؤں رکھ کر اسے دوبارہ
وہیں نصب کرو۔ اس کے بعد حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ جھک گئے اور
حضرت عباس اپنی پیٹھ پر چڑھ کر پر نالہ دوبارہ
پہلی جگہ پر نصب کر دیا۔

والله لانصبته الاعلى
ظہری وانحنى حتى سعد
على ظهرة فنصبه۔

د المغنی لابن قدامہ: ۴: ۵۵۴

حضور کی اونٹنی اور کجاوہ کے ادب میں صحابہ کا معمول

حضور کا ایک خادم اسلحہ تھا جو حضور کی سواری کی دیکھ بھال کرتا، اس کا کجاوہ کتا اور اتارتا تھا۔ ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جُنُبی ہو گیا اور رات کو سردی اتنی زیادہ تھی کہ انہوں نے غسل نہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو سرکار نے حکم دیا کہ وہ سواری کو تیار کرے۔ کیونکہ اس دن کسی کام کی خاطر باہر جانا تھا۔ اس صحابی نے یہ جرأت نہ کی کہ وہ اپنا کام کرے جیسا کہ وہ حسب معمول کرتا تھا کیونکہ وہ جُنُبی تھا۔

لہذا اس صحابی رسول نے سرکار کی سواری کو حالت جنابت میں مس کرنا پسند نہ کیا اور اس کام کی تکمیل کے لیے اس نے دوسرے صحابی سے گزارش کی کہ وہ یہ کام کرے۔
خود حضرت اسلحہ کی زبانی سنئے!

| | |
|------------------------------------------|-----------------------------|
| میں سرکار دو عالم کی سواری کو تیار کیا | كنت ارحل ناقه النبي صلى |
| کرتا تھا۔ ایک سردرات میں جُنُبی ہو گیا۔ | الله عليه وآله وسلم فاصابني |
| میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں حالت جنابت | جنابة في ليلة باردة واراد |
| میں سرکار کی اونٹنی کو چھوؤں۔ لہذا میں | رسول الله الرحلة فكرهت |
| میں نے پانی منگوایا۔ غسل کیا اور پھر | ان ارحل ناقته وانا على |
| رسول اللہ اور دیگر صحابہ کے ساتھ شامل | جنابة فاستخنت ماء |
| ہو گیا۔ سرکار دو عالم نے فرمایا اے اسلحہ | فاغتسات ثم لحقت رسول |
| میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ آج تمہاری سواری | الله واصحابه فقال يا اسلم |
| کی حالت تبدیل سی لگتی ہے۔ میں نے عرض | مالي ارمي راحلتك تغيرت |
| کیا یا رسول اللہ آج میں نے سواری کو تیار | نقلت يا رسول الله لعم |
| نہیں کیا بلکہ ایک انصاری صحابی سے یہ | ارحلها راحلها راحل من |

الانصار وقال ولعو؟
 قلت اصابتنی جنابة
 فامرته یرحلها
 کام سر انجام دیا ہے۔ آپ نے پوچھا تم
 نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا
 یا رسول اللہ میں حالت جنابت میں تھا۔ اس
 لئے دوسرے صحابی کی خدمت حاصل کی ہیں۔

قصیدہ بانس سعاد

مشہور ادیب شیخ ابو جعفر اندلسی اس قصیدے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اتنے
 اعلیٰ شرف کا مالک ہے کہ آج تک اس کا کوئی بدل نہیں۔ اس قصیدے کو حضرت کعب نے
 مسجد نبوی میں حضور اور صحابہ کرام کے درمیان پڑھا۔ اور انہوں نے اس قصیدے کو اپنی
 معافی کا ذریعہ بنایا آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور پوشاک عطا کی۔ ان کی اور ان کے خاندان
 کی ضروریات کو پورا کیا حالانکہ وہ مباح الدم قرار دیئے جا چکے تھے۔ اس قصیدے نے ان
 کے تمام گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے عیوب کو چھپا لیا۔

اگر یہ قصیدہ نہ ہوتا تو مدح و غزل کا اجراء نہ ہوتا۔ اور شعراء کو اپنا کلام کہنے کے جواز
 کے لیے کوئی چیز نہ ملتی جس کے وہ درپے ہیں۔

ہمارے بعض مشائخ اسکندریہ نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء تو اس قصیدے کے
 بغیر اپنی مجلسوں کا آغاز تک نہیں کرتے تھے۔ جب ایک شخص سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا
 میں نے خواب میں سرکار کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ قصیدہ کعب نے
 آپ کی بارگاہ میں پڑھا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا، میں اسے پسند کرتا ہوں اور اس شخص
 کو بھی جو اس قصیدے کو پسند کرتا ہے۔ اس پر میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ
 میں اسے ہر روز پڑھوں گا۔

حافظ کتانی فرماتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک شعراء حضرات اس کے وزن

پر کلام کہتے ہیں اور وہ اس قصیدے کے کلمات سے برکت حاصل کرتے ہیں جیسا کہ
امام قاضی محی الدین عبدالظاہر نے سرکار کی مدح میں بانٹ سعاد کے وزن پر یہی کہا ہے۔

لقد قال كعب في البني قصيدة وقلنا عسى في مدحه فتشارك
رقيقاً كعب نے ایک قصیدہ سرکار کی مدح میں کہا ہے۔ ہم نے چاہا کہ ہم بھی اس مدح
میں شریک ہو جائیں)

بان شملتنا بالجوائز رحمة كرحمة كعب فهو كعب مبارك
یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات و رحمت ہی ہے جو کہ کعب پر ہوئیں اور یہ نہایت ہی
بلند و بابرکت مقام ہے)

معمارِ منبرِ نبوی

اس بارے میں اختلاف ہے کہ معمارِ منبرِ نبوی کون ہے۔ آٹھ ناموں کا ذکر
مختلف کتب میں آتا ہے۔

- | | | | |
|----------|--------------------|--------------|---------|
| ۱۔ میمون | ۲۔ بافوق | ۳۔ باقوم | ۴۔ صباح |
| ۵۔ قبیعة | ۶۔ کلاب مولی الباس | ۷۔ تمیم داری | |
| ۸۔ یلناء | | | |

اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ منبر سات ہجری میں بنایا آٹھ کو۔
محدث شام شیخ عبدالباقی نے اپنے استاد شیخ بنحیم الدین کو جو خط لکھا اس میں
بھی ان آٹھ ناموں کا ذکر کر کے میمون نامی صحابی رسول کو ترجیح دی ہے۔ وہ اشعار
کی صورت میں عرض کرتے ہیں :

صانع منبر المدينة الذي كان عليه يخطب النبي
مدینہ منورہ میں سرکار کا وہ منبر جس پر آپ ہمیشہ خطبہ دیتے تھے اس کو بنایا والا

صلی وسلم وعلیہم دایماً
إلاھنا المھیمن العلی

آپ کی ذات پر رحمتوں کا نزول ہو اس نے نہایت ہی عظیم کام سرانجام دیا،

قیل اسمہ میمون او باقول او باقون او تمیم السداری

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا نام میمون تھا بعض کے نزدیک باقول
بعض کے نزدیک باقون اور بعض کے نزدیک تمیم داری تھا،

قیل ابراھیم او قبیعہ والقول الاوّل هو القوی

بعض کے نزدیک ابراہیم، بعض کے نزدیک اس کا نام قبیعہ ہے لیکن

پہلا قول سب سے قوی ہے)

شیخ عبدالباقی نے اس پر مزید اضافہ کرتے ہوئے اور معمار کو زیادہ واضح انداز
میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مینا صباح قیصرھم کلاھم مینا هو القوی

(مینا، صباح، قیصر اور باقوم کے بارے میں اقوال ہیں مگر سب سے قوی قول
کے مطابق مینا ہے)

حافظ ناصر الدین دمشقی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "عرف

العنبر فی وصف المنبر" ہے۔

حضور سے شفاعت طلب کرنے کا جواز

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں۔ میں نے سرکار سے عرض کیا یا رسول اللہ

قیامت کے دن میری بھی شفاعت فرمانا۔ نبی اکرم نے فرمایا: انا فاعل میں ضرور

کروں گا، حضرت انس فرماتے ہیں میں نے مزید عرض کیا۔ ہم قیامت کے دن آپ کو

کہاں تلاش کریں۔ فرمایا: سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا۔ عرض کیا اگر میں

وہاں آپ سے نہ مل سکا تو پھر کہاں جاؤں؟ فرمایا: پھر مجھے میزان اور اعمال پر ڈھونڈنا۔
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہاں پر بھی میں آپ سے نہ مل سکا تو پھر؟ فرمایا: پھر مجھے
حوضِ کوثر پر ملنا۔ مجھے یہ تین جگہیں کبھی نہیں بھولیں گی۔

امام ترمذی نے اس حدیث مبارکہ کو "باب ما جاء فی شان الصراط"
میں نقل کیا ہے۔

یہاں پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث اور حضرت عائشہ کی اس حدیث
میں تطبیق کیسے ممکن ہے جس میں جب حضرت عائشہ نے نبی اکرم سے پوچھا کیا آپ
قیامت کے دن اہل بیت کو یاد کریں گے۔ فرمایا: جہاں تک ان تین مقامات کا تعلق
ہے یہاں کوئی شخص کسی دوسرے کو یاد نہیں کرے گا۔ خیال یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو
یہ جواب اس لیے دیا تھا کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں جبکہ حضرت انس کو یہ
جواب اس لیے دیا کہ وہ مایوس نہ ہوں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں ان دونوں احادیث میں تطبیق یوں ہوگی —
ان دونوں کے مختلف معانی میں استعمال ہونے کی حکمت یہ ہے کہ چونکہ حضرت
انس حضور علیہ السلام کے غلام تھے۔ اور واقعی بھروسے کا محل تھا اور یہ بھی ممکن
تھا کہ وہ مایوس ہو جاتے۔ پس یوں کہا جائے گا۔ پہلی حدیث مبارکہ کو ان لوگوں
پر محمول کیا جائے گا جو غائب تھے یعنی کوئی بھی شخص کسی دوسرے غائب شخص کو
یاد نہیں کرے گا۔ جبکہ دوسری حدیث مبارکہ کو ان افراد پر محمول کیا جائے گا جو
نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں موجود ہوں گے۔

سواد بن قارب کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت طلب کرنا

حضرت سواد بن قارب الدوسی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور آپ کی بارگاہ میں ایک قصیدہ پڑھا جس میں آپ سے شفاعت کی درخواست کی۔

أنا نى بنى بعد هدء وقدة ولعوىك فى ما قد بلوت بكاذب
سونے کے بعد میرے ہاں سرگوشی کرنے والے آیا اور وہ معاملے
میں جھوٹ بولنے والا نہیں تھا۔

ثلاث لیلال قولہ کل لیلۃ اناک بنى من لوئى بن غالب
ہر رات اس کا قول یہ ہوتا تھا کہ میں لوئی بن غالب کی طرف سے تمہارے
پاس آیا ہوں۔

فرفعت اذیال الازار و شمرت بنى الفرس الوجناء حول السائب
پس میں نے اپنی چادر اور تہبند کو کس لیا اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

فاشهد ان الله لارب غیرہ و انت هامون على كل غائب!
رہیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ ہر غائب کے امین ہیں
وانك اذنى المرسلین وسیلۃ الى الله یا ابن الاکرمین الاطیبا

آپ بارگاہ خداوندی میں سب اقرب وسیلہ ہیں آپ نہایت ہی معزز و پاکیزہ خاندان کے ہیں

فمرنا بما یاتیک من وحى ربنا وان کان فیما جئت شیب الذوائب
رب کی طرف سے آپ پر جو پیغام آیا اس سے ہمیں آگاہ فرمائیے اگرچہ میں بڑھاپے میں آیا ہوں
وکن لی شفیعاً یوم لا ذوشفاعۃ بمعن فقیلا عن سواد بن قارب

اس دن میری شفاعت فرمائیے جس دن کوئی صاحب شفاعت

سواد بن قارب سے ایک جھلکے کی مانند بھی تکلیف دور نہیں کر سکے گا
مزید تفصیل کے لئے امام ابن عبدالبر کی کتاب "الاستیعاب" کے حرف عین کی

طرف رجوع کیا جائے۔

غیر نبی سے توسل

حضور کے خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم کا اظہار آپ کے چچا حضرت عباس کے ذریعے کیا جب ان کو وسیلہ بنا کر بارش کے لیے دعا کی گئی۔ اس وقت لوگ خشک سالی کا شکار تھے۔ اس موقع پر لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اللہم انا نتقرب الیک بعم
بنییک و بقیۃ آباءہ و
کبیر رجالہ فاحفظ اللہم
بنییک فی عمہ فقد دلونا بہ
الیک مستغفرین۔

اے اللہ ہم تجھے تیرے نبی کے چچا کا
واسطہ دیتے ہیں جو کہ دنیا میں حضور کے
آخری چچا اور سب سے بزرگ ہیں۔ اے اللہ
اپنے نبی کی ان کے چچا کے حوالے سے
لاج رکھ۔ ہم تیری بارگاہ میں ان کے
واسطے سے معافی مانگنے والے ہیں۔

اس موقع پر حضرت عباسؓ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ عرض کر رہے

تھے:

اے اللہ تو ہی ہمارا کارساز ہے تو نے یہ بھول کر قحط نہیں کیا۔ اے
اللہ بچے لاغراور کمزور ہو چکے ہیں، بڑوں نے پتے کھانا شروع کر دیے
ہر طرف ہر شخص کے منہ پر شکوہ ہے تو ظاہر و باطن کا بہتر علم رکھتا ہے۔
اے اللہ اپنی رحمت خاص سے بارش برسا دے۔ قبل اس کے کہ لوگ
مایوسی کے عالم میں ہلاک ہو کر رہ جائیں کیونکہ ہم تیری رحمت سے مایوس نہیں۔
تیری رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتا ہے۔

حضرت عباس نے جو نبی یہ دعا ختم کی آسمان پر بادل چھا گئے اور موسلا دھار

بارش شروع ہو گئی۔ لوگوں نے حضرت عباس کے جسم کو چوم کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ
ساتی حرمین تمہیں مبارک ہو۔ حضرت حسان بن ثابت نے فرمایا :

سال الامام وقد تنالجدبنا فسقى الغمام بغيره العباس
امام یعنی حضرت عمر اور دوسرے خشک سالی سے متاثرین نے اللہ تعالیٰ سے دعا
کی پس حضرت عباس کے وسیلے سے خوب بارش ہوئی)

عم النبي وضو والده الذي ورث النبي بذاك دون الناس
حضرت نہ صرف یہ کہ حضور کے چچا ہیں بلکہ وہ حضور کے والد کے سگے بھائی بھی ہیں جن
کے وارث اعلیٰ نبی علیہ السلام ہیں)

احيا الله به البلاد فاصبحت محضرة الاجناب بعد الياس
اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس کے صدقے بنجر علاقوں کو دوبارہ زندہ کیا پس خشک
علاقے سرسبز و شاداب ہو گئے)

فضل بن عباس نے اس خوشی کے موقع پر فخر کرتے ہوئے فرمایا :

بعثني سقى الله الحجاز واهله عشية يستسقى بشيبة عمر
میرے چچا کے وسیلے سے حجاز اور اہل حجاز کو اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی جب حضرت عمر نے
ان کے وسیلے سے بارش مانگی)

توجه العباس في الجذب راغبًا فما كتر حتى جاد بالديمية المطر
حضرت عمر ؓ قحط سالی میں حضرت عباس کی طرف گئے پس وہ نہیں لوٹے حتیٰ کہ موسلا دھار
بارش شروع ہو گئی)

اللہ تعالیٰ نے سرکار کو ہمیشہ خیر سے نوازا

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مجلس عشرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ہم موسم گرما میں حضور کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے اور راستے میں ہم نے ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا۔ جہاں پر ہمیں سخت پیاس محسوس ہوئی۔ ہمیں یہ خوف محسوس ہونے لگا کہ شاید پیاس کی وجہ سے ہماری گردنیں جسم سے جدا ہو جائیں۔ ہم میں سے ایک آدمی پانی کی تلاش میں نکلا۔ وہ کافی دیر تک پانی ڈھونڈتا رہا اور واپس نہ آیا۔ ہم نے گمان کیا شاید وہ پیاس کی وجہ سے مر چکا ہو۔ ہم میں سے ہی ایک شخص نے اپنا اونٹ ذبح کیا اور اس کی اوجھری کو نچوڑ کر پیا اور جو باقی بچا اسے سینہ پر مل لیا۔

اس موقع پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرکار سے عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کبھی آپ کی بات ٹالی نہیں ہے۔

اس پر سرکار نے کہا کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں دعا کروں عرض کیا، جی ہاں۔

سرکار نے اپنے ہاتھ بلند فرمائے۔ ابھی آپ نے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بادل چھا گئے اور برسات شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ صحابہ نے سیراب ہونے کے بعد اپنے پیاس موجود برتنوں کو بھی بھر لیا۔ اس کے بعد ہم دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے۔ لیکن وہ بادل

ابھی تک برس رہے تھے۔ (اعلام النبوة للماوردی)

آپ کی بارگاہ کے علاوہ ہماری کوئی جائے پناہ نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول! نہ تو ہمارے پاس اونٹ ہیں کہ جس کو اور جائیں اور نہ ہی ہمارے قدم اس قدر مضبوط ہیں کہ پیدل چل کر جائیں اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے :

ایتناك والعداء یدھی لبانہا وقد شغلت ام الصبی عن الطفل
ہم آئے ہیں آپ کے پاس حالانکہ اونٹنیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔
اور ماں اپنے بچے سے اعراض کر چکی ہے۔

والقی بکفیه الصبی استکانة من الجوع صنعاً ما یرود ولا یجلی
اور بچے بھوک کی وجہ سے اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ وہ نہ چل سکتے ہیں اور نہ
ہی اپنے دکھ کا اظہار کر سکتے ہیں۔

ولا شیء مما یاکل الناس عندنا سوی الحنظل العامی والعاہز السفلی
ہم سوائے حنظل کے (تھے) جو نہایت کڑوا ہوتا ہے کھانے کو کچھ نہیں ہے
ولیس لنا الا الیلک فرارنا واین فرار الناس الا الی الرسل
اور ہماری جائے پناہ آپ کے علاوہ کوئی نہیں اور لوگوں کی جائے پناہ اللہ کے رسولوں کے
علاوہ ہے کہاں؟

اس کے بعد حضور کھڑے ہوئے اور چادر کو سمیٹتے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد دعا کی،

”اے اللہ ہم پر ایسی رحمت کی بارش فرما جس سے ہماری زمینوں میں سبزہ

اُگ اُٹے اور تھنوں میں دودھ دوبارہ آجائے اور زمین دوبارہ تروتازہ ہو جائے۔“

آپ نے ابھی دعا ختم نہیں کی تھی کہ آسمان پر بادل چھا گئے (اور بارش شروع ہو گئی)۔ اس کے بعد اہل بطنانہ حاضر ہوئے اور شکایت کرنے لگے یا رسول اللہ! بارش سے سب کچھ تباہ ہو گیا۔ اس پر سرکارِ دو عالم نے دعا کی اُٹے اللہ سر زمین مدینہ کے علاوہ بارش فرمائے۔ بادل اسی وقت سر زمین مدینہ سے ہٹ گئے۔ اور سرکارِ مسکرائے۔ یہاں تک کہ آپ کی دائرہیں ظاہر ہو گئیں۔ اور فرمایا، اللہ ابو طالب کے ساتھ بھلائی کرے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ اس شعر کے پڑھنے سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ میرے والد کے اس قول کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

ابيض يستقى الغمام لوجهه شمال اليتامى عصمة لارامل
(اس سفید خوبصورت چہرہ کی برکت سے بارش برستی ہے یہ یتامی کا سہارا اور بیوگان کا محافظ ہے)

يعود به الهلاك من آل هاشم فهم عنده في نعمة و فواضل
(انکی برکت سے بنی ہاشم ہلاکت سے بچ گئے۔ آپ کی ذات ان کے لئے نہایت ہی کامل نعمت ہے)

كذبتهم وبيت الله نبذى محمداً ولما نقاتل دونه ولفاضل
(بیت اللہ کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آگ کے حوالے کر دیں گے۔ ہم تو ان کی خاطر ہر طرح کی جنگ کے لیے تیار ہیں)
ونسلمه حتى لصدع حوله ونذهل عن أبنائنا و المحلاثل
(اور ان کے ارد گرد ان کی حفاظت کریں گے۔ اگرچہ ہمیں اپنی اولادوں سے ہاتھ

دھونے پڑیں)

اس پر کنانہ قبیلہ سے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے۔

لک الحمد والحمد من شکر سقینا بوجه النبی المطر

اے اللہ تیرے لیے حمد ہے۔ ہر اس شخص کی طرف سے جس نے تیرا شکر ادا کیا۔

ہمیں سرورِ عالم کے چہرے کی برکت سے بارش عطا فرما۔

دعا اللہ خالقہ دعویٰ و اشخص نعبا الیہ البصر

(اس نے اپنے اللہ سے دعا کی اور اس کے ساتھ آنکھوں کو آسمان کی طرف

اٹھایا۔)

فلم یک الا کلفاء الردی واسرء متی رأینا الدر

(ابھی اس نے ہاتھ واپس نہیں کئے تھے کہ ہم نے بارش کے قطروں کو دیکھا)



کان کیا قالہ عمہ البوطالب أبيض ذو غرر

(اور آپ کی ذات اسی طرح ہے جس طرح آپ کے چچا ابو طالب نے کہا تھا کہ یہ

سفید چہرے والے ہیں۔)

به الله يسقى صوب عمه وهذا العم ان بذاک الخبر

(جس کی برکت سے اللہ بارش دیتا ہے چچا نے سچ کہا یہ اس خبر کا مشاہدہ ہے۔)

اس پر سرکار نے فرمایا جس نے یہ شعر کہے ہیں اُس نے بہت اچھے کہے ہیں۔

(اعلام النبوة للماوردی، ۱۰۹)

رد اللہ علی روحی کا مفہوم

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما من احد یسلم علی الا
رد اللہ علی روحی حتی ارد
علیہ السلام

جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ
تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے اور
میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

امام نووی فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے اور ابن حجر کہتے ہیں اس
کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

اور رد اللہ علی روحی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا لفظ مجھ پر دوبارہ لوٹا
دیتے ہیں جس کے ذریعے میں جواب دیتا ہوں یہ نہیں کہ مجھے زندہ کیا جاتا ہے کیونکہ حضور
علیہ السلام ہمیشہ زندہ ہیں اور آپ کی روح کبھی بھی آپ سے جدا نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث
صحیح میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

"حتی ارد علیہ السلام" یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔ کیونکہ
کبھی ایسا وقت آتا ہی نہیں جب آپ کی ذات پر سلام نہ بھیجا جا رہا ہو۔

اور اگر کوئی اس بات کا قائل ہے کہ حضور کی روح صرف اس وقت لوٹائی جاتی ہے جب
کوئی زیارت کرتا ہے تو اس پر دلیل لانا اس کا فرض ہے۔

ابن ملقن اور دیگر محدثین کی رائے ہے کہ روح سے نطق حجاز کے طور پر مراد لیا
گیا ہے کیونکہ یہ اس کے لوازم میں سے ہے خواہ بالفعل ہو یا بالقوہ۔ آپ احوال ملکوت
اور مشاہدات میں مستغرق ہونے کی وجہ سے نطق کی طرف متوجہ نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ
نطق کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ روح سے مراد
حضور فکر لیا جائے جیسا کہ یغان علی قلبی میں لیا گیا ہے۔

سرکارِ دو عالم حوضِ کوثر پر اپنی امت کا انتظار فرمائیں گے

بخاری و مسلم حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سرکارِ دو عالم مدینے سے باہر تشریف لے گئے اور شہداءِ احد پر نماز پڑھی۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا :

انی فرط لکم انا شہید
علیکم وانی واللہ لا نظر
الی حوضی الان وانی قد
اعطیت خزائن الارض او
مفایم الارض وانی واللہ
ما اخاف علیکم ان تشرکوا
بعدی ولکن اخاف علیکم
ان تتنافسوا فیھا۔
مسلم کے الفاظ ہیں :

میں قیامت کے دن تمہارے لئے
بندوبست کرنے اور شہادت دینے
والا ہوں گا۔ خدا کی قسم اس وقت
میں حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور
مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا
کی گئی ہیں۔ مجھے اپنے بعد تمہارے
مشرک ہونے کا خطرہ اتنا نہیں جتنا
کہ تمہارے آپس میں لڑنے کا خوف ہے۔

میں حوضِ کوثر پر تمہارے لئے بندوبست
کرنے والا ہوں گا۔

انی فرطکم علی الحوض

مسلم کے نزدیک جناب والی روایت میں ہے کہ میں حوضِ کوثر پر اپنی امت کا انتظار و
انتظام کرنے والا ہوں گا۔

حضرت ابن اسید غفاریؒ سے روایت ہے کہ جب سرکارِ دو عالم حجۃ الوداع سے واپس
مدینے تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا :

یا ایھا الناس انما فرطکم
اے لوگو میں قیامت کے دن حوض

علی الحوض و انکم واردون
 علی حوضی عرضہ ما بین
 بصری و صنعاء فیہ آئینہ
 عدد النجوم۔
 کوثر پر تمہارا بندوبست کرنے والا ہوگا
 اور تم اس دن حوض کوثر پر آؤ گے ایسا
 حوض کوثر جتنی مسافت بصری و صنعاء شہر
 کے درمیان ہے۔

امام طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا :-

اناخذ بجزکم عن النار
 اقول ایاکم و جہنم و ایاکم
 و الحدود فاذا مت و انا
 فرطکم و موعداکم الحوض فمن
 ورد اقلع۔
 میں تمہیں پکڑ پکڑ کر جہنم سے دور کر رہا
 ہوں۔ میں آج تمہیں نصیحت کرتا ہوں
 کہ اے لوگو جہنم اور حدود سے بچو اور
 جب میں اس ظاہری حیات سے پردہ
 فرما جاؤں تو میں پھر بھی تمہارا بندوبست
 کرنے والا ہوں گا اور حوض کوثر پر رہوں گا اور جو امتی بھی حوض پر آیا وہ کامیاب
 ہو جائے گا۔

امام نووی فرماتے ہیں اہل لغت کے ہاں الفوط و الفارط اس شخص کو کہتے ہیں
 جسے قفلے والے اس لیے آگے بھیجتے ہیں کہ وہ آگے جا کر ان کے پانی پینے کی ضروریات
 مثلاً ڈول اور رسی کا بندوبست کرے۔ پس اب حضور علیہ السلام کے اس ارشاد فرطکم
 علی الحوض کا معنی ہوگا کہ آپ حوض کوثر پر اپنی امت کا انتظار کر رہے ہوں گے جو آپ
 کی اطاعت کے صدقے وہاں جائیں گے۔ حضور علیہ السلام ان کا استقبال کریں گے۔ اور
 انہیں حوض کوثر کا پانی پلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مبارک وجود اور جاہ کے صدقہ
 میں ہمیں بھی حضور علیہ السلام کے مبارک ہاتھ سے آب کوثر پلائیں تاکہ ہم آپ کے واسطے
 سے ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہو جائیں اور پیاس نام کی کوئی چیز ہمارے قریب تک نہ آئے۔

حوضِ کوثر کے متعلق وارد ہونے والی احادیث حد تو اترا تک پہنچی ہوئی ہیں لہذا
حوضِ کوثر کے وجود کو قطعی طور پر ماننا واجب ہے۔

ابوداؤد میں مروی ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے ابوبرزہ اسلمی سے کہا کہ میں آپ
کے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ تم سے پوچھوں کیا تم نے سرکارِ دو عالم سے حوضِ کوثر کے
متعلق کچھ سن رکھا ہے؟ اس پر ابوبرزہ نے کہا ضرور میں نے سنا ہے اور میں نے کوئی
ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ یا چار یا پانچ مرتبہ نہیں سنا بلکہ بارہا مواقع پر سنا ہے۔
پس اب جو شخص حوضِ کوثر کو جھٹلاتا ہے اللہ اسے قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔

ایسی ہی وہ دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم نے اپنے صحابہ کو حوضِ
کوثر کے اوصاف کے متعلق بتایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حوضِ کوثر کے متعلق بہت سی احادیث
وارد ہوئی ہیں جن کو صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے مختلف مواقع پر بیان کیا ہے پھر علماء توحید
نے انہیں عقائدِ ایمانیہ کے زمرے میں لکھا۔

علامہ لقانی فرماتے ہیں:

ایماننا بحوض خیر الرسل حتم لما قد جاءنا فی النقل

ینال شرباً منہ اقوام وفوا بعہدہم وقل یزاد من طغوا

ان اشعار کا معنی یہ ہے کہ ایسے لوگ حوضِ کوثر سے پئیں گے اور کوئی ان کو روکے

گا نہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اپنے وعدوں کو پورا کیا ہوگا۔ ہاں وہ
شخص جس نے بغاوت یا سرکشی کی۔ یقیناً ایسے شخص کو حوضِ کوثر سے روکا جائے گا۔

امام بخاری ابویہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں
حوضِ کوثر پر کھڑا ہوں گا۔ ایک جماعت وہاں آئے گی۔ میں ان کو پہچان رہا ہوں گا۔ اسی اثنا
میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں وہاں آئے گا اور اس جماعت کو کہے گا۔ ادھر آؤ۔ میں اس فرشتے
سے پوچھوں گا تم ان کو کہاں لے جا رہے ہو۔ وہ فرشتہ عرض کرے گا یا رسول اللہ جہنم کی

طرف۔ میں کہوں گا ان کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہے گا ان لوگوں نے آپ کے بعد اسلام چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح ایک اور جماعت اٹھے گی۔ پھر فرشتہ میرے اور اس جماعت کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ اور اس جماعت کو جہنم کی طرف دعوت دے گا۔ پھر میں کہوں گا ان کا کیا معاملہ ہے؟ وہ فرشتہ کہے گا۔ انہوں نے آپ کے بعد اسلام چھوڑ کر پھلے قدم پر اپنے پرانے مذہب کو اختیار کر لیا تھا۔ میں اس جماعت میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتا کہ وہ خلاصی پائے مگر ہمل النعم کے۔

حافظ منذری فرماتے ہیں ہمل النعم کا معنی ہے کہ وہاں سے بچنے والے کم ہو گئے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ ہم تمہاری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم دوبارہ مرتد ہو جائیں اپنے دین میں فتنے کا باعث بنیں۔ اس موضوع پر شیخ عبداللہ سراج الدین کی کتاب "الایمان بعوالم الاخرہ" نہایت اہم اور جامع ہے۔

لوئے حمد (حمد و ثنا کا جھنڈا)

یہ بات احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قیامت کے دن ایک ایسا جھنڈا ہوگا جو شرف اور کرامت کے لحاظ سے باقی تمام جھنڈوں سے اعلیٰ اور وہ اتنا وسیع ہوگا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے تمام متبعین اس کے نیچے ہوں گے۔ اسے حمد و ثنا کا جھنڈا کہتے ہیں اور یہ منصب و سیادت کی تمام انواع کی جامع شخصیت کے ہاتھ میں ہوگا۔

امام ترمذی، ابن ماجہ اور بہت سے دوسرے ائمہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

أنا سيد ولد آدم يوم قیامت کے دن میں اولاد آدم

القیامة ولا فخر و بیدی
لواء الحمد ولا فخر و فامن
بني آدم فمن سواہ الا
تحت لوائی وانا اول من
تنشق عنها الارض ولا فخر
کامردار ہوں گا مگر مجھے اس پر فخر نہیں
میرے ہاتھ حمد و ثنا کا جھنڈا ہوگا مگر
مجھے اس پر فخر نہیں اور قیامت کے
دن اولاد آدم اور اس کے علاوہ ہر
کوئی میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

سب سے پہلے زمین سے میں نمودار ہوں گا مگر فخر نہیں۔

ترمذی اور دارمی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ایک دن صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ سرکارِ دو عالم اپنے گھر سے
باہر تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کرام کی اس گفتگو کو سنا۔ بعض صحابہ کرام اس بات پر
تعجب محسوس کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا لیا اور کچھ
موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کے ساتھ کلام کرنے پر تعجب محسوس کر رہے تھے اور بعض حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ و روح اللہ کے منصب پر تعجب کر رہے تھے اور بعض حضرت
آدم علیہ السلام کے اس مقام پر تعجب کر رہے تھے کہ اللہ نے انہیں اپنی مخلوق میں سے
خلافت کے لئے چنا۔

اسی اثناء میں سرکارِ دو عالم تشریف لائے اور فرمایا:

سمعت کلامکم و عجبکم
ان ابراہیم خلیل اللہ و هو
کذاک و موسیٰ بنی اللہ و
هو کذاک و عیسیٰ روح
اللہ و کلمتہ و هو کذاک
و آدم اصطفاء اللہ و هو
میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارے تعجب
کو سن لیا ہے بے شک حضرت ابراہیم
علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور وہ اس
منصب کے لائق تھے اور موسیٰ بنی اللہ ہیں
اور وہ اس منصب کے لائق تھے اور عیسیٰ
روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور وہ اس منصب

کذاک قال صلی اللہ علیہ و
 آلہ وسلم الا وانا حبیب اللہ
 ولا فخر وانا حامل لواء الحمد
 یوم القیامۃ ولا فخر وانا
 اول تافع واول مشفع یوم
 القیامۃ ولا فخر وانا اول
 من یمرک حلق الجنۃ
 ینفتح اللہ لی فیدخلیہا
 ومعی فقراء المؤمنین و
 لا فخر وانا اکرم الاولین
 والاخرین علی اللہ ولا فخر
 کے لائق تھے اور آدم علیہ السلام کو
 اللہ تعالیٰ نے خلافت کے لئے چنا اور
 وہ اس منصب کے لائق تھے۔ اس کے
 بعد سرکار نے فرمایا: سنو میں اللہ کا
 حبیب ہوں لیکن مجھے کوئی فخر نہیں
 اور قیامت کے دن حمد و ثناء کا جھنڈا
 اٹھانے والا میں ہوں گا لیکن مجھے کوئی
 فخر نہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے
 شفاعت کرنے والا میں ہوں گا مگر
 مجھے کوئی فخر نہیں میں وہ پہلا شخص
 ہوں گا جو جنت کے دروازے کو
 حرکت دوں گا اور اللہ تعالیٰ اسے
 میرے لئے کھول دیں گے اور مجھے اس
 میں داخل کریں گے میرے ساتھ مومن
 فقراء داخل ہوں گے لیکن کوئی فخر
 نہیں میں اولین و آخرین میں سے سب سے
 زیادہ عزت والا ہوں مگر مجھے کوئی فخر نہیں۔

لا فخر کا معنی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "لا فخر" کا معنی ہے یہ جو کچھ میں
 کہہ رہا ہوں یہ بطور فخر یا کبر نہیں کہہ رہا۔ بلکہ یہ سب کچھ بطور تحدیثِ نعمت کہہ رہا ہوں۔

اور شکرانے کے طور پر کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتے ہوئے کہہ رہا ہوں۔
 واما بنعمة ربی فحدث
 ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے
 سرکارِ دو عالم سے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور عیسیٰ
 علیہ السلام کلمۃ اللہ وروح اللہ ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ آپ کو کون سا منصب عطا کیا گیا؟
 اس پر سرکارِ دو عالم نے فرمایا:

ولد آدم کلهم تحت
 یوم القیامة وانا اول من
 تفتح له البواب الجنة۔
 تمام اولادِ آدم قیامت کے دن میرے
 جھنڈے تلے ہوگی اور میں دو پہلا شخص
 ہوں گا جس کے لئے جنت کے دروازے
 کھولے جائیں گے۔

امام ترمذی، دارمی، ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکارِ
 دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
 انا اول الناس خروجا
 بعثوا وانا قادم اذ وفدوا
 وانا خطیبهم اذا انصتوا
 وانا شافعهم اذا حبسوا
 وانا مبشرهم اذا ايسوا
 الكرامة والمفايم يومئذ
 بیدی ولواء الحمد بیدی۔
 وانا اكرم ولد آدم علی ربی
 ولا فخر یطوف علی الف
 جب برزخ سے لوگوں کو نکال جائیگا تو
 میں لوگوں میں سے سب سے پہلے اٹھوں گا۔
 اور جب وہ اکٹھے ہو جائیں گے تو میں ان
 کا قائد ہوں گا اور جب وہ خاموش ہو
 جائیں گے، تو میں خطاب کروں گا
 اور جب بچھنس جائیں گے تو میں ان کی
 شفاعت کروں گا اور جب وہ مایوس
 ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں
 گا۔ تمام عزت اور چابیاں میرے ہاتھ
 میں ہوں گی علمِ حمد میرے ہاتھ میں ہوگا

خادم كانوا لو المكنون
 هذا لفظ الدرعي
 اور اولادِ آدم میں سے سب سے زیادہ عزت
 والا میں ہوں گا لیکن مجھے کوئی فخر نہیں
 قیامت کے دن ایک ہزار خادم میرے گرد
 طواف کریں گے جیسے جڑے ہوئے موتی۔

لوائے حمد کی وجہ تسمیہ

امام حافظ زر قانی فرماتے ہیں کہ جھنڈے کی نسبت حمد کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حمد اللہ کی ثنا کو کہا جاتا ہے جو اس کے شایانِ شان ہو اور ایسی حمد کرنے کا منصب حضور ہی کو حاصل ہے۔ اور وہ مقام محمود ہے جو صرف سرکارِ دو عالم کے ساتھ مختص ہے۔ اور عرف عام میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جھنڈا ہمیشہ قوم کے سردار کے پاس ہوتا ہے تاکہ اس کے مقام و مرتبہ کا علم ہو سکے۔ کیونکہ جھنڈے کی وضع ہی رئیس کی شہرت کے لئے ہے۔ ہمارے استاد شیخ عبداللہ سراج الدین اپنی کتاب "الایمان بعوالم الآخرة" میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر محی الدینؒ (اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اہل اللہ کو ان سے فائدہ پہنچائے) نے لواء الحمد اور اس کی وجہ تسمیہ پر گفتگو کی ہے کہ وہ ایسا جھنڈا ہے جو تمام محامد الہیہ کو اس طرح جامع ہے کہ اس کے دائرہ کار سے کوئی حمد باہر نہیں اور ہر حامد اسی حمد سے خوشہ چینی کر کے اللہ رب العزت کی حمد کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد اس کے اسماء کے ذریعے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس نے خود انہیں کے ساتھ اپنی حمد کی ہے۔ وہ تمام اسماء الہیہ جن کے ساتھ حمد و ثنا کرنے والے اپنے رب کی حمد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو حضور کے لواء میں جمع فرمادیا ہے۔ اب تمام کے تمام اس کے تلے پناہ لیں گے اور

اسی سے الفاظ اخذ کریں گے۔

... یہی وجہ ہے کہ آپ کے جھنڈے کا سایہ تمام حمد کرنے والوں کو محیط ہوگا جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من بنی آدم فمن دونہ
الا تحت لوائی
اولادِ آدم اس کے علاوہ مخلوق قیامت
کے دن میرے جھنڈے تلے ہوگی۔

پس انبیاء علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں حضور علیہ السلام کے جھنڈے تلے ہوں گے جس میں تمام محمد جمع ہوں گے۔ اور یہیں سے تمام محمد حمد لیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے تمام حامدین سے افضل حامد حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور حسن ثنا کے وہ کلمات عطا کئے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئے۔ جیسا کہ سابقہ احادیث شفاعت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فیفتح اللہ تعالیٰ علی ایوم
القیامة حین یقیمہ اللہ
فی المقام المصمود فیفتح
اللہ تعالیٰ علی محامدہ و
حسن الثناء علیہما لم
یفتحہ علی احد قبلی
وقال فاحمدہ بمحامدہ
لا علمہا الان یلہمنیہا اللہ
تعالی۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ پر وہ حمد کا
دروازہ کھول دے گا جب وہ مجھے مقام
محمود پر کھڑا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی
حمد و ثنا عطا کرے گا جو مجھ سے پہلے کسی
کو عطا نہیں ہوئی۔

فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد ایسی کر دوں گا
جس کا مجھے ابھی علم نہیں۔ پس اللہ
تعالیٰ القاء فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے غلاموں میں ہم کو جمع کرے اور ہمیں
آپ کے علم الحمد اور آپ کی بزرگی کے سایے تلے جمع کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم

کے جمیع فیوض و برکات سے مستفیض کرے۔ آمین!

سرکارِ دو عالم اور عفو و درگزر

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے بھی کعب بن زہیر مل جاٹے وہ اسے قتل کر دے اس کے بھائی نے زہیر کی طرف لکھا کہ اب نجات اسلام قبول کرنے میں ہی ہے۔ جب کعب کو یہ خط ملا تو اس کے لئے زمین تنگ ہو گئی اور اپنے نفس پر حرص ہو گیا۔ اور جو کوئی بھی اس کی مجلس میں ہوتا اسے اپنا دشمن سمجھ کر بھاگ جاتا اور کہتا وہ میرا قاتل ہے جب اس نے امن کے لئے کوئی چارہ نہ پایا تو اس نے ایک قصیدہ لکھا جس کے ذریعے اس نے سرکارِ دو عالم کی مدح کی اور اس میں اپنے خوف اور دشمن سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے جو تدبیریں اس نے کی تھیں ان کا ذکر کیا۔ پھر ایک دن مدینے آ گیا اور ایک ایسے آدمی کے پاس ٹھہرا جس سے قریبی تعلقات تھے۔ وہ کعب کو لے کر سرکار کے بارگاہ میں پہنچا اور کہنے لگا۔ یہ رسول اللہ ہیں، کھڑا ہو اور آپ سے امن طلب کر تو وہ حضور علیہ السلام کے قریب جا کر بیٹھ گیا اور اپنا ہاتھ سرکار کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضور علیہ السلام اسے نہیں جانتے تھے کہ یہ واقعی کعب ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اگر کعب بن زہیر آپ کی بارگاہ میں آئے اور تائب و مسلم ہو کر امن طلب کرے تو کیا آپ اسے قبول کریں گے؟ فرمایا بالکل قبول کروں گا۔ اس پر عرض کیا آقا میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے مجھے بتایا کہ ایک انصاری شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ، اللہ کے دشمن کو میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اس کی گردن تن سے جدا کر دوں۔ فرمایا، اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ تائب و مسلمان ہو کر آیا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ کعب نے مہاجرین کی تعریف اور انصاری کی، جو کی کیونکہ مذکورہ شخص

انصار میں سے تھا، جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

بانّت سعاد قلبی الیوم بتول : یتم اثرها یفد مکبول

اسی کے یہ اشعار بھی ہیں :

مجھے بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے لیکن حضور سے عفو و درگزر کی ہی توقع ہے)

(مجھ پر نرمی کیجئے وہ ذات آپ کو مزید برکت عطا کرے جس نے آپ کو قرآن کا عطیہ دیا ہے) مجھے چغل خوروں کی باتوں کی وجہ سے نہ پکڑے کیونکہ میں نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا، اللہ کے رسول نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے بے نیام تلوار ہیں)

آپ قریش کے کریم النفس لوگوں میں مبعوث ہوئے جب لوگ اسلام لائے تو ہجرت کا اعلان ہو گیا، وہ سفید اونٹوں کی چال چلتے ہیں، ان کو شمشیر زنی اس وقت بچاتی ہے جب فارق منہ موڑ لیتے ہیں ابو بکر بن ابی بکر فرماتے ہیں جب کعب قصیدہ پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچا :

ان الرسول لنور لیست ما بہ مہند من سیوف اللہ مسلول
تو سرکار نے انہیں اپنی چادر مبارک عنایت کی حضرت معاویہؓ نے انہیں چادر کے عوض دس ہزار درہم پیش کئے مگر وہ نہ مانے اور کہنے لگے :

ما کنت لا وثر رسول اللہ میں رسول اللہ پر کسی شے کو ترجیح نہیں
صلی اللہ علیہ وسلم احدًا دے سکتا۔

جب کعب بن زہیر کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہ نے ان کے ورثا کی طرف ایک شخص کو بیس ہزار درہم دے کر بھیجا اور وہ چادر حاصل کی۔ یہ وہی چادر ہے جو آج تک بادشاہوں کے پاس چلی آرہی ہے۔

عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ جب کعب نے اپنے قصیدے میں "اذا

عرد السود التناہیل " کہا تو اس سے انصار کی ہجو مقصود تھی۔ پھر اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے انصار کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس میں کہا :
 (جو شخص سخاوت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ انصار میں ہے)
 انصار لپشت در لپشت مکارم اخلاق پر فائز ہیں یہ ہی بہتر نہیں ان کے بڑے بھی بہتر،
 کعب بن زہیر عظیم شعراء میں سے تھے کیونکہ اس کا باپ، بیٹا عقبہ اور عوام بنے
 عقبہ شاعر تھے۔
 (المواہب اللدنیہ، ۱۷۲)

سرکار کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے فوائد!

سیدی عارف باللہ شیخ عبدالوہاب شعرانی "لواقح الانوار القدسیہ" میں فرماتے ہیں یہ چیز میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ میں تمہارے لئے صلوٰۃ و سلام کے بعض فوائد کا ذکر کروں تاکہ تمہیں اس کا شوق ہو۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں سرکارِ دو عالم کی خالص محبت عطا فرمائے اور تمہارا اکثر وقت اس کام کی تکمیل میں بسر ہو۔ اور تم اپنے جملہ اعمال کے ثواب کو حضور کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کرنے لگو۔

جیسا کہ ابی ابن کعب کی حدیث بتاتی ہے کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم سے عرض کیا "انی اجعل لك ثواب جميع اعمالی" میں اپنے تمام اعمال کا ثواب آپ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، اس پر سرکارِ دو عالم نے فرمایا:

اذا يكفيك الله تعالى هم
دنیاک و آخرتک۔
تمام معاملات میں مددگار ہوگا۔

اس میں اہم ترین بات یہ ہے کہ جو شخص سرکارِ دو عالم کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ رسلِ عظام ملائکہ سلام بھیجتے ہیں۔

فوائد صلوٰۃ و سلام

۱۔ خطاؤں کا معاف ہونا۔ تزکیہ اعمال اور رفع درجات نصیب ہوتے ہیں۔

۲۔ گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔ خود صلاۃ و سلام اپنے کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے۔

۳۔ صلوٰۃ و سلام کے بدلے احد پہاڑ کے برابر ایک قیراط اجر لکھا جاتا ہے۔

۴۔ جو شخص سرکار پر صلوٰۃ و سلام بھیجے اور اس کا ثواب بھی آپ کی خدمت میں پیش کرے اس کے دنیوی و اخروی معاملات اللہ تعالیٰ حل فرما دیتا ہے۔

۵۔ خطاؤں کو مٹایا جاتا ہے اور اس کا ثواب غلام کی آزادی سے بڑھ کر ہے۔

۶۔ تمام ہولناکیوں سے نجات، قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت نصیب ہوتی ہے اور اس کے عذاب سے امن ملتا ہے۔ عرش کے سایہ تلے داخلہ نصیب ہوتا ہے۔

۸۔ اس سے آخرت میں میزان و زنی ہوگا اور حوض کوثر سے جام اور پیاس سے امن ہوگا۔

۹۔ صلاۃ و سلام کے صدقے جہنم سے آزادی ملے گی اور پل صراط سے اتنا تیز انسان گزرے گا جیسے تیز ترین بجلی۔ اور مرنے سے قبل انسان کو جنت میں اس کا مکان دکھایا جاتا ہے۔

۱۰۔ صلوٰۃ و سلام کے صدقے جنت میں ازدواج کی کثرت ہوگی اور مقام کریم نصیب ہوگا۔

۱۱۔ یہ زکوٰۃ و طہارت ہے جس کی برکت سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱۲۔ ہر صلوٰۃ و سلام کے صدقے میں پڑھنے والے کی ایک سو بلکہ اس سے بھی زائد حاجات پوری کی جاتی ہیں۔

۱۳۔ یہ ایک عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل ہے۔

۱۴۔ صلوٰۃ و سلام اس چیز کی علامت ہے کہ پڑھنے والا شخص اہل سنت و جماعت ہے۔

۱۵۔ جب تک کوئی شخص سرکار کی بارگاہ میں درود بھیجتا رہتا ہے ملائکہ اس پر درود

بھیجتے ہیں۔

۱۶۔ درود سے مجالس کو مزین کرنا فقرا اور تنگ دستی کو دور کرتا ہے۔

۱۷۔ اسی کے ذریعے نیکی طلب کی جائے گی۔

۱۸۔ درود بھیجنے والا شخص قیامت کے دن سرکار سب سے نزدیک ہوگا۔

۱۹۔ اس کے ثواب سے پڑھنے والے، اس کی اولاد اور ہر اس شخص کو نفع ہوگا جس کو

ایصال ثواب کیا ہوگا۔

۲۰۔ درود پاک اللہ اور اس کے رسول کے تقرب کا ذریعہ بنتا ہے۔

۲۱۔ درود پاک اپنے پڑھنے والے کے لئے قبر، یوم حشر اور پل صراط پر نور بن کر سامنے

آئے گا۔

۲۲۔ درود پاک دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے، دل کو نفاق و گندگی سے پاک

کرتا ہے۔

۲۳۔ درود پاک پڑھنے والا مؤمنین کی محبت کا مرکز بن جاتا ہے۔ اسے صرف منافق ہی

ناپسند کرتے ہیں۔

۲۴۔ درود پاک کے صدقے میں خواب میں سرکار کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور اکثر

اوقات حالت بیداری میں بھی۔

۲۵۔ درود پاک اعمال میں متبرک و افضل ترین ہے اور دنیا و آخرت میں زیادہ نفع بخش ہے۔

اس کے علاوہ بھی ایسے اثر و ثواب کا باعث بنتا ہے جس کا احاطہ مشکل ہے۔

علامہ فاسی شرح دلائل میں مصنف کے قول کہ جو کوئی انسان رب العزت کا قرب

حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ ایک اہم چیز ہے۔ کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے

قرب کے حوالے سے صلوٰۃ و سلام کی اہمیت چند وجوہ کی بنا پر ہے۔

۱۔ اس میں اللہ رب العزت کے حبیب و مصطفیٰ کا توسل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے بھی

فرمایا ہے :

وَابْتَغُوا إِلَيْهَا الْوَسِيلَةَ
تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ۔
اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صلوٰۃ و سلام کا حکم دے کر اس کا شوق دلایا ہے۔ یہ کام اللہ
تعالیٰ نے محض نبی اکرم کے شرف تکریم۔ اور تعظیم کے لئے کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے اچھے انجام کا وعدہ کیا ہے جو یہ عمل کرتا ہے اور بہترین ثواب
کی صورت میں اس کی کامیابی کی ضمانت دی ہے۔

پس اعمال کا قبول ہونا، اقوال کا راجح ہونا، احوال کا پاک صاف ہونا، قربت کا حاصل
ہونا اور برکات کا عام ہونا دُکود پاک کی برکت سے ہے اسی کے ذریعے اللہ غفور رحمان کی رضا
حاصل کیجائے۔ اسی کے ذریعے سعادت و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے برکت
کا ظہور ہوتا اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اسی کے ذریعے درجات میں بلندی نصیب ہوتی ہے۔
اور اسی کے ذریعے زنگ آلود دلوں کو درست و صاف کیا جاتا ہے۔ اور اسی کے ذریعے
بڑے بڑے گناہوں سے معافی ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

طرف وحی کی

| | |
|-------------------------------|--------------------------------------|
| یا موسیٰ اُتْرِیدُ اَنْ اَکون | اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے |
| اَقرب الیک من کلامک الی | کلام سے قریب ہو کر تیری زبان ہو جاؤں |
| لسانک و من و سوا س | اور جو کچھ میں تیرے دل پر القاء کرتا |
| قلبک الی قلبک و من رو حک | ہوں اس سے تیرے دل کی طرف |
| الی بدنک و من نور بصرک | اور تیری روح سے تیرے بدن کے |
| الی عینک قال نعم یا رب | طرف اور تیرے نور بصر سے تیری |

قال فاكثر الصلوة على
محمد صلى الله عليه
والآله وسلم -
آنکھ کی طرف ہوسنی علیہ السلام نے عرض
کیا ہاں میرے رب - اللہ رب العزت
نے فرمایا پس تم حضور علیہ السلام پر صلوة
کی کثرت کرو -

۳ - مزید برآں یہ کہ سرکارِ دو عالم اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ کے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔
کیونکہ خود رب العزت اور ملائکہ آپ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو
حکم دیا ہے کہ آپ کی ذات پر صلوة و سلام بھیجیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت آپ کی محبت
و تعظیم محبوب کی محبت کا تقاضا کرتی ہے اور اسی طرح اللہ اور اس کے ملائکہ کی اقتداء
بھی ہے۔

۴ - درود پاک کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے لئے عظیم اجر کا
وعدہ ہے۔ اسی طرح ان کے ذکر کے بلند کرنے اور اس پر عمل کرنے والے کے
لئے کامیابی اور دنیا و آخرت کی ضروریات کے پورے کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔
۵ - اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ و واسطہ حضور کی ذاتِ اقدس ہے خواہ وہ نعمت
سابقہ ہے یا لاحقہ، خواہ وہ ذیوی ہے یا اخروی اور یہ صلوة و سلام آپ کے شکرِ یے
کا اعلیٰ ذریعہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ خود اللہ
تعالیٰ نے بھی فرمایا:

وان تعدوا نعمة الله
اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا

لا تحصوها۔
چاہو تو یہ کام تم ہرگز نہیں کر سکتے

پس حضور علیہ السلام کا ہم پر حق ہے اور ہم پر اس نعمتِ کبریٰ کا شکر یہ ادا کرنا بھی

واجب ہے۔ پس ہمیں ہر سانس اندر باہر لینے کے وقت سرکارِ دو عالم پر سلام بھیجنے میں
کو تاہی اور سستی نہیں کرنی چاہیے۔

۶۔ درود پاک کا ایک مجرب فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے دنیا کے اندھیروں میں روشنی اور بلند ہمتی نصیب ہوتی ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ درود پاک شیخ طریقت کے قائم مقام ہے۔

۷۔ درود پاک جامع اعتدال اور کمال عبد کی نشانی ہے۔ پس درود پاک میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول کے ذکر میں درود پاک نہیں ہوتا۔

ابن فرحون قرطبی اپنی کتاب میں سرکارِ دو عالم پر درود پاک بھیجنے کی ان کرامات کا ذکر کرتے ہیں :

- ۱۔ مالک و جبار کا درود ہے۔
 - ۲۔ اس کے ذریعے نبی اکرم کی شفاعت نصیب ہوتی ہے۔
 - ۳۔ درود پاک پڑھنے میں بزرگ ملائکہ کی اقتداء ہے۔
 - ۴۔ اس کے ذریعے کفار و منافقین کی مخالفت ہوتی ہے۔
 - ۵۔ درود پاک خطاؤں اور گناہوں کو مٹاتا ہے۔
 - ۶۔ مختلف حاجتوں کے پورا کرنے میں مددگار ہے۔
 - ۷۔ ظاہری و باطنی نور کا سبب ہے۔
 - ۸۔ اس کے ذریعے جہنم سے نجات ملتی ہے۔
 - ۹۔ جنت میں داخلہ ملتا ہے۔
 - ۱۰۔ اللہ غفار و رحیم کی طرف سے سلامتی ملتی ہے۔
- کتاب "صالح الاوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار" میں پانچواں باب ان ثمرات کے بارے میں ہے جن کو ایک بندہ صلوٰۃ و سلام کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ پس وہ فوائد جن کو ایک بندہ صلوٰۃ و سلام کے ذریعے حاصل کرتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے امر کی پیروی ہوتی ہے۔
- ۲۔ درود پاک پڑھنے سے خود رب العزت کی موافقت نصیب ہوتی ہے۔
- ۳۔ درود پاک کے پڑھنے سے ملائکہ کی موافقت نصیب ہوتی ہے۔
- ۴۔ جب بندہ نبی اکرمؐ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔
- ۵۔ بندے کے دس درجات بلند ہوتے ہیں۔
- ۶۔ پڑھنے والے کے اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔
- ۷۔ دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔
- ۸۔ درود پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔
- ۹۔ درود پاک سرکارِ دو عالم کی شفاعت کو حاصل کرنے کا سبب ہے۔
- ۱۰۔ درود پاک گناہوں سے معافی اور عیبوں پر پردہ کا سبب ہے۔
- ۱۱۔ درود پاک پڑھنے والے کے حصولِ مقاصد کا ذریعہ ہے۔
- ۱۲۔ درود پاک بندے کا نبی علیہ السلام کے قریب ہونے کا سبب ہے۔
- ۱۳۔ درود پاک صدقے کے قائم مقام ہے۔
- ۱۴۔ حاجتوں کے پورا کرنے کا سبب درود پاک ہے۔
- ۱۵۔ درود پاک اس امر کا سبب بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ درود پاک پڑھنے والے پر درود بھیجے۔
- ۱۶۔ درود پاک پڑھنے کے لئے ظاہری و باطنی صفائی کا سبب ہے۔
- ۱۷۔ درود پاک اس چیز کا بھی سبب بنتا ہے کہ بندے کو مرنے سے قبل ہی جنت کی بشارت دیجائے۔
- ۱۸۔ قیامت کی سختیوں سے نجات کا سبب بھی درود پاک ہے۔

- ۱۹۔ یہ اس چیز کا سبب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درود کے جواب کی صورت میں پڑھنے والے پر سلام فرماتے ہیں۔
- ۲۰۔ یہ یادداشت کا سبب بھی بنتا ہے۔
- ۲۱۔ یہ زینتِ مجلس ہے اور ایسی مجلس والے روز قیامت افسوس نہیں کریں گے۔
- ۲۲۔ یہ فقر کو دور کرتا ہے۔
- ۲۳۔ یہ بخل کو دور کرتا ہے۔
- ۲۴۔ حضور کی اس بددعا سے بچ جاتا ہے جو درود نہ پڑھنے والے کے بارے میں فرمائی ہے۔
- ۲۵۔ درود پاک جنت کے راستے کی راہنمائی کرتا ہے جبکہ نہ پڑھنے والا راستہ بھول جائے گا۔
- ۲۶۔ ایسی مجلس جہاں پر اللہ اور اس کے رسول کا ذکر نہ کیا جائے تو جو فتنے فساد برپا ہوتے ہیں یہ ان کو دفع کرتا ہے۔
- ۲۷۔ یہ سبب ہے اس کلام کو پورا کرنے کا جس کا آغاز حمد و صلوة سے ہوا ہو۔
- ۲۸۔ یہ پل صراط پر بندے کی کامیابی کا سبب ہے۔
- ۲۹۔ یہ حضور کے ساتھ جفا سے محفوظ کرتا ہے۔
- ۳۰۔ یہ اس چیز کا سبب ہے کہ باری تعالیٰ اس بندے کی آسمان و زمین میں خوب تعریف کرتا ہے۔
- ۳۱۔ یہ اللہ رب العزت کی رحمت کا سبب ہے۔
- ۳۲۔ یہ برکت کا سبب ہے۔
- ۳۳۔ یہ سرکارِ دو عالم کی محبت کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ جو کہ المان کے ستونوں میں سے ہے اور یہ کام اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

۳۴۔ یہ درود پاک اس امر کا بھی باعث ہے کہ سرکارِ دو عالم اس غلام سے محبت کریں۔

۳۵۔ یہ ہدایت اور بندے کے دل کے زندہ ہونے کا بھی سبب ہے۔

۳۶۔ درود پاک پڑھنے والے کا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور مذکور ہونے کا

باعث بھی ہے۔

۳۷۔ پل صراط پر ثابت قدمی کا باعث ہے۔

۳۸۔ سرکار کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام بھیجنا آپ کا جو ہم پر حق ہے اس کی ادائیگی کی کم سے کم

صورت ہے اور اس نعمت کا شکر ہے جو اللہ نے ہم پر کی ہے۔

۳۹۔ صلوٰۃ و سلام اللہ تعالیٰ کے ذکر۔ شکر اور اس کے احسان کی معرفت کو بھی شامل ہے۔

۴۰۔ سرکار کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام بھیجنا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایک سوال و دعا ہے۔

کیونکہ بندہ کبھی اپنے آپ کے لئے دعا کرتا ہے اور کبھی نبی اکرم کے لئے۔ اس میں

بندے پر جو فیضان ہوتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

۴۱۔ سب فوائد سے افضل و اعظم فائدہ یہ ہے کہ صلوٰۃ و سلام کے ذریعے سرکار کا تصور

مبارک دل میں اتر جاتا ہے۔

۴۲۔ صلوٰۃ و سلام کی کثرت بندے کو شیخ طریقت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

دیدارِ مصطفیٰ کی تمنا

قصیدہ ہمزہ میں ہے :

لیتہ خصنی برؤیۃ وجہہ زال عنہ کل من داء العناء

رکاش مجھے آپ کی زیارت کا شرف مل جائے جس سے ہر دیکھنے والے کی ہر تکلیف دور

ہو جاتی ہے)

ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا :
 وليا تين على احدكم زمان يقيناً تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم
 لان يراني أحب اليه من میں سے ایک آدمی کو میرا دیکھنا اسے
 ان يكون له مثل اهله و اپنی اولاد اور مال سے زیادہ عزیز ہوگا۔
 مالہ۔

اسے امام بخاری نے کتاب المناقب میں علامات نبوت کے تحت نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ۴: ۴۰۴)

شہرِ حبیب میں قناعت

میں نے اپنے والد ماجد کی یادداشتوں میں یہ تحریر بھی پائی :
 لخبز شعير ناكل غير مالم بغير اوام والذی لیعلم النجوى
 رجو کی روٹی بغیر چینی کے میرے لئے کافی ہے۔ اس ذات کی قسم جو دل کے رازوں
 سے آگاہ ہے،

مع الفقر فی دار الحبيب محمد الذ علی قلبی من امن والسلوی
 فقر و غربت کے ساتھ دیارِ حبیب میں رہنا مجھے من وسلوی سے بھی زیادہ عزیز ہے،
 علی أنسی فیھا علی کل حالۃ بتیسیر مولانا الکریم کساھوی
 میرے لئے ہر وہ حالت محبوب ہے جس پر میرا کریم مولیٰ رکھے (شیخ ندنی حضرمی)

امام بوسیری کی غیرت

امام بوسیری نے سرکارِ دو عالم کی بارگاہ کی شان اور اس کے بارے میں اپنی غیرت کا اظہار
 کیا ہے۔

ان لی غیوة وقد زاحمتی فی معانی مدیحک الشعراء
 (میرے لئے غیرت ہے میرے ساتھ آپ کی مدح کرنے والوں نے مزاحمت کی ہے)
 امام نبھانی نے اپنے مجموعہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ مقام غیرت کا تقاضا نہیں کرتا۔
 لم یزاحم مداحک البعض بعضا أنت مجرد المادحون دلاء
 لآپ کی مدح کرنے والے ایک دوسرے سے مزاحم نہیں آپ کی ذات سمندر اور
 مدح کرنے والے ڈھول کی مانند ہیں)

امام نبھانی اور ابن عبید اللہ کے درمیان گفتگو

میرے والد گرامی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ امام نبھانی نے حضور کے نعلین شریفین
 کے بارے میں فرمایا
 علی راس هذا الکون نعل محمد سمت فجميع الخلق تحت ظلاله
 (اس کائنات کے سر پر آپ کی نعلین ہے اور تمام مخلوق اس کے سایے میں ہے۔)
 لدی العرش موسیٰ نودی اخلع واحمد الی العرش لم یؤمر بخلع نعاله
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے پاس کہا گیا کہ اپنے جوتے اتار دو لیکن سرکار کو عرش پر بھی جوتے
 اتارنے کا حکم نہیں دیا گیا)

جب یہ اشعار سید عبدالرحمن بن عبید اللہ السقاف مفتی حضرت نے سنے تو پسند نہ
 آئے لہذا رد میں کہا:

علماء بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات سرکار دو عالم کو عرش پر جوتے اتارنے کا حکم
 نہیں دیا گیا مگر ہمارے نزدیک یہ محال ہے کیونکہ سرور عالم بارگاہِ خداوندی میں سب سے زیادہ
 ادب و تواضع بجالانے والے ہیں۔
 پھر سقاف نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ "باب الصلوة فی النعال"

دپاک جوتے پہن کر نماز ادا کرنا) کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ جب سقاف بیدار ہوئے تو انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی ہے کہ نمازی کی حالت اللہ تعالیٰ سے مناجات والی ہوتی ہے۔ جب وہ اپنے جوتوں سمیت اپنے رب سے مناجات کر سکتا ہے تو حضور علیہ السلام نعلین کے ساتھ مناجات کرنا محال کیے ہو گیا۔ حالانکہ معاملہ ایک ہی ہے۔

فانت باد اللہ ای امری اذہ من غیرک لایدخل

آپ اللہ کا دروازہ ہیں!

قطب کبر سیدنا محمد بن ابی حسن البکری المصری نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے بارے میں مجرب ہے کہ حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے آخر لیل نماز تہجد کے بعد حسب توفیق پڑھا جائے اور یہ شعر تہتر دفعہ دہرایا جائے

(رحمن نے جو رحمت نازل فرمائی یا نازل فرمائے گا)

(اپنی تمام سلطنت میں، خواہ وہ مخصوص ہے یا عام)

دیاد رکھو طہ لقب والے جو اس کے منتخب اور برگزیدہ رسول ہیں)

(وہ ان تمام رحمتوں میں واسطہ اور ان کی اصل ہیں اور یہ بات ہر ذی عقل جانتا ہے)

(آپ ہر تکلیف میں جائے پناہ اور دائماً مقبول شفیع ہیں)

(آپ ہر امید کے بہانے کا ذریعہ ہیں کیونکہ آپ ہی جائے امن و سرچشمہ شہوڑ ہیں)

(امیدواروں کے تمام بوجھ یہاں ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ جائے رجوع و حصول ہیں)

(اگر مشکلات اپنے پیچے مستحکم انداز میں گاڑ دیں تو آپ کو اس طرح لپکارو)

(اے اپنے رب کے ہاں ساری مخلوق سے بہتر اور ان ذوات سے بہتر جن کے

بارے میں سوال ہوتا ہے)

(اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مخصوص مقام دیا ہے جس کے سامنے ہر بلندی پست ہے)

(میری پریشانی کا ازالہ جلد کیجئے اگر آپ نے توقف فرمایا تو میں کس سے عرض کروں گا)

دیرا ہر جلیلہ جواب دے گیا میرا صبر ختم، اب مجھے سمجھ نہیں آرہی کیا کروں (مجھ سے بڑھ کر کوئی عاجز نہیں۔ میں اس سختی و مصیبت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا) (آپ اللہ کا دروازہ ہیں جو آپ کو چھوڑ دے وہ داخل نہیں ہو سکتا) (آپ پر اللہ کی طرف سے صلوٰۃ ہو جب تک شمالی ہواؤں سے پھولوں کی ملاقات ہے) (آپ پر اللہ کا سلام ہو بصورت خوشبو جس سے ہر تپتی اور کلی میں بہک ہوتی ہے)

احتراماً و تعظیماً ہاتھوں کا چومنا

فضیلتہ الشیخ محمد نور سیف ہاتھوں کو چومنے کی فضیلت کے بارے میں فرماتے ہیں:
 ورفد عبد القیس منہ قبلوا یدیدہ مع رجلہ حین اقبلوا
 (درفد عبد القیس جب سرکار کی بارگاہ میں آیا تو انہوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں چومے۔)
 کذا الیہود یان لما قدما علیہا قبلہا واسلمما
 (اسی طرح دو یہودی جب آپ کی بارگاہ میں آئے تو انہوں نے ہاتھوں کو چوما اور مسلمان ہو گئے)
 صلی علیہا ربنا وسلمنا والال والصحب ومن لہ انتہی
 (آپ پر ہمارے رب نے صلوٰۃ و سلام پڑھا اور آپ کی آل، اصحاب اور آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والے پر بھی)

ولم یزل ذلک من فعل السلف یرویدہ عنہم وجمہا ہیں الخلف
 (ہاتھوں کو چومنے کا یہ سلسلہ ہماری اسلاف میں تھا جس کو ایک جم غفیر اولیوں نے روایت کیا ہے)

کائنات پر روضہ النور کی فضیلت

حزم البصیر بان خیر الارض ما قد حاط ذات المصطفیٰ وحواہا
 (اس بات پر تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ کائنات کا وہ ٹکڑا جو سرکار کے روضے کے ساتھ ہے وہ سب

سے افضل ہے)

ولعم لقد صدقوا بساكنها علت كالنفس حين ذكركي ماواها
 (ان لوگوں نے سچ کہا یہ ٹکڑا اپنے ملکوں کی وجہ سے اعلیٰ و افضل ہے جیسے کوئی نفس تزکیہ کے ذریعے
 مبارک جگہ حاصل کر لیتا ہے۔)

قاضی عیاضؒ نے شرح مسلم میں نقل کیا کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام
 کی قبر انور زمین کے ہر جز سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبے سے بھی۔

میلاد النبی کی خوشی

بخاری شریف میں ہے۔ ابولہب کو ہر سو موار حضور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی
 لونڈی توبیہ کو آزاد کرنے کی خوشی میں تخفیف عذاب ہوتا۔ (بخاری، کتاب النکاح)
 حافظ شمس الدین محمد بن ناصر دمشقیؒ فرماتے ہیں:

اذا كان هذا كافرًا جاء ذمه ثبت يداه في الجحيم مخلدا
 (جب ایک کافر جس کی مذمت قرآن نے ثبت ید اہ کے تحت بیان کی اور جو ہمیشہ
 جہنم میں رہے گا جب اس کا یہ عالم ہے)

اتي انه في يوم الاثنين دائما يخفف عنه للسرو رباحدا
 (کہ ہر سو موار کو حضور کے میلاد کی خوشی کرنے کے سبب اس کے عذاب میں تخفیف
 ہو جاتی ہے۔)

فما الظن بالعبد الذي كان عمره باحمد مسرورا ومات موحدا
 (تو کیا حال ہوگا اس غلام کا جس نے اپنی عمر سرکار کی غلامی میں اور حالت سرور
 میں بسر کی اور مر بھی توحید پر حضور ہی کی غلامی میں)

حسین یادیں

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے حضور علیہ السلام کی شان میں یہ مرثیہ لکھا:
 الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا وکنت بنا برأولم تک جافیا
 دیا رسول اللہ آپ ہماری امید ہیں اور آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ بھلائی کرتے ہوئے،
 وکنت رحیماً ہادیاً ومعلماً لیبک علیک الیوم من کان باکیا
 (آپ رحیم، ہادی اور معلم تھے۔ آج ہر روئے دالے کو آپ پر رونا چاہیے،)
 صدقت وبلغت الرسالة صادقاً وامت صلیب العود ایلج صافیا
 (آپ سچے ہیں، آپ نے رسالت کی ادائیگی کا حق ادا کر دیا۔)
 فذی لرسول اللہ امی وخالتی وعسی وآبائی ولفسی ومالیا
 (اے اللہ کے رسول آپ پر والدہ، خالہ، چچا، آباء و اجداد، میری ذات اور

میرا مال فدا ہو)

لعمرك ما أبکی النبی لنفدہ ولكن لما اخشني من المهرج آتیا
 (صرف حضور کے وصال کی وجہ سے ہی نہیں رو رہی بلکہ مستقبل کے مصائب سے بھی خوفزدہ ہوئی)
 کان علی قلبی لذكر محمد وما خفت من بعد النبی مطاویا
 (میرے دل میں یاد رسول اس طرح ہے کہ میں آپ کے وصال کے بعد پہلو کے بل نہیں سوئی،)
 فلوان رب الناس البقی نبینا سعدنا ولكن أمره کان حاضیا
 (کاش ہمارا رب ہمارے آقا کی ظاہری حیات قائم رکھتا تا کہ ہم سعادت مند
 رہتے مگر اس کی تقدیر کے ازلی فیصلے ہیں۔)

علیک من اللہ السلام تحیة وأدخلت جنات من العذرا ضیاً
 (اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر سلام ہو اور آپ جنت عدن میں خوش رہیں۔)

(استیعاب، طبقات)

صاحبِ عرشِ محمود اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

حضرت حسان بن ثابتؓ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں :

اغدر علیہم للنبوة مفاقم من اللہ مشہود یلوح ولشہد
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو روشن اور واضح ختم نبوت کی مہر حاصل تھی،
 وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ اذا قال فی الخمس المؤذن اُشہد
 اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ اس طرح متصل کہ دیا ہے کہ مؤذن پانچوں
 وقت اس کی شہادت دیتا ہے،

وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذوالعرش محمود وھذا محمد
 آپ کی قدر و منزلت کے لئے اپنے نام سے آپ کا نام مشتق فرمایا۔ عرش والا محمود
 اور آپ محمد ہیں،

نبی انا فابعد یا س وفترة من الرسل والادوتان فی الارض تعبد
 آپ کی تشریف آوری زمانہ فترت کے بعد ہوئی اس وقت ہوئی جب زمین پر ہر طرف بتوں
 کی عبادت کی جاتی تھی،

فامسی سراجا مستنیراً وھادیا یلوح کمالام الصیقل المہند
 آپ اس طرح روشن آفتاب اور ہادی ٹھہرے جس طرح ہندی تلوار چمکدار ہے،
 فانذرنا ناراً ولبشر جنۃ وعلما الاسلام فاللہ محمد
 آپ نے ہمیں دوزخ سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، ہمیں اسلام کی تعلیم دی۔ اس
 پر ہم اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں،

آپ ہی کی ذات ہمارا سہارا، ماؤی و ملجا ہے

حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں :

یا رکن معتمد وعصمة لائذ وملاذ منتجع وجار محباور
 (آپ کی ذات ہر بے سہارا کی سہارا اور ہر بے آسرا کی ملجا و ماؤی ہے)

یا من تخیرہ اللہ لحقہ فحباہ بالخلق الزکی الطاهر
 (وہ ذات جسے اللہ نے اپنے لئے چنا اور آپ کو پاکیزہ خلق کے ساتھ مزیں کیا)

انت النبی وخیر عصبۃ آدم یا من یجود کفیض بحد زاندر
 (آپ اللہ کے نبی اور اولاد آدم سے بہتر، آپ کی سخاوت و وجود مٹھا ٹھیس مارتا سمندر ہے)

میکال معک وجبرائیل کلاہما مدد لنصرک من عزیز قادر
 (اللہ تعالیٰ کی طرف سے میکائیل و جبرائیل آپ کی مدد کے لئے حاضر رہتے ہیں)

(الاصابہ، روض الالف)

سرکارِ دو عالم کے ہاتھ میں کھانے کا تسبیح کرنا

مولد البرزنجی میں روایت ہے کہ کھانا اور کنکریاں آپ کے ہاتھ میں تسبیح کرتی تھیں۔
 بعض لوگ اس پر تنقید کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اس سے بڑھ کر کہنا چاہیے۔
 تسبیح پڑھنا تو ایک طرف طعام اور کنکریوں کی سرکار کے ہاتھ میں تسبیح سنی جاتی تھی۔
 جہاں تک صرف تسبیح پڑھنے کا تعلق ہے وہ اتنا عظیم کام نہیں جتنا سناٹی دینا۔ اور یہ بات
 عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے۔

لقد کنا نسمع تسبیح الطعام ہم اس کھانے کی تسبیح سنتے جس کو

سرکار تناول فرماتے۔

وہو لیکل

(البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة)

توسل

عارف باللہ شیخ عمر البیانی المخلوطی ۱۲۳۳ھ نے اس قصیدہ کی صورت میں توسل کیا:

(اے نبی ہم آپ کی عظیم پناہ میں آئے ہیں۔ آپ تمام انبیاء کے سربراہ ہیں)
 (ہم آپ کی پناہ میں بڑی عاجزی سے متوجہ ہیں اور اس کی طرف سواریاں لائے ہیں)
 (ہم نے مقام عزیز پر کجاوے اتارے ہیں اور بہتر جگہ پر بوجھ رکھے ہیں)
 (اے تمام مخلوق کی پناہ گاہ اور ہر ایک سے بہتر اور ہر قریب و بعید کی امید)
 (آپ کی طرف میرا چہرہ ہے اے سفید چہرے والے جس کی طرف ہر ولی کا چہرہ ہے)
 (خدا کی قسم اس مقام عالی کے بعد میں کسی طرف توجہ نہیں کر سکتا)
 (میں حسن ظن اور اس صحیح راہ پر چل کر آپ کی حفاظت میں آیا ہوں)
 (میں اپنا مقصد کیسے نہ پاؤں گا؟ آپ تو کامل عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہیں)

(جب میں لوٹ کر جاؤں گا تو لوگوں کے اس سوال کا کیا جواب دوں گا؟ کہ تو اپنے نبی کی بارگاہ سے کیا لایا ہے۔)

(اے منتخب ذات کیا میرا یہاں سے خالی ہاتھ لوٹنا آپ کو پسند ہوگا؟)
 (آپ کی بارگاہ میں صاحب تقی و نقی صدیق کو وسیلہ بنانا ہوں)
 (پہلو میں لیٹنے والے فاروق کا واسطہ دیتا ہوں جن کے عدل سے آپ راضی ہیں)
 (صاحب جیاعثمان کا واسطہ جو ہر اعلیٰ وصف سے مزین ہیں)
 (آپ کے معاون علی کا واسطہ جنہوں نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا تھا)

نبی اکرمؐ کی ظاہری زندگی میں اذان کہاں دیکھتی تھی؟

اس بارے میں مختلف مرویات ہیں کہ آیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں اذان آپ کے سامنے دی جاتی تھی یا کسی بلند جگہ پر چڑھ کر۔ اصحاب مالکیہ کا خیال ہے کہ اذان منار پر چڑھ کر دی جاتی تھی۔ جیسے عبدالرحمن بن قاسم نے اپنے مجموعے میں نقل کیا ہے اور مرقاۃ میں بھی ابن قاسم مالک سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار کے ظاہری حیات میں اذان منارہ پر ہوتی تھی۔

مدخل ابو عبد اللہ بن حاج میں موجود ہے :

| | |
|--------------------------|-------------------------------------------|
| السنۃ فی اذان الجمعة اذا | اذان جمعہ میں سنت طریقیہ یہ ہے کہ |
| صعد الامام علی المنبر ان | جب امام منبر پر چڑھے تو مؤذن منارہ |
| یکون المؤذن علی منار | پر ہو۔ یہی طریقیہ سرکارِ دو عالم کی ظاہری |
| کذا لک فی عہد رسول اللہ | حیات میں، ابو بکرؓ اور عمرؓ کے دور |
| صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | میں جاری رہا۔ |
| والابی بکر و عمر الخ۔ | |

سرکار کے عصا مبارک سے تبرک حاصل کرنا

جمع الجوامع میں امام بیہقی اور ابن عساکر امام محمد بن سیرین سے اور وہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضور کا ایک عصا مبارک تھا۔ جب حضرت انس بن مالک فوت ہو گئے تو اس عصا مبارک کو ان کے پہلو میں کفن کے درمیان دفن کیا گیا۔

(کنز العمال ۱۰۶۷)

شوقِ صدر کی حکمتیں اور فوائد

یہ ہلا فائدہ - علامہ ابن مینیر فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوقِ صدر ہونے اور آپ کا اس پر صبر کرنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں حضرت اسماعیل کو قربانی کے ساتھ آزمایا گیا تھا بلکہ یہ اس سے زیادہ اہم مشقت والا واقعہ ہے کیونکہ وہ تو ایک پر تو تھا جبکہ شوقِ صدر ایک حقیقت ہے۔

مزید برآں یہ کہ سرکارِ دو عالم کا شوقِ صدر متعدد دفعہ ہوا۔ اور اس وقت بھی ہوا جبکہ

آپ ابھی چھوٹے اور اپنے خاندان سے دور تھے۔

دوسرا فائدہ - شیخ الاسلام ابوالحسن سبکیؒ سے کسی نے پوچھا۔

شوقِ صدر کے موقع پر ایک خون کا لٹھڑا نکالتے ہوئے فرشتے نے کہا تھا۔ "یہ آپ میں

شیطان کا حصہ تھا" اس کا کیا مفہوم ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ ٹکڑا اللہ تعالیٰ نے ہر بشر

کے دل میں پیدا کیا اور اس میں شیطان اپنے وسوسے ڈال سکتا ہے۔ پس سرکارِ دو عالم سے اس چیز کو نکال دیا گیا۔ تاکہ وہ مکان و جگہ ہی نہ رہے جس میں شیطان کوٹی وسوسہ ڈال سکے۔

ایک حدیث کا معنی جس میں فرمایا گیا کہ "سرکارِ دو عالم کے دل میں شیطان کا کوئی حصہ

نہیں" یہی ہے اور جہاں تک فرشتے کی نفی کا تعلق ہے وہ اس لئے تاکہ جبلتِ بشریہ

پوری ہو جائے۔ پس اس صلاحیت کو ختم کیا گیا تاکہ وہ چیز ہی نہ رہے جس کے ذریعے سے

دل میں وسوسہ کا اندیشہ ہو۔ امام ابوالحسن سبکیؒ سے پوچھا گیا اگر نکالنا ہی تھا تو اللہ باری تعالیٰ نے

اس چیز کو سرکار کی ذات میں پیدا ہی کس لئے کیا تھا؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو پیدا نہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ امام نے جواب دیا چونکہ اس کا تعلق جملہ اجزاء انسانی سے تھا اس لئے اس کو پیدا کیا گیا تاکہ آپ کا نفس انسانی کامل ہو۔ اور اللہ رب العزت نے اپنے عظیم کرم سے اس کو نکال دیا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اگر سرکار دو عالم کو اس لو تھرٹے کے بغیر پیدا کیا جاتا تو اولادِ آدم کو اس حقیقت سے آگاہی نہ ہوتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس حصے کو تخلیق کیا۔ اور جبریل امین کے ذریعے شق صدر کر دیا تاکہ تمام انسانیت کو سرکار دو عالم کے کمال باطن کے بارے میں بھی آگاہی ہو جائے جس طرح وہ کمال ظاہر کے متعلق جانتے ہیں۔

تیسرا فائدہ: شیخ ابو محمد بن ابی حمزہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شق صدر کے بغیر بھی آپ کے دل کو ایمان و حکمت سے بھر سکتا ہے اس کے باوجود شق صدر ہونے میں حکمت یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے حالت بیداری میں شق کر کے آپ کی قوت یقین میں اضافہ فرمایا تاکہ آئندہ کسی خلافِ عادت عمل سے آپ پر لیشان نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار تمام حال و مقال کے لحاظ سے سب سے شجاع ہیں اور اسی وصف کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے ما زاع البصر و ما طغیٰ۔

چوتھا فائدہ: شق صدر کے تکرار کی حکمت کیلئے؛ حافظ ابن حجر پہلی تیسری اور چوتھی دفعہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ

پہلی دفعہ شق صدر بچپن میں ہوا تاکہ آپ کی پرورش کامل صورت میں ہو اور شیطان حملہ آور نہ ہو سکے۔

تیسری مرتبہ شق صدر اعلانِ نبوت کے وقت ہوا تاکہ آپ کے دل میں وہ چیز ڈال

دی جائے جو ہمیشہ قوی و پاک دلوں میں ڈالی جاتی ہے اور —

جو تھی مرتبہ یہ شق صدر اس وقت ہو جب آپ معراج پر تشریف لے گئے تاکہ آپ ذات باری سے مناجات اور ملاقات کے لیے تیار ہو جائیں۔

حافظ شامی فرماتے ہیں مجھ سے دوسری بار شق صدر کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس کی کیا حکمت تھی؟ ایک جواب تو وہ ہی ہے جو کتاب التوحید میں دیا گیا۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ آٹھویں سال کو شق صدر اس لیے ہوا کہ یہ سن شعور و تمیز کی عمر ہے تاکہ آپ ان تمام عیوب سے محفوظ رہیں جو بالغ لوگوں میں ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد قلب اطہر کا غسل بھی ہو سکتا ہے اور تین دفعہ ہوا تاکہ طہارت و لطافت میں کمال حاصل ہو جائے جیسا کہ آپ نے تین دفعہ دھونے کا طریقہ جاری فرمایا۔

شیخ ابن ابی جبرہ فرماتے ہیں آپ کے قلب اطہر کو غسل دیا گیا حالانکہ پہلے ہی آپ کی ذات مقدس اس لائق تھی کہ اس میں خیر عطا کی جاسکے۔ آپ کو پہلے غسل دیا گیا تھا جبکہ آپ ابھی چھوٹی عمر میں تھے اور اس وقت آپ کے دل سے ایک لوتھڑا نکالا گیا تھا یہ تمام اس بات کی تیاری تھی کہ آپ معراج کی رات کامل طور پر استفادہ کر سکیں۔

ایسی حکمت اس جیسے دوسرے مقامات پر بھی ہوتی ہے۔ مثلاً با وضو شخص کا نماز کے لیے وضو کرنا۔ یہ اللہ کے حضور حاضری اور مناجات کے لیے خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ اب اگرچہ ایک دفعہ پانی بہانا کافی تھا مگر اہتماماً تین دفعہ بہایا جاتا ہے۔ جس طرح یہ ظاہری معاملہ ہے اسی طرح یہاں پر حضور علیہ السلام کے باطن کو بھی بار بار صاف و ستھرا کیا جانا خصوصی اہتمام کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن يعظم شعائر الله فانها

اور جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے۔

من تقوی القلوب۔

یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔

پس سرکارِ دو عالم کے قلبِ اطہر کو غسل دینا اسی قبیل سے ہے اور بالفعل تکمیل کر کے امت کے لیے شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

شیخ برہان نعمانیؒ فرماتے ہیں جب حرم شریف میں داخل ہونے والے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے تو اس شخص کا کیا حکم ہوگا جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے۔ حرم شریف چونکہ ظاہری کائنات سے ہے تو اس کے لیے ظاہری جسم کے غسل کا حکم دیا گیا ہے جب کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ عالم ملکوت کی ہے جو کہ باطنی کائنات ہے۔ پس اس صورت میں باطن بدن کا غسل کرنا حقیقتِ غسل ہے۔ آپ کو بلندی پر لے جایا گیا تاکہ آپ کو نماز عطا کی جائے اور آسمانی ملائکہ سے مل کر نماز ادا کریں تو نماز کے لیے طہارت ضروری ہے لہذا آپ کو ظاہری اور باطنی کامل تقدس عطا کیا گیا۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو پیدا کیا نور سے، جو انبیاء میں منتقل ہوتا رہا تو نور کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ ظاہری صفائی و طہارت کا محتاج نہیں ہوتا۔ پھر حلویان بھی لیں تو پہلی دفعہ شق صدر کے ذریعے جو صفائی و طہارت دی گئی وہ باطنی صفائی کے لیے کافی نہ تھی کہ اس کو نبوت کے (اعلان کے) بعد دوبارہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور میں کوئی ایسی شے تھی جو بار بار دھونے کی محتاج تھی حالانکہ سرکارِ دو عالم کی ذات بشری میل کچیل سے پاک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ شق صدر علم الیقین، دوسری مرتبہ عین الیقین جبکہ تیسری مرتبہ حق الیقین کے فائدہ کے لیے تھا۔

پانچواں فائدہ: امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ شق صدر کے وقت سونے کا استعمال حصول مقصود کے لیے مناسب تھا کیونکہ اگر ذہب کو دیکھیں تو یہ ذہاب کے مطابق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ سرکار کی ذات سے جس کو دور کر دے اور آپ کو بالکل پاک صاف بنا دے۔

الذہب کے معنی (سونا) کی طرف دیکھیں تو وہ سب سے صاف ستھرا اور پاکیزہ ہوتا ہے۔
چھٹا فائدہ: چونکہ سرکارِ دو عالم کے قلبِ اطہر کو غسلِ ماءِ زمزم سے دیا گیا لہذا یہ باقی تمام
پانیوں سے افضل ہے۔ امام بلقینی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

شیخ ابن ابی حمزہ فرماتے ہیں کہ قلبِ اطہر کو غسلِ جنت کے پانی سے اس لیے
نہیں دیا گیا کہ زمزم اصلاً جنتی ہی ہے اگرچہ اب اس دنیا میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے
اس عمل سے زمین میں اس کی برکت باقی رکھنے کا ارادہ کیا ہے۔

بعض اہل علم نے کہا چونکہ زمزم اصلاً اسماعیل علیہ السلام کے عطیات اور انعامات میں
سے ہے کیونکہ آپ نے اسی پانی کے ذریعے پرورش پائی۔ اسی سے آپ کے دل اور جسم
کی پرورش ہوئی۔ پس وہ آپ کا اور آپ کے شہر والوں کا ساتھی بن گیا۔ اب آپ کے
صادق و مصدوق بیٹے کے بھی یہی مناسب تھا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ
یہ آپ کی ملکیت میں آئے گا۔ لہذا فتح مکہ کے بعد آپ نے اس کا حضرت عباس اور ان
کے بیٹے کو متولی بنا دیا۔ جیسا کہ عثمان بن ابی شیبہ اور ان کے خاندان کو تاقیامت
کعبہ کا دربان مقرر فرمایا۔

ساتواں فائدہ: سرکارِ دو عالم کے سینہ انور کو برف اور ٹھنڈے پانی سے دھونے میں
حکمت یہ تھی کہ حصولِ شفا اور عدمِ تکررِ گدلا پن نہ ہو جو کہ زمینی پانی کی صورت میں حاصل
ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ وہ سرکارِ دو عالم اور
آپ کی اُمت کے لیے چن لیا گیا اور آپ کی شریعتِ مطہرہ اور سنت کے لیے پسند کیا۔ باقی
سرکارِ دو عالم کے سینے کو کھولنے سے اس مدد کی طرف اشارہ تھا جو آپ کو اپنے دشمنوں پر
حاصل ہونی تھی۔ اور آپ کے دل کو ٹھنڈے پانی سے دھونا اشارہ تھا آپ کے اطمینان
قلب کی طرف جو آپ کو اُمت کی بخشش اور ان کی خطاؤں کی معافی کے
صورت میں حاصل ہوگا۔

ابنِ دجیہ لکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم کے دل کو برف سے دھویا گیا تاکہ آپ کے دل کو کامل یقین کی ٹھنڈک حاصل ہو جائے کیونکہ سرکارِ دو عالم تکبیر و قرأت کے دوران عرض کیا کرتے تھے:

اللہم اغسلنی من خطایای اے اللہ میری خطاؤں کو برف سے

بالشلیح والبرد۔ دھو دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کے دل کو اُس پانی سے دھویا جائے جو سونے کے طشت میں جنت سے لایا گیا اور وہ ایمان و حکمت سے مملو تھا تاکہ آپ کا دل جنت کی خوشبو اور اس کی حلاوت کو پالے اور آپ دنیا سے سب سے زیادہ اعراض کرنے والے اور مخلوق کو جنت کی طرف دعوت دینے والے ہو جائیں اور یہ بھی حکمت تھی کہ حضور کے دشمن آپ کو جھوٹا اور افترا پر داز کہتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کی طبیعت بشریہ سے تنگی اور ملال دور کر دیا جائے۔ اور دل میں وسعت اور انشراح پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا:

ولقد نعلم انک لیسیق ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو

صدرک بما یقولون۔ ملال میں ڈالتی ہیں۔

اس لیے آپ کے دل کو متعدد مرتبہ دھویا گیا۔ اب یہ دل ایسا بن گیا کہ اگر اس کو تکلیف پہنچائی جاتی یا آپ کے سر کو لہو لہان کر دیا گیا یا جنگِ احد میں دانتوں کو شہید کیا گیا تو حضور کی زبان سے یہی کلمات نکلے۔

اللہم اغفر لقومی فانہم اے اللہ میری قوم کو بخش دے، یہ

لا یعلمون۔ مجھے نہیں جانتے۔

آٹھواں فائدہ: حکمت کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حکمت ایک ایسا علم ہے جو اللہ کی معرفت، بصیرت و تہذیبِ نفس اور حق پر عمل کرنے میں

پختہ یقین اور حق کے خلاف سے باز رہنے کا نام ہے۔ جس میں یہ چیزیں پاٹی جائیں اُسے حکیم کہتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اقوال کثیرہ سے یہی معنی سامنے آتا ہے۔

حکمت کا اطلاق قرآن پر بھی ہوتا ہے۔ یقیناً تمام قرآن حکمت ہی ہے۔ اسی طرح نبوت پر بھی حکمت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کبھی صرف علم اور کبھی صرف معرفت پر بھی حکمت کا اطلاق ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں حکمت کی تعریف یہ بہتر ہے کہ حکمت دراصل چیز کو اس کے محل میں رکھنے کو کہتے ہیں یا وہ فہم جو قرآن پاک سے حاصل ہو۔
دوسری تفسیر یہ ہے کبھی حکمت بغیر ایمان کے بھی پاٹی جاتی ہے اور کبھی ایمان کے ساتھ بھی۔ پہلی تفسیر پر حکمت و ایمان آپس میں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ اس صورت میں حکمت ایمان پر دلالت کرتی ہے۔

سرکارِ دو عالم کے وصال پر عمر فاروقؓ کی حالتِ زار

مردی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروقؓ روتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ ایک درخت کا تنا تھا جس کے ساتھ آپ لوگوں کو وعظ کرتے تھے لیکن جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے ایک منبر بنوایا تاکہ آپ اپنی بات لوگوں تک پہنچا سکیں۔ آپ کے فراق میں اس تنے نے چیخ و پکار شروع کر دی اور جب آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ یا رسول اللہ آپ کی امت آپ کی جدائی پر اس تنے سے بھی زیادہ درد و الم کی حالت میں ہے۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو ہی اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من يطع الرسول فقد اطاع
اللہ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً
اللہ کی اطاعت کی۔

یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام یہ ہے کہ وہ آپ کو ذنب پر مطلع کرنے سے پہلے عفو کی خبر دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

عفا اللہ عند لم أذنت لهم
اللہ آپ سے درگزر کرتا ہے اور آپ
نے انہیں کیوں اجازت دی۔

یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ تعالیٰ کے ماں آپ کا ہی مقام ہے کہ آپ کی بعثت تمام انبیاء کے آخر میں جبکہ آپ کا ذکر سب سے پہلے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَاِذَا اخذنا من النبیّین
مِثْقَالَ حَبِّ خَمَلٍ وَمَنْ لَوْحٍ
یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے تمام انبیاء
آپ سے۔ نوح اور ابراہیم علیہم السلام سے
ابراہیم۔
وعدہ لیا

یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ تعالیٰ کے ماں آپ کی جو فضیلت ہے ہمیں اس کا علم یوں ہے کہ جہنمی یہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم نے آپ کی اطاعت کی ہوتی اور وہ مختلف طبقات میں ہوں گے اور وہ کہیں گے :

یا لیتنا اطعنا اللہ و اطعنا
الرسول۔
کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی
اطاعت کی ہوتی۔

یا رسول اللہ میرے باپ آپ پر قربان، اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا پتھر عطا کیا جس سے نہریں جاری ہوتی تھیں لیکن آپ کا تو مقام ہی اس قدر بلند ہے کہ آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ۔

یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان اگر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دی کہ وہ صبح و شام ایک ایک مہینے کی مسافت طے کرتی تھی لیکن آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے براق عطا کیا جو آپ کو معراج کی رات ساتویں آسمان کی طرف لے گیا اور پھر بطح مقام پر ہی آکر صبح کی نماز پڑھی۔

یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اگر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت عطا کی تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن آپ سے تو ایک بھٹی ہوئی اور زہر آلود بکری کے بازو نے گفتگو کی کہ اے اللہ کے رسول مجھے مت کھاٹیے کیونکہ میں زہر آلود ہوں۔

یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی لا تذرع علی الارض من الکافرین دیارا (یا اللہ! زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ) اگر آپ ہمارے لیے بددعا کرتے تو ہم تمام ہلاک ہو جاتے۔ لیکن آپ کی پشت کو زخمی کیا گیا، آپ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا گیا، آپ کے دانت شہید کر دیے گئے اس وقت بھی آپ کی زبان سے اُن کے لیے کلمات خیر ہی نکلے اور فرمایا:

اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ

یہ مجھے نہیں جانتے۔

یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان یقیناً آپ کے قلیل عرصہ اور قلیل عمر میں حبشی لوگوں نے آپ کی اتباع کی حضرت نوح کی لمبی عمر کے باوجود اتنی تعداد میں اتباع نہیں کی گئی۔ یقیناً آپ پر پوری قوم ایمان لائی جبکہ ان پر بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔

یا رسول اللہ آپ پر میرے والدین صدقے، آپ نے یہاں رشتہ داریاں کیں۔ نکاح کیا۔ کھانا کھایا۔ یہ سب غلاموں کی خاطر تھا۔ آپ نے صوف پہنا، حمار پر سواری کی اپنے ساتھ غلاموں کو سوار کیا، کھانا زمین پر ہی رکھ کر کھایا، کھانے کے بعد آپ انگلیاں چاٹ لیتے۔ آقا یہ آپ کی تواضع کا عالم تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس خطبے کو امام غزالی اور ابن حارج نے بھی مدخل میں ذکر کیا ہے۔

انتم اعلم بامور دنیاکم گامتنی!

شیخ ابن مبارک ابریز میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام عبدالعزیز دباغ سے پوچھا تاہم النخل کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے قریب سے گزرتے جو کھجور کے درختوں کو پیوند لگا رہے تھے تو سرکارِ دو عالم نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اس طرح ہم پیداوار بڑھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا کام نہ کرو تو پھر بھی پیداوار بڑھے گی۔ پس صحابہ نے پیوند کاری ترک کر دی۔ پس فصل سے مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوئے۔ جب سرکارِ دو عالم نے دیکھا تو فرمایا کھجوروں کا یہ کیا معاملہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہم سے جو کہا تھا ہم نے وہ کیا۔ اس پر سرکارِ دو عالم نے فرمایا:

انتم اعلم بامور دنیاکم تم دنیاوی امور میں زیادہ علم رکھتے ہو

امام عبدالعزیز دباغ نے کہا آپ کا یہ ارشاد لولم تفعلوا الصلحت (اگر تم ایسا نہ کرتے تو یہ بہتر ہوتیں) حق اور سچا ہے۔ اور یہ اس لیے فرمایا کہ آپ کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور آپ کے اس جزم کی بنیاد اس مشاہدہ پر ہے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ تمام ممکنات میں بلا واسطہ اور بلا سبب مؤثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ اس کائنات کے ہر ذرے کی حرکت و سکون، ہر دل کی دھڑکن، ہر رگ کی پھٹک، ہر آنکھ کا جھپکنا اور ہر کسی کے اشارہ میں براہِ راست اللہ تعالیٰ فاعل ہے۔

یہ ہے وہ معاملہ جس کا حضور کو اسی طرح مشاہدہ تھا جیسا کہ کوئی دوسرا عام محسوس
کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ مشاہدہ آپ کی آنکھوں سے کبھی غائب نہیں ہوتا تھا۔ عالم بیداری
ہو یا عالم خواب کیونکہ سرکار کا دل ایسا نہیں جو اس مشاہدے میں غرق نہ ہو۔

بلاشبہ ایسے مشاہدے کے مالک شخص کی نظر اسباب سے بالاتر ہوتی ہے۔

اور وہ ایمان بالغیب سے ترقی کر کے ایمان بالشہود کی منزل پر فائز ہو جاتا ہے۔

پس ایسی شخصیت کے ہاں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی

والله خلقكم وما تعملون اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو

پیدا کیا ہے۔

کا اس طرح دائمی مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے جو ایک لمحہ بھی اس سے غائب نہیں ہوتا اور اس
مشاہدے کے مطابق اس آیت کے معنی پر یوں یقین حاصل ہوتا ہے کہ ایک کپڑی کے پر
کی مقدار بھی کسی فعل و عمل کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنے کا تصور نہیں ہو سکتا۔

بلاشبہ جب جزم اس مقام پر ہو تو اس سے افعال عادیہ کا خرق لازم آتا ہے اور

اشیاء بروئے کار آتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے جس کے ساتھ کوئی واسطہ یا سبب

نہیں پس ایسے مقام کی مالک ذات جب اسباب کو ساقط کر کے فعل کی نسبت رب الارباب

کی طرف کرتی ہے تو یہ سراسر حق اور سچ ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو ایمان بالغیب کے

منصب پر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی واللہ خلقکم وما تعملون

کے مصداق کا مشاہدہ حاصل نہیں تو وہ افعال کی نسبت ان اسباب کی طرف ہی دیکھتا ہے۔

جو اس کے ظہور کا ذریعہ ہے اور وہ اس آیت قرآنی کی طرف نہیں آتا۔ کسی فعل کی نسبت

فقط اللہ کی طرف کرنا اللہ کی طرف سے عطا شدہ ایمان کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پس بندے میں دو جازب ہیں ایک یہ کہ یہ فعل اللہ کی طرف سے ہے۔ یہی ایمان

ہے اور یہ اسے حق کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرا یہ فعل فلاں غیر کی وجہ سے ہوا ہے یہ

باطل ہے۔ پس بندہ ہمیشہ انہی دو معاملوں کے درمیان رہتا ہے۔ کبھی جاذب ایمانی طاقتوں ہونے کی وجہ سے ایک یا دو گھڑیاں مذکورہ آیت کے معنی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کبھی جاذب طبعی کی وجہ سے متعدد ایام اس کے معنی سے غافل رہتا ہے۔

پس غفلت کے اوقات میں وہ یقین ختم ہو جاتا ہے جو عادت کے خلاف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرف حضور نے اشارہ فرمایا تھا وہ وقوع پذیر نہ ہوا کیونکہ وہ یقین جو حضور کے باطن میں تھا اور آپ کا کلام حق اور سچ تھا اس سے صحابہ کا باطن خالی تھا۔ جب سرور عالم عدم وقوع کی علت سے آگاہ ہو گئے اور جان لیا کہ اس علت کا زوال ان کی استطاعت میں نہیں تو انہیں ان کی اسی حالت پہ چھوڑتے ہوئے فرمایا انتم اعلم بامور دنیا کم۔

اس کلام کے بعد ابن مبارک رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علماء اصول پر یہ اعتراض وارد ہوتا رہا مگر مذکورہ جواب کسی نے سنا ہوگا اور نہ ہی

پڑھا ہوگا۔

وہ بچے جنہوں نے حضور کی گود میں پیشاب کیا

سرکارِ دو عالم کی گود میں بعض بچوں نے پیشاب کیا۔ کسی شاعر نے اسے نظم میں

بیان کیا:

قد بال فی حجر النبی اطفال حسن و حسین ابن زبیر بالوا

سرکار کی گود میں چند بچوں نے پیشاب کیا ان میں حسن و حسین اور ابن زبیر ہیں،

کذا سلیمان بنی ہشام و ابن ام قیس جاء فی الختام

(اسی طرح سلیمان جو کہ بنو ہشام سے تھے اور آخری ابن ام قیس ہیں)

(موجہ ذی الفضل، باب النجاستہ)

سرکارِ دو عالم نے کتنی مرتبہ سجدہ سہو کیا؟

حضور نے پانچ مرتبہ سجدہ سہو فرمایا:
 ایک مرتبہ تعداد رکوع میں شک ہو گیا۔ دوسری دفعہ پانچویں میں شروع ہوئے
 تیسری دفعہ دو رکعات پہ سلام پھیر دیا۔ چوتھی دفعہ تین پر۔ پانچویں دفعہ دو رکعات کے
 بعد تشہد چھوڑ کر تیسری رکعت کا قیام کیا۔

(بجیری علی الخطیب ۶۲ : ۱۰۰)

کیا نبی پر سجدہ سہو ہو سکتا ہے؟

یا سائلی عن رسول اللہ کیف سہا والسعوم من کل قلب غافل لاہی
 رسول اللہ کے بارے میں سہو کا سوال کیا جاتا ہے واضح رہے جسے سہو ہو وہ اس کے دل
 کی غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن
 قد غاب عن کل شیء سورۃ فیہا عما سوی اللہ فالتعظیم للہ
 نبی کا معاملہ ایسا نہیں۔ نبی اللہ کے سوا ہر شیء سے منقطع ہو جاتا ہے یہی اس
 کے سہو میں راز ہے۔ پس تعظیم اللہ کے لئے ہے۔

(بجیری علی الخطیب ۴ : ۱۰۰)

افضل پانی

افضل پانی وہ ہے جو سرکار کی انگلیوں سے چشمہ کی صورت میں نکلتا تھا۔ پھر زم زم
 کا پانی اور اس کے بعد آب کوثر۔ پھر مصر کا دریا ٹے نیل اور پھر اس کے ساتھ جو دریا ملے
 ہوئے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کا پانی کیوں افضل ہے؟ اس کی دو وجوہ ہیں :

- ۱۔ سرکارِ دو عالم مطلقاً تمام مخلوق سے افضل و اشرف ہیں۔ پس جو کچھ آپ سے خارج ہوگا وہ بھی فضیلت میں آپ کے تابع ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار کے فضیلت (بول و براز) کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا۔
 - ۲۔ یہ پانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تروتازہ نعمت کی صورت میں تھا۔ اور حضور کا معمول تھا جب بارش ہوتی تو آپ سرِ اقدس ننگا فرمالتے اور فرماتے میں اس تروتازہ پانی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ علاوہ ازیں اس پر اجماع ہے کہ یہ پانی افضل ترین ہے۔
- یہ معاملہ کہ سرکار کے ہاتھ سے پانی کا جاری ہونا تو یہ بطور معجزہ تھا۔ اسی لئے کہا گیا: اگرچہ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو پتھر سے پانی پلاتے تھے لیکن جو چیز ہاتھ میں ہے وہ پتھر میں کہاں؟

باقی زمزم کا آب کوثر سے افضل ہونا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات اپنے جیب کے دل کو غسل دینے کے لیے زمزم کا پانی پسند کیا۔ آب کوثر نہیں۔
(از ملفوظات والد گرامی)

جنّتوں کا قرأتِ رسول کو بغور سننا

وہ جنات جنہوں نے سرکارِ دو عالم کی قرأت کو غور سے سنا انہیں محمد بن عبد الرحمن الاہدل المروعی نے نظم کی صورت میں بیان کیا ہے :

ان جنات کی تعداد جنہوں نے سرکار کی قرأت کو اکٹھے سنا، سات ہے جن کے نام یہ ہیں :

یاذاکر - حس - مرشاص - ناصر - ردان - الاودس - الارجب۔

انہیں فتح میں امام نے حکایت کیا ہے -

وہ پانچ افراد جنہوں نے عہد نامے کو پھاڑ دیا

وہ پانچ افراد جنہوں نے صحیفہ پھاڑ دیا وہ زہیر، ہشام عامری، مطعم، زمعہ

اور ابوالبحتری ہیں -

قریش نے اکٹھے ہو کر ایک صحیفہ (عہد نامہ) لکھا۔ تاکہ بنو ہاشم سے مقاطعہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ سرکار کو نعوذ باللہ شہید کرنے کے لیے انہیں دیدیں۔ اس کے بعد بنو ہاشم گھاٹی میں چلے گئے۔ اُن کے ساتھ بنو مطلب بھی تھے اور قریش نے ان کا محاصرہ کر لیا ان میں سے مذکورہ پانچ عقل مند افراد جمع ہوئے۔ انہوں نے اس عہد نامے کو پھاڑ دیا۔ واضح رہے جنہوں نے یہ عہد نامہ لکھا تھا وہ بھی پانچ اور جنہوں نے اس عہد نامے کو پھاڑا وہ بھی پانچ تھے۔

ریہ گفتگو والد گرامی نے اپنے شیخ محمد العربی البتانی کے حوالے سے کی،

جیب کبریٰ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام کے بائے میں اہم امور

میں نے یہاں اُن مواقع کا مع اُن کی تقسیم و ترتیب ذکر کیا ہے جہاں صلوٰۃ و سلام

پڑھنا مستحب ہے۔

۱۔ مقامات

مسجد سے گزرتے وقت۔ مساجد کو دیکھتے وقت۔ مساجد میں داخل ہوتے وقت۔ اور نکلنے وقت۔ کعبہ کو دیکھنے، صفا و مروہ پر چڑھنے کے بعد۔ حجر اسود کو چومنے کے بعد۔ مقام ملتزم پر۔ مسجد خیف میں۔ مدینہ منورہ کو دیکھنے کے وقت۔ آپ کی قبر انور کی زیارت کے وقت اور روضہ رسول سے الوداع ہوتے وقت۔ آپ کے آثار راستوں اور ٹھہرنے کی جگہوں کو دیکھتے وقت جیسا کہ مقام بدر۔ اسی طرح سفر، سواری پر سوار ہوتے وقت۔ بازار کی طرف جاتے وقت۔ گھر میں داخل ہوتے وقت۔

۲۔ عبادات

وضوء اور تیمم کے بعد۔ غسل جنابت و حیض کے بعد۔ نماز میں اور اس کے بعد۔ تشہد اور قنوت کے وقت۔ نماز تہجد کے وقت۔ مؤذن کو جواب دینے کے بعد۔ خطبہ جمعہ، عیدین۔ استسقاء۔ نماز کسوف و خسوف کے خطبے کے بعد۔

تکبیراتِ عیدین کے بعد - تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد - دعا کے اول و آخر اور وسط میں - قرآن کو ختم کرنے اور اس کو حفظ کرنے کے بعد - ہر محفل ذکر میں اور گناہ سے توبہ کرتے وقت -

۳۔ عادات

مجلس سے کھڑے ہوتے وقت - بھائیوں سے ملتے وقت - مجلس سے جدا ہوتے وقت - پاؤں سُن ہو جانے کے وقت - چھینک کے وقت - نسیان کے وقت - کسی شے کو اچھا جاننے کے وقت - مولی کھاتے وقت - گدھے کے ہینگنے کے وقت - ذبح - بیع اور وصیت لکھتے وقت - خطبہ نکاح کے وقت - سوتے وقت - کان کے سُن ہونے پر - تدریسِ علم کے وقت - حدیث پڑھتے وقت - فتویٰ دیتے وقت - کوئی چیز دیتے وقت - ابتدائے کلام کے وقت -

۴۔ احوالِ مصیبت

طاعون - ڈوبتے وقت - فقر - مشکلات و مصائب میں - جنازے کے وقت - میت کو قبر میں داخل کرتے وقت -

۵۔ اوقات

شب و روزِ جمعہ - ہفتہ - اتوار - پیر - منگل - شعبان کا مہینہ - عرفہ کی رات - ہر صبح و شام اور جب بھی آپ کا ذکر ہو -
(ملخصاً من القول البدیع ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو عتاب کرنے کے بارے میں اہم گفتگو

شیخ ابن مبارک نے اپنے شیخ عبدالعزیز دباغ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے بارے میں:

وتخشى الناس والله احق ان
تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ
تخشاه۔
زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

کے بارے میں سوال کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی کو عتاب کرنے کی حکمت کیا تھی؟ حالانکہ آپ اہل معرفت کے سربراہ اور امام الانبیاء والمرسلین ہیں۔ شیخ عبدالعزیز دباغ نے جواب دیا کہ جب حضرت زید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب کی طلاق کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ آپ نے اسے اپنے پاس رکھنے اور اس کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرنے کو کہا حالانکہ سرکارِ دو عالم انجام سے آگاہ تھے کہ آخر کار زینب آپ کے نکاح میں آئے گی لیکن آپ نے یہ معاملہ دل میں ہی رکھا اور اسے ظاہر نہ کیا۔

اس لیے آپ نے دل سے مخاطب ہو کر کہا تخشى الناس والله احق ان تخشاه چونکہ اندرونی طور پر اپنے نفس کو عتاب کرتے ہوئے یہ کلمات کہے تھے لہذا اللہ رب العزت نے اسی کو ظاہر کر دیا جو کچھ آپ کے دل میں تھا اور وحی نازل کی۔

حضرت عبدالعزیز دباغؒ نے فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے معرفت کے دروازے کھول دیئے ہوں وہ اگر کتب سماوی میں غور و فکر کرے تو وہ اس قدیم کلام کے نور سے

اور اس حالت کو بھی پاتا ہے جس پر وحی کے وقت وہ نبی ہوتا ہے۔
 پھر فرمایا اہل معرفت جب تفسیر قرآن کرتے ہیں تو وہاں پر آیات کے اسباب
 نزول سے بحث ہوتی ہے اور وہ وہاں صرف اسباب نزول ظاہری ہی مراد نہیں ہوتا
 بلکہ وہ احوال و انوار بھی پیش نظر ہوتے ہیں جو اس نزول وحی کے وقت حضور پر طاری
 ہوتے ہیں۔ پس جو کچھ ان سے سنا جاتا ہے اس کی کیفیات کو بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ
 وہ سرکارِ دو عالم کے ان باطنی سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں جس کی کیفیت الفاظ سے
 باہر ہوتی ہے۔

شیخ ابن مبارک بیان کرتے ہیں، پھر میں نے حضرت سے اللہ تعالیٰ کے اس

ارشاد مبارک کے بارے میں پوچھا

اللہ تعالیٰ نے آپ سے درگزر کیا آپ

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لَمْ أَذِنْتَ

نے انہیں کیوں اجازت دیدی یہاں

لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكِ

تک کہ آپ پر سچے اور جھوٹے واضح

الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ

ہو جاتے۔

الكَاذِبِينَ۔

حضرت عبدالعزیز دباغ نے جواب دیا وہ درج ذیل معنی کے قریب قریب ہے
 کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ انہیں معاف کیجئے اور ان
 سے درگزر سے کام لیجئے اور ان کے ساتھ بہترین انداز میں لین دین کرو بلکہ یہاں تک

فرمایا:

اے رسول اگر آپ سخت دل ہوں گے

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ

تو یہ تمہارے پاس سے چلے جائیں گے

لَأَنْفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ

انہیں معاف کیجئے۔ ان کے لیے استغفار

عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ

کیجئے اور معاملات میں ان سے مشورہ

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔

لیا کرو۔

مخلوق خدا کے ساتھ نرمی سرکارِ دو عالم کی یہ عادت مبارکہ بن چکی تھی۔ جب آپ کی بارگاہ میں منافق آئے اور انہوں نے جنگ میں نہ جانے کی اجازت طلب کی اپنے اپنے عذر بھی پیش کئے تو آپ نے ان کے باطنی نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت کی بنیاد پر انہیں اجازت دے دی کیونکہ اللہ رب العزت نے متعدد آیات میں آپ کو حکم دیا کہ آپ ان منافقین کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آئیں۔ پس سرکارِ دو عالم ان کے ساتھ ظاہری حسن سلوک کا برتاؤ کیا کرتے۔ پھر اس آیت کے ذریعے سرکارِ دو عالم کو خبر دی گئی جو منافقین کی ذلت و خفت کا سبب بنی۔ اس کے بعد آپ حکم الہی (کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو) کی بنا پر ان کی ذلت نہ فرماتے لیکن ساتھ ساتھ ان کی ذلت کے بارے میں دائرہ حیا کے اندر رہتے ہوئے اس طرح سوچتے کہ انہیں بھی محسوس ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے محمد کی طرف سے نہیں کیونکہ وہ تو ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک ہی کرتا ہے۔ اسی طرح کے حیا کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر یوں کیا۔

إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ

یہ نبی اکرم کی تکلیف کا سبب ہے اور

فَيَسْتَحِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا

یہ نبی تم سے حیا کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ

يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ۔

حق کو ظاہر کرنے میں حیا نہیں کرتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے بصورتِ عتاب آیت نازل فرما کر سرورِ عالم کو بد خلقی کی تہمت سے بھی محفوظ کر لیا اور محض نصیحت میں شامل کر لیا تاکہ دوبارہ آپ سے منافقت کرنے پر ذہر بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ منافقت کرنے والے کے خلاف آپ کی طرف سے ذلیل خصیم اور حجت و علیہ فراہم کرنے والے ہیں۔ پس ایسا عتاب اپنے اندر ایسی کئی حکمتیں لیے ہوئے ہے۔ لہذا باطن میں یہ کوئی عتاب نہیں بلکہ یہ تو سراسر اپنے حبیب کی طرف سے محاصمت میں معاونت ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کسی شخص کے لیے

یہ جائز نہیں کہ سرکارِ دو عالم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ غدر کرنے والوں میں سچے اور جھوٹوں کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ سے معاملہ کیسے مخفی ہو سکتا ہے جبکہ ہر دور کے اہل معرفت اپنے دور کے ہر سچے اور جھوٹے کو جانتے ہیں۔ حالانکہ تمام اہل معرفت کو :

انما نالو ما نالوا بمحبتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فبقوا بمقدار شعرة من نورة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ مقام آپ کی محبت و غلامی کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے اور انہیں آپ کے نور سے

ایک بال کی مقدار فیض ملتا ہے،

اس سے پہلے اس بات پر گفتگو ہو چکی کہ قرآن سات احرف پر نازل ہوا ہے تو جب

قرآن کا یہ عالم ہے تو صاحبِ قرآن کے علوم کا کیا حال و شان ہوگا؟

ابن مبارک کہتے ہیں میرا خیال ہے جس نے بھی مفسرین کی آراء اس آیت کے بارے

میں پڑھی ہیں وہ از خود محسوس کرے گا کہ شیخ کی تاویل نہایت ہی اعلیٰ و احسن ہے۔

امام بیضاویؒ (اللہ تعالیٰ ہم سب اور ان سے درگزر فرمائے) بیان کرتے ہیں :

"عفا اللہ عنک" یہ حضور علیہ السلام کی اس خطا سے کنایہ ہے جو آپ نے اجازت

دینے میں کی کیونکہ معاف کرنا خطا کے بعد ہی ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ذکر یا حاشیے میں کہتے ہیں کہ بیضاوی نے زمخشری کی اتباع کی ہے۔

امام طیبی نے فرمایا کہ زمخشری اس عبارت میں بہت بڑی غلطی کر گئے ہیں۔ میں نہیں جانتا

کہ یہ بات ان پر کیوں مخفی رہی کہ ایسے مقامات پر بعض اہم اشارات ہوتے ہیں مثلاً یہاں

پر درگزر کو مقدم رکھنا مخاطب کی تعظیم، توقیر اور کامل عزت پر دال ہے اور یہ سابقاً گناہ

کا تقاضا بھی نہیں کرتا بلکہ یہ تو تعظیم ہی کی خاطر لایا جاتا ہے۔ مثلاً جس کی تم تعظیم کرتے ہو

اسے کہو گے، عفا اللہ عنک ما صنعت فی امری۔ (اللہ تعالیٰ آپ سے

درگذر فرمائے میرے معاملے کا کیا بنا، رضی اللہ عنک ما جوابک من
کلامی؟ (اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو میری گفتگو کا کیا جواب ہے؟)

یہی وجہ ہے کہ علامہ تفتازانی نے کہا کہ زمخشری کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ وہ اس
طرح ناپسندیدہ عبارت سے تعبیر کرتے۔ اس لیے کہ خود اللہ رب العزت نے رسول
اکرم کی رعایت کی تعظیم بیان کی کبھی تو عفو و درگزر کے ذکر کو مقدم کر کے اور کبھی
اذن کو ذکر کر کے جو کہ آپ کے علوم مرتب اور قوت تصرف پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر
کلام بصورت استفہام ہے۔

علاوہ ازیں ترک اولیٰ و افضل بلکہ مقام تحصیل تعظیم پر بھی ایسے کلمات کہے جاتے
ہیں جیسا کہ عفا اللہ عنک ما صنعت فی امری۔

حافظ سیوطی حاشیے میں لکھتے ہیں: زمخشری کی یہ نہایت ہی ناپسندیدہ عبارت
ہے۔ صاحب انتصاف فرماتے ہیں وہ دو امور کے درمیان ہے۔ یا یہ کہ یہ معنی
مراد نہیں ہے۔ تو یہ بہت بڑی غلطی ہے یا مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بطور کنایہ آپ کی
شان اور قدر و منزلت کو بڑھانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کے اخلاق
نہیں اپنانے چاہیے خصوصاً جب معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو؟

اس کے بعد طیبی و تفتازانی کا کلام نقل کیا۔ پھر فرمایا۔ قاضی عیاض شفاء میں
فرماتے ہیں یہ دراصل اقتحاح کلام ہے۔ کہا جاتا ہے اصلحک اللہ واعزک اللہ۔
(اللہ تعالیٰ تجھے عزت دے)

زمخشری کے رد میں شیخ حسن بن محمد بن صالح نالبسی نے ایک کتاب لکھی ہے۔
جس کا نام "جنة الناظر وجنة المناظر فی الانتصار لابن القاسم
الطائری صلی اللہ علیہ وسلم" رکھا ہے۔
اسی وجہ سے بعض اہل دین و تقویٰ نے تفسیر کشاف کے مطالعہ سے منع کیا

ہے۔ اس بارے میں امام تقی الدین سبکی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے "سبب الانکشاف عن اقراء الکشاف" رکھا۔

سرکارِ دو عالم کے معجزے کی حقیقت

شیخ احمد بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالعزیز دباغ کو درج ذیل حدیث مبارک کے بارے میں یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا:

ما من نبی الا وقد اعطی
ما مثلہ آمن علیہ البشر
وما کان الذی اوتیتہ الا
لایع ذریعۃ وحی کے ذریعے
ہر نبی کو اتنا ہی کچھ دیا گیا جس کے
ذریعے بنی نوع انسان اس پر ایمان
لائے اور یہ صرف وحی کے ذریعے

ملتا تھا۔

وحیا بتلی۔

بے شک انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی جنسوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں بعض معجزات وہ تھے جو انہیں بڑھاپے میں حاصل ہوئے اور بعض معجزات انبیاء علیہم السلام کو ان کے بچپن میں ہی حاصل ہوئے تاکہ ان کے ذریعے ان کی تربیت کی جائے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے کا صدور خود باری تعالیٰ کی ذات اس کے نور، مشاہدات و مکالمات کی صورت میں ہوا اور ان کا ظہور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح ہوا یعنی کبھی ذات رسول پر معجزے کا ظہور ہوا اور کبھی عقل پر۔ کبھی روح پر اور باطنی طور پر۔ یہاں تک جتنے معجزات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے۔ اگر یہ تمام انبیاء علیہم السلام کو دے دیئے جائیں تو ان میں اس کی طاقت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا: وما کان الذی اوتیتہ الا وحیا بتلی یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات انبیاء علیہم السلام کے معجزات

کی جنس سے نہ تھے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی تعداد اور عظمت اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ ان معجزات کی بدولت تمام بنی نوع آدم ان پر ایمان لے آئے تو پھر بھی سرکارِ دو عالم کے معجزات ان سے اعلیٰ و ارفع ہیں کیونکہ ان معجزات کا ظہور نبی علیہ السلام سے نہیں بلکہ خود اللہ رب العزت سے ہے۔ اس کے بعد شیخ نے ایک مثال دی۔

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض صحابہ کرامؓ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان معجزات کا ظہور ہو جو سابقہ انبیاء علیہم السلام کو عطا کئے گئے تو انہیں حضور کے خصوصی معجزات سے آگاہ کیا جاتا تو وہ انہیں عظیم محسوس کرتے۔

پھر شیخ نے یہ مثال دی کہ بادشاہ کسی کو اپنے تمام ملک کا مالک بنا دیتا ہے اور اسے اس میں تصرف کرنے میں مختار بنا دیا اور بعض کو صرف ایک دیہات میں تصرف عطا کرتا ہے۔ تو دوسرے کی پہلے سے کیا نسبت؟

مشاہداتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیخ احمد بن مبارک نے حضرت عبدالعزیز دباغؒ سے حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا،

واللہ لا اجد ما احمکم
علیہم ولا عندی ما
احمکم علیہم۔
اللہ کی قسم نہ میں کوئی ایسی چیز پاتا ہوں
کہ تم کو اس پر سوار کروں اور نہ ہی میرے
پاس کوئی چیز ہے۔

یہاں حضور علیہ السلام قبیلہ اشعریین سے مخاطب ہیں جنہوں نے آپ سے سواری طلب کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے انہیں سواری عطا کی۔ حالانکہ نبی علیہ السلام

کی زبان سے حق اور سچ کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت عبدالعزیز دباغ نے جواب دیا کہ بے شک نبی علیہ السلام ہمیشہ سچی اور حق بات کرتے ہیں۔ رہا یہ معاملہ اس واقعہ کا تو آپ کا یہ قول باطنی مشاہدے کی بنا پر ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کبھی ذاتِ حق کے مشاہدے میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اسے میں ایک عظیم و عجیب لذت نصیب ہوتی ہے جس کی کیفیات کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور دنیا کی کسی شے کے ساتھ اس کی مثل نہیں بیان کی جاسکتی۔ یہ وہ لذت ہے جو اہل جنت کو جنت میں نصیب ہوگی۔ اور کبھی سرکارِ دو عالم اللہ رب العزت کی ذات، اس کی قوت، اس کی بادشاہت میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اس مشاہدے کے دوران اللہ رب العزت کے جلال و قوت کو دیکھتے ہوئے خوف کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

پس ان مذکورہ بالا دونوں مشاہدوں میں سرکارِ مخلوق سے غائب ہو جاتے ہیں۔ لہذا اب وہ کسی کو نہیں دیکھتے۔ اس بارے میں سرکارِ دو عالم کا یہ فرمان گذر چکا۔ ما خفی علی جبرئیل فراجعہ۔

کبھی سرکارِ دو عالم اللہ رب العزت کی قوت کے ساتھ ساتھ ممکنات کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ یوں مشاہدہ فرماتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی قوت تمام ممکنات میں جاری و ساری ہے۔

اس مشاہدے کے دوران اللہ رب العزت کی ذات باطن سے پردہ فرما دیتی ہے۔ مگر اس کے افعال موجود ہوتے ہیں۔ پس اس تیسرے مشاہدے میں ایک ایسا علم حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعے شرائع کو بیان کیا جاسکے اور مخلوق کو تعلیم دے کر حق کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔ پس اب سرکارِ جو کچھ کہتے ہیں وہ ان ہی مشاہدات کی بناء پر کہتے ہیں۔ یوں کبھی تو نبی علیہ السلام پہلے مشاہدہ میں ہوتے ہیں اور کبھی دوسرے میں اور کبھی تیسرے میں۔

پس حدیث مبارک میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اسے مشاہدہ ثانیہ پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام ذات کے مشاہدے اور قوت میں مستغرق تھے۔ اس وقت آپ اپنی ذات سے بھی بے خبر تھے۔ چہ جائیکہ دوسروں کی خبر ہو۔ جب انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ سواری دیجئے، حالانکہ آپ مشاہدہ میں تھے تو سرکار نے ان سے کہا،

واللہ لا احمکم ولا عندی
ما احمکم علیہ۔
خدا کی قسم میں تمہیں سوار نہیں کر سکتا
اور نہ میرے پاس سواری ہے۔

یہ کلام مشاہدے کے لحاظ سے بالکل حق ہے۔

جب سرکار نے مشاہدہ کائنات میں رجوع کیا تو آپ نے ان کا سواری کے بارے میں سوال پایا تو اب آپ پر وہ تمام احکام جاری ہوئے جو مخلوق کے حقوق سے متعلق ہوتے ہیں۔ لہذا آپ نے فرمایا کہاں ہیں اشعر لوین۔ انہیں بلایا گیا اور ان کو سواری عطا کی۔ اس پر انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمیں سواری نہیں دیں گے۔ حالانکہ اب آپ ہمیں سواری دے رہے اس پر وہی جواب عنایت فرمایا جو مشاہدے کا تقاضا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما انا حملتکم ولكن اللہ
حمکم۔
میں نے تمہیں سوار نہیں کیا بلکہ اللہ
تعالیٰ نے کیا ہے۔

یعنی میں نے قسم اٹھائی تھی میں نہ تمہیں سوار کروں گا اور نہ ہی میرے پاس سواری ہے۔ صورت حال اب بھی یہی ہے کیونکہ تمہیں سواری اللہ ہی نے عطا کی ہے۔ نہ کہ میں نے گویا آپ نے آپ کلام کے سچ ہونے کو واضح فرما دیا۔

شیخ احمد مبارک کہتے ہیں میں نے کہا کہ پھر سرکار نے اپنی قسم کا کفارہ اس

موقع پر کیوں ادا کیا جبکہ آپ نے خود فرمایا ہے :

انی لا احلف علی یمین
فاری غیرھا خیراً منھا
الا کفرت عن یمینی وایت
الذی ہو خیر۔
جب کبھی میں قسم اٹھاتا ہوں اور
اس کے علاوہ خیر دیکھتا ہوں تو میں
قسم کا کفارہ ادا کر کے دوسرا کام جو
کہ خیر ہوتا ہے اختیار کرتا ہوں۔

اس پر شیخ عبدالعزیز دباغؒ نے جواب دیا۔ اس واقعہ میں سرکار نے کوئی کفارہ
ادا نہیں کیا۔ رہا یہ معاملہ اس کفارے کا جو اس حدیث میں ہے تو وہ ایک علیحدہ کلام
اور قاعدہ کلیہ ہے کیونکہ مذکورہ واقعہ میں سرکار کے کفارے کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔
شیخ احمد مبارکؒ کہتے ہیں اسی موقف کو بڑے بڑے اکابرین نے اختیار کیا ہے
جیسے امام حسن بصری وغیرہ اور حضرت کاعرفان کتنا کامل ہے۔

میں رات اپنے اللہ کے ہاں بسر کرتا ہوں اور
وہ مجھے کھلاتا ہے

شیخ ابن مبارکؒ ابریز میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ عبدالعزیز دباغؒ

سے اس حدیث کے متعلق پوچھا

أبیت عند ربی یطعمنی
و یسقینی۔
میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا
ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

انہوں نے فرمایا۔ عنذہ سے یہاں مراد معیت ہے جبکہ کھلانے اور پلانے
سے اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو تقویت دینا مراد ہے۔ میں نے پوچھا کیا خاکی ذات کو انوار
الہیہ کے بعد غذا کی ضرورت ہوتی ہے ؟

اس پر دباغؒ نے جواب دیا کہ ضرورت رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء

علیہم السلام کھاتے پیتے تھے۔ ان کو بھوک لگتی تھی اور وہ کھانا کھا کر سیر بھی ہوتے تھے۔
 شیخ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ذباغ سے پوچھا کیا سرکارِ دو عالم
 رات کو پیدا ہوئے جیسا کہ ایک گروہ کا خیال ہے اور انہوں نے عثمان بن ابی العاص
 کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو انہوں نے اپنی والدہ فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ
 سے روایت کی ہے کہ میں سرکارِ دو عالم کی ولادت کے وقت وہاں حاضر تھی میں نے
 دیکھا کہ مولد البنی نور سے بھر گیا اور ستاروں کو قریب ہوتے دیکھا۔ میں گمان کرنے
 لگی تھی کہ شاید یہ ستارے مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے (اسے امام بیہقی اور ابن اسکن نے
 روایت کیا) — اور ستارے رات کو نظر آتے ہیں یا سرکارِ دو عالم کو پیدا ہوئے جیسا
 کہ بعض علماء نے صحیح قرار دیا اور اس کے لیے امام مسلم وغیرہ کی حدیث سے استدلال کیا
 ہے۔ لیکن یہ ولادت مبارک طلوع فجر کے تقوڑی دیر بعد ہوئی جیسا کہ ایک اور حدیث میں
 بھی ہے۔ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل و مناقب سے ضعیف حدیث قابل
 استدلال ہے۔

بعض علماء نے حدیث سابق کا یہ جواب دیا ہے کہ ستارے فجر کے بعد بھی نظر آتے
 ہیں لہذا — ولادت کا رات کے وقت قول کرنا صحیح نہیں ہے۔
 شیخ عبدالعزیز ذباغ نے فرمایا مجھے سرکارِ دو عالم کی ذات کے ان اسرار و رموز سے
 باخبر کیا گیا جو نفس الامر میں ہیں کہ سرکارِ دو عالم آخر رات طلوع فجر سے کچھ وقت پہلے پیدا
 ہوئے اور آپ کی والدہ ماجدہ اس عمل سے طلوع فجر کے وقت فارغ ہوئیں۔
 پس وہ درمیانی وقت جس میں سرکارِ دو عالم اپنی والدہ کے بطن سے جدا ہوئے
 اور آپ کی والدہ آپ کی پیدائش سے فارغ ہوئیں یہ وہ گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی
 ہے۔ اس بارے میں مختلف حدیثیں وارد ہو چکی ہیں۔ اسی باعث اس وقت کی عظمت
 و تعظیم بڑھ گئی اور اس کے فیوض و برکات تاقیامت قائم رہیں گے۔

خصائصِ نبویہ

بعض علماء نے خصائصِ نبویہ پر اچھا خاصا کام کیا ہے اور اس فن پر بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں حافظ سیوطی کی کتاب "خصائصِ کبریٰ" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ بعد انہوں نے ایک چھوٹے رسالے میں اس کی تلخیص بھی کی ہے۔ یہاں ہم اس رسالے میں سے کچھ قیمتی جواہرات ذکر کر رہے ہیں۔

خصائصِ آٹھ اقسام پر منحصر ہیں جنہیں ہم مقدمہ کے بعد ذکر کریں گے۔ واضح رہے اللہ تعالیٰ نے ابتداءِ خلق سے جن فضائل و کرامات کو پیدا فرمایا وہ تمام کے تمام اصلاً حضور کی ذات میں جمع ہیں اور دیگر مخلوق میں ان میں بعض آپ کے تابع ہو کر پائے جاتے ہیں۔

اور یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ہر وہ شے جس کا تعلق سرکارِ دو عالم کی تعظیم کے ساتھ ہے۔ اس میں کٹ جہتی سے بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ پس سرکار کی بارگاہ میں ادب و احترام کے جو کلمات بھی کہو ان میں کوئی حرج نہیں۔ پس علماء نے جو یہ خصائص ذکر کئے ہیں یہ سرفاس لیے کہ ان کے ذریعے لوگوں کو سرکار کے اعلیٰ مقام سے آگاہ کیا جائے اور پھر اس لیے بھی تاکہ سرکار کے علاوہ کسی دوسرے کو یہ درجہ نہ دیا جائے۔

ایک دفعہ ایک شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا تھا جب حضرت

عمر کو اس کا علم ہوا تو انہیں نے اس شخص کی گردن اڑانا چاہی لیکن صدیق اکبر نے منع فرمایا کہ صرف سرکار کے گستاخ کی گردن اڑائی جاسکتی ہے آپ کے علاوہ کسی شخص کی گستاخی پر کسی شخص کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ علماء نے خصائص نبویہ کو آٹھ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ اب ہم ان میں سے ہر ایک کو ترتیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ دنیا میں ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

سرکار کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ خلقت کے لحاظ سے آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے اول ہیں اور مزید برآں یہ کہ آپ کی نبوت کو بھی اولیت کا شرف حاصل ہے۔ کیونکہ آپ تو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ اور الست بربکم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و مخلوق سے جو عہد لیا تھا اس میں بھی سب سے پہلے آپ ہی نے بلی کہا تھا۔ اور آیت کی وجہ سے اور آپ کی خاطر بنی نوع انسان اور دیگر مخلوقات کو پیدا کیا گیا۔ عرشِ اعظم پر آپ کا نام مبارک لکھا گیا اور نہ صرف یہاں بلکہ ہر آسمان اور تمام عالم ملکوت میں آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے۔ اور بلائکہ ہر وقت آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے اذان اور طلاءِ اعلیٰ میں آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہے۔

اس لحاظ سے بھی آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ وعدہ لیا گیا کہ وہ سرکارِ دو عالم پر ایمان لے آئیں اور ان کی مدد کریں اگر آپ ان کے زمانے میں تشریف لائیں اور پھر سابقہ کتب میں آپ کی تشریف آوری کی شہادت بھی دی گئی۔ نہ صرف بشارت بلکہ آپ کے اوصاف آپ کے صحابہ، خلفاء اور امت کے اوصاف بیان کئے گئے۔ آپ کے پیدا ہونے کے وقت اور شق صدر کے وقت ابلیس کو آسمانوں میں

روکا گیا۔

آپ کی نبوت کی مہر کو آپ کی پشت میں دل کے مقابل بنایا گیا جہاں سے شیطان
وسوسے ڈالتا ہے۔ جبکہ باقی انبیاء علیہم السلام میں ان کی نبوت کی مہر (جس سے ان کی نبوت
کی تصدیق ہو) ان کی دائیں ہاتھ میں رکھا۔

اس لحاظ سے بھی آپ افضل ہیں کہ آپ کے ہزار اسماء ہیں اور آپ کا ہر اسم، اسم
باری تعالیٰ سے مشتق ہے۔

تقریباً ستر اسماء میں آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے پکارے جاتے ہیں اور اس
لحاظ سے بھی افضل ہیں کہ آپ کا اسم مبارک احمد ہے جو آپ سے قبل کسی کا نام نہ تھا۔
اور یہ کہ دوران سفر ملائکہ آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔

اور یہ بھی آپ کی ذات ہی کا خاصہ ہے کہ آپ تمام مخلوقات میں سے عقل کے
لحاظ سے اعلیٰ و افضل ہیں اور یہ کہ آپ کو کامل حسن دیا گیا اور اس حسن کا صرف ایک حصہ
حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا ہوا تھا۔ قرآنی وحی کے نزول کے وقت آپ کو جبریل امین
نے تین دفعہ نعل میں لیا۔ یہ بھی آپ کی ایک فضیلت ہے کہ آپ نے حضرت جبریل کو
اصلی صورت میں دیکھا جس میں ان کی پیدائش ہوئی۔ اور آپ کی بعثت سے کہانت ختم
ہو گئی اور آسمانوں کو شیاطین سے محفوظ کر دیا گیا۔ یہ بھی سرکار کا خاصہ ہے کہ آپ کے
والدین کو زندہ کیا گیا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھیں گے۔ اور
معراج کی رات آپ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ اور یہاں تک کہ آپ کو قاب قوسین
کی بلندی تک لے جایا گیا اور یوں آپ کے قدم الود نے اس مقام کو بھی چھوا جسے آپ
سے قبل کسی نبی کے قدم نے نہیں چھوا۔ اور نہ ہی کسی مقرب فرشتے نے۔ اور پھر یہ کہ تمام
انبیاء علیہم السلام کو دوبارہ حیات دی گئی تاکہ آپ ان کے امام بن سکیں۔ آپ نے ملائکہ کی امت

کی — اور اسی طرح آپ کو ظاہری حیات میں ہی جنت و جہنم پر مطلع کر دیا گیا۔ آپ نے اللہ رب العزت کی عظیم نشانیوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی مازاغ البصر و ما طغی کی صورت میں حفاظت فرمائی۔ اور اللہ رب العزت کا دیدار دو دفعہ ہوا اور ملائکہ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے اور جدھر جاتے وہ آپ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ آپ کا خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ پر قرآن نازل ہوا جبکہ آپ اُمّی تھے۔ اور آپ کچھ نہیں پڑھے تھے اور نہ ہی کچھ لکھتے تھے۔ اور پھر یہ کہ آپ پر نازل کردہ کتاب معجزہ ہے بلکہ تغیر و تبدل سے بھی محفوظ ہے۔ اور یہ کتاب ان تمام علوم پر مشتمل ہے۔ جن پر سابقہ تمام کتابیں مشتمل تھیں بلکہ ان کتابوں کے علاوہ بھی علوم اس میں سمو دیئے گئے ہیں۔ یوں یہ کتاب ہر شے کی جامع ہے اور کسی چیز کی محتاج نہیں اور یاد کرنے کے لیے بڑی آسان ہے۔ اور اس کا نزول آیتہ آیتہ سات قراءتوں کی صورت میں سات دروازوں سے اور ہر لغت میں ہوا۔ اس کے پڑھنے والے کے لیے ایک حرف کے بدلے ۱۰ نیکیوں کا اجر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن پاک دیگر تمام آسمانی کتب سے تیس فضیلتوں کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

ان خصائص میں سے قرآن پاک کی ایک خوبی و فضیلت یہ ہے کہ یہ دعویٰ و دلیل دونوں پر مشتمل ہے۔ ایسا کلام پہلے کبھی کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ کیونکہ سابقہ کتب میں اگر کتاب میں دعویٰ تھا تو دوسری میں دلیل تھی۔ جبکہ قرآن پاک اپنے معانی کے ساتھ دعویٰ کا حامل ہے جبکہ الفاظ کے ساتھ دوسروں پر حجت ہے۔ کسی دعوے کا شرف اس صورت میں بڑھ جاتا ہے جب اس کی دلیل بھی ساتھ ہو۔ اور دلیل بھی تب کامل ہوتی ہے جب دعویٰ کو اس سے جدا نہ کیا جائے۔

سرکار کا یہ خاصہ بھی ہے کہ آپ کو تخت العرش کے ان خزانوں سے نوازا گیا جو آپ کے علاوہ کسی دوسرے بنی نوع انسان کے فرد کو نہیں دیئے گئے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ ، سورہ فاتحہ ، آیت الکرسی ، سورہ بقرہ کی آخری آیات سبع طوال و مفصل سے نوازا جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کے معجزات قیامت کے دن تک قائم ہیں۔ مثلاً قرآن حکیم۔ جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات ایک خاص وقت تک قائم رہے۔

اور آپ اس لحاظ سے بھی دیگر انبیاء سے افضل ہیں کہ آپ کے معجزات باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہیں بلکہ جو معجزات باقی تمام انبیاء علیہم السلام کو فرداً فرداً عطا کئے گئے وہ آپ کی ذات میں جمع کر دیئے گئے اور یہی حال آپ کے ان معجزات میں ہے "چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ، پتھروں کا سلام کرنا ، تنے کا رونا ، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔ درخت کا آپ سے گفتگو کرنا۔ آپ کی نبوت کی شہادت دنیا اور آپ کی دعوت کا قبول کرنا شامل ہے۔

اس لحاظ سے آپ انبیاء میں افضل ہیں کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی دعوت تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے کیونکہ آپ کو انس و جن دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا اور یہ کہ اللہ رب العزت نے آپ کی زندگی اور رسالت کی قسم اٹھائی ہے اور آپ کے وہ دشمن جو آپ پر طعن کرتے تھے ان کا خود رد کیا۔ اور قرآن پاک میں اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی لکھا۔ یہی نہیں بلکہ تمام بنی نوع آدم پر آپ کی اطاعت کو فرض قرار دیا جس میں کسی طرح کی کوئی استثناء نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کے اعضاء کا ذکر کیا اور قرآن میں آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکارا بلکہ جہاں کہیں بھی آپ کو مخاطب کیا یا ایھا النبی ، یا ایھا الرسول کے ساتھ پکارا۔ اور یہی نہیں بلکہ امت پر آپ کو نام سے پکارنے کو حرام قرار دیا ہے۔ سابقہ انبیاء کی نسبت آپ کو زیادہ پیار سے بلایا اور اللہ تعالیٰ نے حضور کی امت کو سابقہ انبیاء کی امت کی طرح عذاب میں مبتلا نہیں کیا۔

اور یہ بھی سرکار کا ایک خاصہ ہے کہ آپ حبیب الرحمن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے محبت و خلعت دونوں کو جمع کیا۔ اسی طرح نہ صرف آپ کے ساتھ گفتگو کی بلکہ اپنا دیدار بھی عطا فرمایا اور سدرۃ المنتہیٰ پر آپ سے کلام بھی کیا جبکہ موسیٰ علیہ السلام سے صرف کوہ طوً پر کلام کیا۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو قبلوں اور دو ہجرتوں کو جمع کیا اور آپ کو ظاہر کے ساتھ ساتھ باطنی احکامات سے بھی نوازا۔ اور آپ کو رعب و دبہ بھی دیا جس کا اظہار ایک مہینے کی مسافت تک ہوتا اور آپ کو جو امع الکلم بھی عطا کئے گئے۔ زمین کے خزانے عطا کئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام وحی کی ہر صورت میں کیا اور اسرافیلؑ کو آپ کی طرف بھیجا جو آپ سے قبل کسی نبی پر نہیں بھیجے گئے اور آپ کو نبوت کے ساتھ ظاہری بادشاہت بھی عطا کی گئی اور آپ کو ہر شے کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح اور ان پانچ اشیاء کا بھی جن کا ذکر قرآن پاک کی آیت کریمہ میں ہے۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔

اور آپ کو دجال کے بارے میں بتایا جو کسی نبی کو نہیں بتایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت کا شردہ سنایا جبکہ آپ ابھی اپنی ظاہری حیات میں تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

ما یومن اللہ تعالیٰ أحداً
من خلقه الا محمداً صلی
اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضورؐ
کے علاوہ کسی کو امان کا سرفیکٹ جاری

اللہ علیہ وسلم۔ نہیں فرمایا۔

اور یوں اللہ تعالیٰ نے سرکار کا ذکر گرامی بلند کیا یہاں تک کہ جب بھی اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ساتھ سرکار کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اذان، خطبہ و شہد پر حججہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ لیا جاتا ہے اور آپ پر آپ کی امت کو پیش کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے اپنی تمام امت کا

مشاہدہ فرمایا: اور ہر اس محلے کو آپ پر پیش کیا گیا جو قیامت کے دن تک امت میں ہونے والا ہے بلکہ آپ پر تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں بھی پیش کی گئیں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہر شے کا علم عطا کیا گیا۔ جبکہ سرکارِ توہنی نوع انسان کے سردار ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں یوں آپ تمام انبیاء اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں۔

آپ تمام کائنات میں سب سے دقیق النظر اور دانا ہیں اور آپ کی مدد چار وزراء کے ساتھ کی گئی جن میں حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔

اور آپ کو آپ کے صحابہ میں سے چودہ نجیب دیئے گئے جبکہ باقی انبیاء میں سے ہر ایک کو صرف سات نجیب عطا ہوئے اور آپ کے ساتھ ہمزاد آپ پر ایمان لایا۔ اور آپ کی زوجات آپ کی مددگار تھیں اور آپ کی زوجات و بنات ساری کائنات کی عورتوں سے افضل ہیں۔ آپ کی زوجات کا ثواب و عقاب باقی امت کی عورتوں سے دو گنا ہے آپ کے صحابہ انبیاء کو چھوڑ کر باقی تمام مخلوق سے افضل ہیں جن کی تعداد انبیاء علیہم السلام کے لگ بھگ ہے یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور یہ سارے کے سارے مجتہد اور مصیب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس

اقتدیتم۔ کی بھی تم پیروی کرو گے کامیاب ہو جاؤ گے۔

سرزمین مکہ آپ کے لیے کچھ وقت جنگ و جدال کے لیے جائز قرار دی گئی اور آپ نے مدینے کے دونوں پہاڑوں کا درمیانی علاقے کو حرم قرار دیا۔ سرزمین مدینہ کی مٹی عذاب سے پاک ہے اور اس کا غبار جذام جیسی مہلک بیماری کو رفع دفع کر دیتا ہے۔ اور حضور ہی کی وہ ذات گرامی ہے جس کے بارے میں ہر بیت بے قبر میں سوال ہو گا۔

ملک الموت آپ کی بارگاہ میں اجازت لے کر آیا حالانکہ وہ کسی شخص کے پاس اجازت لے کر نہیں جاتا اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح وہ لونڈیاں بھی امت پر حرام ہیں جن سے آپ نے مباشرت فرمائی۔ اور زمین کا وہ ٹکڑا جس میں سرکارِ دو عالم تشریف فرما ہیں وہ کعبہ اور عرش سے بھی اعلیٰ و افضل ہے۔ جائز ہے کہ اس قطعہ کے ذریعے قسم اٹھائی جائے اور یہ مقام کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ آپ کا ستر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اگر کوئی دیکھ لیتا تو اس کی آنکھیں مٹ جاتیں یعنی ان سے بینائی ختم ہو جاتی۔ کسی بھی نبی کی امت کو جو فضیلت ملی وہ آپ کی امت میں پائی جاتی ہے اور سرکار کی امت کے علماء آپ کے قائم مقام ہیں جس طرح سابقہ نبیوں کی امت میں نبی آ کر دوسرے نبی کا قائم مقام بنتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں ہے :

علماء امتی کا نبیاء بنی میرے امت کے علماء بنی اسرائیل کے
اسرائیل انبیاء کی مانند ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں ہے :

ان العالم فی قومہ کالنبی کسی قوم میں عالم کا ہونا ایسا ہی ہے
فی امتہ۔ جیسے کوئی نبی امت میں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبد اللہ کے نام سے پکارا جو آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں پکارا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو عبدًا شکورًا یا نعم العبد فرمایا۔ قرآن پاک ہو یا کوئی دوسری الہامی کتاب کسی میں بھی آپ کے علاوہ کسی اور ذات پر درود بھیجنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضور علیہ السلام کے اسماء گرامی تمام کے تمام توقیفی ہیں جیسا کہ خود رب العزت کے اسماء میں یوں آپ کے اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء کے تابع ہیں۔ واللہ اعلم۔

۲۔ دنیا میں سرکارِ دو عالم کی شریعت اور امت کے خصائص

سرکارِ دو عالم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ کے لیے غنائم کو حلال کر دیا گیا اور کرہ ارض کے ہر حصے کو آپ کے لیے مسجد بنایا جبکہ سابقہ امتوں کے لیے جائے نماز صرف ان کے گرجے اور معبد خانے ہی تھے۔ اور آپ کے لیے زمین کو پاک بنایا گیا یعنی تیمم کی صورت میں اور وضو کے ساتھ کیونکہ یہ چیزیں سابقہ دور میں صرف انبیاء کے لیے یہ نعمتیں تھیں ان امتوں کے لیے نہ تھی۔

اسی طرح اور بھی کچھ ایسے معاملات ہیں جو صرف سرکار کی امت کے ساتھ خالص ہیں۔ جو سابقہ امتوں کے لیے نہ تھی۔ مثلاً موزوں پر مسح کرنا، پانی کو آلہ تطہیر نجاست بنانا، اور زیادہ پانی پر نجاست کا اثر نہ ہونا، جامد چیز سے استنجاء کرنا اور استنجاء کے لئے پانی و پتھر کا جمع کرنا اور پانچ نمازوں کا جمع ہونا، جو کہ آپ سے قبل کسی نبی کی امت پر جمع نہیں ہوئیں۔ اس حیثیت سے کہ یہ نمازیں اپنے درمیانی وقت میں سرزد ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں اور عشاء کی ادائیگی آپ سے قبل کسی نے نہیں کی۔ اسی طرح سے آپ کو دیگر معاملات کے ذریعے بھی دوسروں سے افضل بنایا گیا مثلاً اذان و اقامت کے ذریعے، اقتراح نماز تکبیر کے ذریعے اور پھر آمین کہنے کے ذریعے اور پھر اس قول کے ذریعے اللھم ربنا لک الحمد یعنی اے اللہ ساری کی ساری حمد تیرے نام کی ہے۔ اسی طرح گفتگو کو نماز میں حرام قرار دینا اور نماز میں کہنے کی طرف منہ کرنا اور نماز میں ملائکہ کی طرح صغیر بنانا، اور سلام کا تحفہ دینا یہ وہ تحفہ ہے جو ملائکہ اور اہل جنت کا تحفہ ہے۔

اسی طرح آپ کو مختلف دنوں میں فضیلت کے ساتھ بھی نواز کر بلند کیا گیا مثلاً جمعہ کے دن کو آپ کے لیے عید بنایا گیا اور آپ کی امت کے لیے اور دعا کی قبولیت

کا ایک خاص وقت مقرر کیا ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے ذریعے نماز جمعہ اور باجماعت رات کی نماز، اسی طرح عیدین، کسوفین، استسقاء اور وتر۔

اور پھر آپ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ کے لیے نماز قصر کی اجازت ہوئی۔ اور اسی طرح سفر، بارش اور بیماری کی حالت میں دو نمازوں کو جمع کرنا بھی صرف آپ کا خاصہ ہے۔

اور پھر صلوٰۃ خوف جو آپ سے قبل کسی نبی کی امت کے لیے شروع نہیں ہوئی۔ اسی طرح سے سخت دشمن کے خطرے کے پیش نظر نماز کا اشارہ کے ساتھ پڑھنا اور پھر بھر منہ ہو اور دھری رخ کر کے نماز پڑھ لینا یہ صرف آپ کی امت کا خاصہ ہے۔

اسی طرح رمضان کے مہینے کو مندرجہ ذیل کیفیات کے ساتھ مختص کرنا بھی آپ کی امت کا ایک خاصہ ہے۔ رمضان میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اسی ماہ میں جنت کی تزئین و آرائش کی جاتی ہے اور پھر رمضان میں روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بڑھ کر ہے۔ اور روزہ داروں کے لیے ملائکہ کا استغفار کرنا جبکہ وہ افطار کرتے ہیں۔ رمضان کی آخری رات ان تمام کو معاف کرنا اسی طرح سحری کرنا، اور افطاری میں جلدی کرنا اور رات کو کھانا پینا اور جماع کرنا صبح تک مباح قرار دیا جو سونے کے بعد سابقہ امتوں کے لیے حرام تھا۔

بہی نہیں بلکہ صوم وصال کو حرام قرار دیا جو کہ سابقہ امتوں کے لئے مباح تھا۔ روزے کی حالت میں گفتگو جائز کر دی جو سابقہ امتوں میں حرام تھی۔ اسی طرح مختلف دنوں کی فضیلت سے بھی اس امت کو نوازا یعنی مختلف فضیلت والی گھڑیاں عطا کیں جن میں لیلۃ القدر، یوم عرفہ اور پھر یوم عرفہ کے دن روزہ رکھنے کو دو سال کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا۔ کیونکہ یہ سنت رسول ہے۔ اسی طرح یوم عاشورہ کو روزہ رکھنے کو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا کیونکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔

کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کا دھونا دو نیکیوں کا باعث ہے کیونکہ یہ طریقہ کا سرکار کی شریعت میں ہے جبکہ پہلے ایسا عمل کرنے سے صرف ایک نیکی ملتی ہے کیونکہ یہ توراہ میں مشروع تھا۔ اور چشمے سے غسل کرنا اور اس سے تکلیف کا دور ہو جانا اور مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا۔ قبر کو لحد کی شکل دینا آپ کی امت کا خاصہ ہے جب کہ دیگر امتوں کے لیے شق ہوتا تھا۔ ہمارے لئے تیر کے ذریعے بھی جانور کو ہلاک کر کے کھانے کو حلال کر دیا گیا جبکہ سابقہ امتوں کے لیے صرف ذبح کا حق تھا۔ اور بالوں میں مانگ نکالنا جبکہ سابقہ دور میں امتیں بالوں کو ماتھے پر رکھتے اور بالوں کو رنگنا جبکہ سابقہ لوگ بالوں کو رنگ نہیں سکتے تھے اور پھر داڑھی کو بڑھانے اور مونچھوں کو گھٹانا صرف امت مسلمہ کے لیے ہے جبکہ سابقہ اہل کتاب مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹواتے ہیں اور وہ صرف لڑکے کا عقیدہ کرتے ہیں جبکہ ہمارے لیے دونوں کا عقیدہ مشروع ہے۔

نماز جنازہ کے لیے ترک قیام، نماز فجر و مغرب جلدی پڑھنا اور دیگر معاملات میں جلد بازی کے ارادے کو مکروہ جانا اور پھر صرف جمعہ کا روزہ رکھنا امت مسلمہ کے لیے مکروہ ہے جبکہ اہل یہود صرف عید کے دن روزہ رکھتے تھے۔ عاشورہ کے ساتھ نویں محرم کا روزہ اور پیشانی کو حالت سجدہ میں زمین پر رکھنا صرف امت مسلمہ کا حق ہے۔ جبکہ سابقہ امتیں صرف ایک طرف پر سجدہ کرتی تھیں۔ امت مسلمہ کے لئے نماز کی حالت میں ارد گرد گھومنا مکروہ ہے جبکہ سابقہ امتیں نماز میں ادھر ادھر گھوم جاتی تھیں۔ اسی طرح اس امت کے لیے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ جانا گیا۔ اسی طرح پہلوؤں پہ ہاتھ رکھنا۔ اسی طرح نماز کے بعد دعا کے لیے ٹھہرنا اور پھر نماز کے اندر مصحف سے قرأت کرنا اور اس سے تعلق رکھنا صرف امت مسلمہ کا خاصہ ہے۔

امت مسلمہ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ یہ عید کے دن نماز کی ادائیگی سے پہلے بھی کچھ

کھاپی سکتی ہے جبکہ دیگر اہل کتاب عید کے روز کچھ نہیں کھاتے تھے یہاں تک کہ وہ نماز ادا نہ کر لیں اور اس امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اسے جوتوں اور موزوں میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: بنو اسرائیل میں جب ان کے ائمہ الہامی کتابیں پڑھتے تو ان کی امت انہیں جواب دیتی اور گفتگو کرتی یہ کام سرکار کی امت کے لیے حلال قرار نہیں دیا گیا اور فرمایا جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور خاموشی اختیار کرو۔ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں دائیں ہاتھ پر سہارا لیے کھڑا ہے تو آپ نے اسے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کی نماز ہے۔

پھر سرکار کی امت کی عورتوں کو مسجد میں داخلے کی اجازت دے دی گئی جبکہ سابقہ بنو اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں داخلے سے منع کیا گیا تھا۔

سابقہ امتوں کی شریعتوں میں فسح حکم یوں ہوتا تھا۔ جب کوئی مد مقابل اس چیز کو دوسرے حاکم کے پاس لے جاتا اور اگر وہ اس کے خلاف دیکھتا تو اسے فسح کرنے کا حکم دیتا۔ سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اسے عمائے کے اندر شملہ استعمال کرنے کی اجازت ہے حالانکہ یہ ملائکہ کا عمل ہے۔ تہ بند استعمال کرنا۔ سدل کی کراہت۔

اسی طرح قمیص کے درمیان میں پٹی باندھنے کی بھی اجازت ہے۔ اسی طرح بال رکھنا۔ عبادت کو چاند کے ساتھ متعلق کیا۔ وقف کرنا بہائی تک موت کے وقت وصیت کرنے کا حق۔ اسی طرح جنازے کو جلدی لے جانے کا حکم صرف اس امت کو دیا گیا۔

اور پھر یہ کہ سرکار کی امت بہترین امت ہے اور پھر آخری امت ہے اور پھر اسے سابقہ امم کی برائیوں سے آگاہ کر دیا گیا جبکہ اس کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا۔

پھر یہ کہ اس امت کے دو نام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مشتق ہیں:

المسلمون، المؤمنون اور پھر اس امت کے دین کا نام اسلام رکھا گیا حالانکہ اس وصف

کے ساتھ سابقہ امتوں کو نہیں نوازا گیا سوائے ان کے انبیاء کے۔ سابقہ ام پر جو بوجھ تھے وہ تمام اس سے اٹھالیے گئے۔

اور اس امت کے لیے زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت میں مختلف مال و دولت کے خزانے رکھنے کی اجازت دے دی اور پھر اس دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اس امت کے لیے اونٹ، وحشی گدھا، بطخ، تمام مچھلیاں، ہر قسم کی چربی دم مسفوح کے علاوہ ہر خون مثلاً تلی، جگر اور پٹھے حلال قرار دیئے گئے۔

سرکار کی امت کے خصائص میں ایک خصلت یہ بھی ہے کہ خطا و نسیان، دل کے

خیالات اور مجبوری کی حالت میں اگر شریعت کے خلاف بھی کوئی عمل ہو جائے تو وہ معاف

ہے۔ اسی طرح اگر کوئی برائی کا ارادہ کرے مگر اس کا ارتکاب نہ کرے تو اس کے اعمال

میں کوئی برائی نہیں لکھی جاتی۔ ہاں اگر وہ شخص اس برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کے

اعمال میں صرف ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے تو

عمل کے بغیر ہی ایک نیکی مل جاتی ہے لیکن اگر کوئی نیکی کے اس ارادے کو عملی شکل دے

تو اس کے اعمال میں ۱۰ سے ۷۰ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح سابقہ امتوں

کی طرح توبہ کی صورت میں اپنے آپ کو قتل نہیں کرنا پڑتا اور نہ ہی غیر محرم عورتوں کے

طرف دیکھنے کی صورت میں آنکھوں کو ختم کرنا پڑتا ہے۔ اور نہ ہی نجاست کی صورت

میں متعلقہ حصے کو کاٹنا پڑتا ہے۔ اسی طرح مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ نہیں دینا پڑتا بلکہ

چالیسویں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔ رہبانیت، خصی ہونا اور سیاحت کو اٹھالیا گیا۔

لیس فی دینی ترک النساء و
میرے دین میں عورت اور گوشت کا

لا اللحم ولا اتخاذا الصومع
ترک جائزہ نہیں اور نہ ہی رہبانیت۔

یہودیوں میں یہ دستور تھا کہ ان میں سے جب کوئی ہفتے کے دن کوئی عمل کرتا تو اسے

سولی چڑھایا جاتا تھا لیکن سرکار کی امت کے لیے جمعہ کے دن کام کرنے کی اجازت ہے۔

اسی طرح یہودی بغیر وضو کے کھانا نہیں کھاتے تھے جس طرح کہ نماز بغیر وضو نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح ان میں جب کوئی چوری کرتا تو اسے غلام بنا دیا جاتا تھا اور جس شخص نے خودکشی کی اس پر جنت حرام ہو جاتی۔ اور جب کوئی شخص اپنی مملکت کا بادشاہ بنا تو وہ رعایا کے لیے مالک کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ چاہے تو اس کا مال لے لے چاہے ان کا مال نہ لے لے۔ جبکہ امت مسلمہ ان پابندیوں سے آزاد ہے۔

سرکار کی امت کا یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ اس امت کے لیے چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا مشروع قرار دیدیا گیا۔ اسی طرح تین طلاقیں کا حق بھی ایک خاصا ہے اسی طرح اس امت کے لیے اپنی ملت کے علاوہ دوسری قوم (اہل کتاب) سے بھی شادی کرنا جائز ہے۔ اسی طرح لونڈی سے بھی نکاح کی رخصت عطا کی گئی۔ اسی طرح وطی کے علاوہ حائضہ سے خلط ملط ہونے کی بھی اجازت دی گئی۔ اسی طرح عورت سے کسی بھی جہت سے وطی کرنے کی اجازت دی گئی۔

سرکار کی امت کو قصاص اور دیت میں اختیار دیا گیا ہے۔

اسی طرح حملہ آور سے دفاع کا حق دیا گیا ہے جبکہ بنی اسرائیل میں سے جب کوئی شخص اپنا ہاتھ دوسرے کی طرف بڑھاتا تھا تو وہ شخص اس کو منع نہیں کرتا تھا یہاں تک اسے قتل کر دیتا یا اسے چھوڑ دیتا۔

سرکار کی امت کے لیے شرمگاہ کو کھلا رکھنا، میت پر نوحہ کرنا غلط تعویذ بنوانا، شراب پینا، آلات موسیقی، بہن سے شادی کرنا، سونے چاندی کے برتن، ریشم کے کپڑے حرام ہے۔ مردوں کو سونا زیب تن کرنا اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

ہم سے پہلے امتوں کے لیے سجدہ تعظیمی ہوتا تھا مگر ہمارے لیے سلام عطا کیا گیا ان کے لیے محراب مکروہ جانا، سرکار کی امت کو ضلالت پر جمع ہونے سے بچایا گیا ہے۔

سابقہ امتوں کے زمانے میں اہل باطل اہل حق پر غالب آتے تھے تو ان کے نبی ان کے لیے بد دعا کرتے تھے اور یوں وہ ہلاک ہو جاتے تھے۔ سرکار کی امت کا اجماع کسی چیز و موقف پر حجت ہے اور اس امت کا اختلاف باعثِ رحمت ہے جبکہ سابقہ امتوں کا اختلاف باعثِ عذاب ہوتا تھا۔ اسی طرح طاعون سرکار کی امت کے لیے باعثِ شہادت و رحمت ہے جبکہ سابقہ امتوں کے لیے عذاب تھا۔ سرکار کی امت کے لیے یہ حق ہے۔ اس مرض میں جو شخص دعا کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ یہ امت پہلی اور آخری کتابوں پر ایمان رکھتی ہے اور بیت الحرام کاج کرتی ہے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قتل و غارت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ سرکار کی امت کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں ثواب کی صورت میں اجر موجود ہے اس امت کے بعض افراد ایسے ہیں کہ درخت اور پہاڑ ان کی تسبیح و تقدیس کی شہادت دیتے ہیں۔ اسی طرح امت کے اعمال و ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور ملائکہ ان کو بشارت دیتے ہیں۔ اور ملائکہ ان پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جیسے کہ وہ انبیاء پر بھیجتے ہیں۔ جیسا اللہ رب العزت نے فرمایا:

هو الذی یصلی علیکم
و ملائکته یخرجکم من
الظلمت الی النور

کہ وہ رب کی ذات خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ وہ تمہیں تاریکی سے نور کی طرف لیجائے۔

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ بستر پر مکرر بھی شہادت کا مرتبہ پاتی ہے یعنی اللہ کے ہاں وہ شہید ہوتے ہیں ان کے سامنے دسترخوان بچھایا جاتا ہے جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ جب اس امت کا کوئی فرد لباس پہنتا ہے وہ آثارے جانے تک اس کی مغفرت چاہتا ہے۔ اور اس امت کا صدیق تمام اصدقائے سے افضل ہے۔ اس امت کے علماء و حکماء اپنی فقہ میں انبیاء علیہم السلام کی طرح معرفت

کہہ رہے ہیں۔ اور اس امت کے اہل اللہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور خود مومنین کے حلقہ میں تو نرم ہیں لیکن کفار کے لیے عذاب جان ہیں۔ اور یہ امت قرب کے لیے صلاۃ کا سہارا لیتی ہے۔

اس امت کی قربانی خون بہانا ہے۔

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ جب اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا تو اسے مخفی رکھا جاتا ہے جبکہ سابقہ امتوں میں ایسا نہیں تھا۔ جیسا کہ قربانی کی شئی کو آگ نہ کھاتی تو سمجھ لیا جاتا کہ عمل قبول نہیں ہوا۔

سرکار کی امت میں استغفار کے ساتھ اور نہ امت سے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:

| | |
|-------------------------|----------------------------------------|
| ان اللہ عز وجل اعطی امة | اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ |
| محمد صلی اللہ علیہ وسلم | علیہ وآلہ وسلم کی امت کو چار قسم کے |
| اربع کرامات لم یعطنیہما | فضائل سے نوازا ہے جو مجھے عطا نہیں |
| کانت توبتی بیکۃ واحدم | کئے گئے۔ میری توبہ مکہ میں قبول ہوئی |
| یتوب فی ائی مکان و سلب | جبکہ آپ کی امت کے کسی فرد کی توبہ کسی |
| ثوبی حین عصیت و ہم | بھی جگہ ہو سکتی ہے۔ جب میں نے |
| لا یسلبون و فرق بدینی | نافرمانی کی تو میرے کپڑے اتار دیئے گئے |
| و بین زوجتی و اخرجت | جبکہ امت محمدی نافرمانی کرتی جاتی ہے |
| من الجنة۔ | لیکن اس کے کپڑے نہیں اتارے جاتے۔ |

اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میری بیوی کے درمیان بعد ڈال دیا اور مجھے جنت سے

نکال دیا گیا۔

بنی اسرائیل میں جب کوئی غلطی کرتا تھا تو اس پر اچھے کھانے حرام کر دیئے جاتے تھے اور اس کی غلطی اس کے دروازے پر لکھ دی جاتی تھی جبکہ سرکار کی امت سے یہ وعدہ کیا گیا کہ وہ بھوک سے نہیں مرے گا۔ اور ان کا کوئی دشمن انہیں سولی نہیں چڑھا سکتا اور نہ ہی انہیں غرق کیا جائے گا اور نہ ہی اس امت کو سابقہ امتوں کی طرح دنیا میں ہی عذاب دیا جائے گا۔

اس امت کا یہ خاصہ بھی ہے کہ جب اس امت کے دو افراد کسی بارے میں بھلائی کی شہادت دے دیں تو اس کے لیے جنت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ سابقہ امتوں میں اس وقت تک یہ عمل وقوع پذیر نہیں ہوتا تھا جب تک ایک سو افراد کسی کے بارے میں بھلائی کی شہادت نہ دیں سرکار کی امت اگرچہ عمل، زمانے اور عمر کے لحاظ سے کم ہے لیکن اللہ کے ہاں اجر کے لحاظ سے یہ امت دوسری امتوں سے زیادہ ہے۔

سابقہ امتوں میں سے جب کوئی شخص عبادت کرتا تو وہ باقی امت سے تیس گنا بہتر گردانا جاتا جبکہ امت مسلمہ اس عبادت گزار بندے سے بھی تیس گنا بہتر ہے۔ اس امت کو مصیبت کے وقت نماز، رحمت اور ہدی کی صورت میں تحائف سے نوازا گیا۔ اسی طرح اسے اول و آخر کا علم عطا کیا گیا اور اس پر ہر شے کے خزانے کھول دیئے گئے۔ یہاں تک کہ علم کے خزانے بھی اس پر تمام کے تمام کھول دیئے گئے۔ اور اسے اسناد، انساب، اعراب، کتب لکھنا اور ہر دور میں اپنے نبی کی سنت کی حفاظت کرنا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نازل فرمائیں گے۔ اسی امت میں سے آقطاب، اوتاد، نجباء اور ابدال ہیں۔ اسی امت کا ایک فرد ہوگا جو نماز میں عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہوگا۔ اسی امت میں ایسے افراد ہیں جو ملائکہ کی طرح بسبح کے ذریعے کھانے پینے سے مستغنی ہوں گے۔ اسی امت کے افراد دجال کو قتل کریں گے۔

اسی امت کے افراد کی اذانیں اور تبلیغی آسمانوں میں ملائکہ سنتے ہیں۔ اسی امت کے بعض افراد ہر حال میں اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور ہر بلندی پر اللہ کے اور بستی میں سبحان اللہ کہتے ہیں اور جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو انشاء اللہ کہتے ہیں۔ اور امت کو جب غصہ آتا ہے تو تھلیل (لا الہ الا اللہ) کہتے ہیں اور جب کسی جھگڑے میں مبتلا ہوتی ہے تو سبحان اللہ کہتے ہیں اور جب کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو سب سے پہلے استخارہ کرتے ہیں۔ اسی طرح جب چوپاؤں کی پیٹھوں پر سوار ہوتی ہے تو اللہ رب العزت کی حمد کرتی ہے۔ اس کے صحیفے آسمانی اور اس کے سینے میں ہیں۔ اس امت میں جو سب سے پہلے ایمان لے آیا وہ حنبت میں بغیر حساب کے پہلے ہی جائے گا۔ اعتدال پر رہنے والی نجات پائے گا اور اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

اس امت کے ظالم شخص کے لیے بھی مغفرت ہے اور کوئی ایسا فرد نہیں جس پر اللہ رب العزت کی رحمتوں کی بارش نہ ہو۔ مزید برآں یہ کہ یہ امت اہل جنت کے رنگوں جیسا کپڑا پہنتی ہے۔ سورج کو دیکھ کر (یعنی سورج گرہن کی حالت میں) نماز پڑھتی ہے اللہ تعالیٰ کے تزکیہ کی وجہ سے اس امت کو امت وسط کا درجہ ملا ہے اور جب یہ امت دشمن کے مقابلے میں دین کو بلند کرنے کے لیے نکلتی ہے تو ملائکہ مدد کے لیے نازل ہوتے ہیں۔

اس امت پر وہی کچھ فرض ہے جو سابقہ ادوار میں انبیاء اور رسل پر فرض ہوتا تھا مثلاً وضوء اور حالت جنابت میں غسل۔ اسی طرح حج و جہاد۔ نوافل کی صورت میں وہ عبادت بھی عطا کی گئی جو انبیاء علیہم السلام کو عطا کی گئی۔ اس امت کو یا ایہا الذین آمنوا جبکہ سابقہ امتوں کو یا ایہا المسلمین کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یوں بھی مخاطب فرمایا :

فَاذْكُرُونِي اذْكُرْكُمْ
یعنی اس امت کو حکم دیا وہ اس کا ذکر کسی واسطہ کے بغیر کرے۔ اس کے برعکس جب
بنی اسرائیل کو مخاطب کیا تو فرمایا:

اذْكُرُوا النِّعْمَتِي الَّتِي عَلَيْكُمْ
میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے

تم پر کیں۔

کیونکہ بنی اسرائیل اللہ رب العزت کو صرف نعمتوں کی بنا پر جانتے تھے۔ گویا کہ وہ نعمتیں
دراصل ان کو نعمتیں دینے والے تک پہنچاتی تھیں۔ اس امت کے اکثر افراد۔ غلام
اور لونڈیوں کی صورت میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔

جب قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَالسَّابِقُونَ الْاُولٰٓئِن مِّن
المہاجرین و المانصار
والذین اتبعوہم باحسان
رضی اللہ عنہم ورضو اعنہ
وہ مسلمان جو پہلے پہل ایمان لائے۔
مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ
جنہوں نے ان کی اتباع کی اللہ ان
سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی
ہو گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هذالامتی کلھا و لیس بعد
الرضی سخطاً۔
راضی ہونے کا یہ تحفہ میری ساری امت
کے لیے ہے اور اللہ رب العزت کے

ہاں رضا کے بعد ناراضگی نہیں۔

اسی امت کو اہل قبلہ سے بھی موسوم کیا گیا اور پھر یہ کہ اس امت کی شہادت دوسری
امتوں کے افراد کے لیے ہو سکتی ہے لیکن وہ امتیں مسلمانوں کے خلاف یا حق میں شہادت
نہیں دے سکتیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے۔ اس امت کو کبھی بھی لباس کی نعمت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی حدود کے نفاذ کے وقت اس کو کھینچا جائے گا بلکہ اس وقت اسے بٹھا کر مارا جائے گا اور اس پر کپڑے ہوں گے۔

علماء فرماتے ہیں کہ ابتدائی شریعتوں میں تخفیف تھی۔ کیونکہ حضرت نوح، صالح و ابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں ثقل و تشدید نہیں۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے دین میں بڑی سختی تھی۔ اسی طرح یہی حال عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا بھی رہا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آئی تو اس نے شدت و تخفیف کے سارے پیمانے منسوخ کر کے اعتدال کو اپنایا۔

۳۔ آخرت میں سرکارِ دو عالم کے خصائص

قیامت کے دن سرکارِ دو عالم اللہ کے وہ پہلے بندے ہوں گے جو زمین سے اٹھیں گے۔ بجلی اور کڑک کے موقع پر سب سے پہلے آپ ہی افاتہ محسوس کریں گے۔ ستر ہزار ملائکہ نے آپ کو گھیر رکھا ہوگا اور آپ براق پر سوار ہوں گے۔ آپ کے اسم مبارک کا میدان محشر میں اعلان کیا جائے گا۔ آپ کو میدان محشر میں سب سے اعلیٰ جنتی لباس پہنایا جائے گا۔ آپ عرش کے دائیں جانب اور مقام محمود پر کھڑے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام و دیگر مخلوق آپ کے جھنڈے کے سایے تلے ہوگی اور آپ انبیاء کے امام اور ان کے قائد ہوں گے۔ اور ان کی طرف سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گفتگو بھی آپ ہی کریں گے۔

قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے سجدے کی اجازت آپ کو ہی ہوگی۔ اور آپ ہی سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھائیں گے۔ اور پھر اللہ رب العزت کی زیارت کا شرف پانے والی شخصیت بھی آپ ہی ہوں گے۔ اس دن آپ شافع اول

بھی ہوں گے۔ اور مشفق بھی۔ یہ وہ دن ہے کہ ہر کوئی اپنے نفس کے بارے میں اللہ رب العزت سے مغفرت کا سوال کرے گا جبکہ آپ کی ذات دوسروں کے لیے سوال کر رہی ہوگی۔

قیامت کے دن آپ اپنی شفاعت کبریٰ کے ذریعے تمام انسانیت کا حساب و کتاب شروع کر وائیں گے۔ اور اپنی شفاعت کے ذریعے اپنی امت کے مختلف گروہوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے۔ اور اسی شفاعت کے ذریعے اس شخص کو جہنم سے بچایا جائے گا جو جہنم کا حق دار ہوگا۔ اسی کے ذریعے جنت میں لوگوں کے درجات بلند ہوں گے اور اسی شفاعت کے ذریعے حضور اپنی امت کے افراد کو جہنم سے نکالیں گے۔ اسی شفاعت کے ذریعے حضور علیہ السلام ان صلحاء امت کی بھی سفارش کریں گے جنہیں عبادات کے بجالانے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ حضور علیہ السلام کی اسی شفاعت کے صدقے امت مسلمہ کے حساب میں تخفیف ہوگی۔ یہاں تک کفار کو جو ابدی سزا ہوگی کہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں آئیں گے۔ ان کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور پھر مشرکین کے بچوں کو عذاب نہیں دیا جائیگا۔ حضور علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے التجا کی ہے کہ وہ اہل بیت میں سے کسی کو بھی جہنم میں داخل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس التجا کو قبول کیا ہے اور سرکارِ دو عالم پل صراط سے گزرنے والے سب سے پہلے شخص ہوں گے۔ اور اس دن آپ کے چہرے اور سر کے ہر بال کے بدلے ایک نور ہوگا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے صرف دو نور ہوں گے۔ اس دن تمام مخلوق کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند کریں تاکہ آپ کی صاحبزادی پل صراط سے گزرے۔ اور سرکارِ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور پھر جنت میں بھی سب سے پہلے داخل ہوں گے اور آپ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ داخل

ہوں گی۔

یوم حشر میں سرکار کو کوثر اور حوض اعظم جیسی نعمتوں سے خاص کیا جائے گا۔ اس دن ہر نبی کے لیے ایک حوض ہوگا لیکن سرکار کا حوض تمام انبیاء علیہم السلام کے چشموں سے وسیع ہوگا اور اس پر پانی پینے والوں کی بھی تعداد دوسروں کی نسبت زیادہ ہوگی۔

آپ کو وسیلہ کی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ یہ جنت میں ایک اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ آپ کے منبر کے پاٹے جنتی ستون ہیں اور یہ منبر جنت کے چشمے پر ہے حضور علیہ السلام کے منبر اور روضے کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ قیامت کے دن حضور علیہ السلام سے تبلیغ پر کوئی شہادت طلب نہیں کی جائے گی کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے یا کہ نہیں جبکہ باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے اس بارے میں شہادت طلب کی جائے گی اور سرکار تمام انبیاء کے بارے میں شہادت دیں گے۔ قیامت کے دن ہر رشتہ اور تعلق ختم ہو جائے گا مگر سرکار کا حسب و نسب باقی رہے گا۔

قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت کے علاوہ کسی بھی فرد کی کنیت نہیں ہوگی۔ اور اس دن حضرت آدم علیہ السلام کو ابو محمد کی کنیت کے ساتھ پکارا جائے گا۔ بہت سی احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ قیامت کے دن اہل نرفتہ کا امتحان لیا جائے گا پس جو افراد سرکار کی اطاعت کریں گے وہ تو کامیاب ہوں گے یعنی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ لیکن جنہوں نے آپ کی نافرمانی کی جہنم میں داخل ہوں گے۔ غالب گمان یہ ہے کہ اہل بیت کے تمام افراد امتحان کے وقت آپ کی اطاعت ہی کریں گے تاکہ اسکے ذریعہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ احادیث میں یہ بھی ہے کہ جنت کے درجات آیات قرآنی کی تعداد کے برابر ہیں۔ حامل قرآن سے کہا جائیگا،

پڑھتا جا اور بلند ہوتا جا۔ تیری آخری منزل وہی ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔
یہ نشان قرآن کے علاوہ کسی کتاب کا نہیں۔ اور جنت میں صرف آپ کی کتاب یعنی
قرآن حکیم ہی کی تلاوت ہوگی اور اسی طرح صرف آپ کی زبان یعنی عربی میں گفتگو ہوگی۔
حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے :

انا اول من یقرء باب
الجنة فیقوم الخازن فیقول
من انت ؟ فاقول انا محمد
فیقول اقوم فانفتح لك ولم
اقم لاحد قبلك ولا اقوم
لاحد بعدك واللہ اعلم۔
قیامت کے دن میں جنت کا دروازہ
کھٹکھٹانے والا شخص ہوں گا۔ اس
پر جنت کا خازن (دربان) پوچھے گا
تم کون ہو؟ میں کہوں گا، میں محمد ہوں
اس پر عرض کرے گا میں ابھی
کھڑا ہو کر آپ کے لئے دروازہ
کھولتا ہوں۔ آپ سے پہلے میں کبھی نہ کسی کے لیے کھڑا ہوا ہوں اور نہ
آئندہ کبھی کسی کے لیے کھڑا ہوں گا۔ واللہ اعلم بالصواب!

۴۔ آخرت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے خصائص

سرکار کی امت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے یہی امت
زمین سے اٹھے گی اور قیامت کے دن جب اعمال ناموں کے ساتھ پیش ہوگی تو اس
امت کے چہرے وضوء کرنے کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے اور پھر اس کو حشر
میں ایک بلند مقام نصیب ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام کی طرح اسے نور حاصل ہوں گے
جبکہ دیگر مخلوق کا صرف ایک نور ہوگا۔

قیامت کے دن اس امت کے چہرے پر سجدوں کے نشان ہوں گے۔ اس
کی نابالغ اولاد اس کے لیے آگے جا کر بند و نسبت کرے گی۔ اور اس امت کو اعمال

نہ مے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور پل صراط سے یہ امت ہو اور بھلی کی مانند تیزی سے گزرے گی۔ اس دن اس امت کے نیک افراد بُروں کے لیے شفاعت کریں گے۔ اس امت کو دنیا اور عالم برزخ میں اس لیے سزا دی جائے گی تاکہ وہ قیامت کے دن بالکل پاک و صاف ہو۔ جب اسے قبور میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں گناہ ہوتے ہیں اور جب وہاں سے نکال دیا جاتا ہے تو یہ گناہوں سے پاک ہوتی ہے۔ یہ درجہ مؤمنین کی استغفار کے باعث ہوتا ہے جو وہ اس امت کے لیے کرتے ہیں۔ یہ اعزاز بھی صرف اسی امت کو حاصل ہے جبکہ دیگر امتوں کے لیے وہی کچھ نصیب ہوتا ہے جو وہ خود کرتے ہیں۔

قیامت کے دن تمام مخلوق سے پہلے امتِ محمدیہ کا فیصلہ ہوگا اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس دن یہ امت میزان کے لحاظ سے سب سے زیادہ ثقیل ہوگئی اور پھر اس امت کو عادل حاکم کے درجے پر فائز کیا جائے گا جو اس بات کی گواہی دیں گے کہ واقعی ان کے رسولوں نے ان تک پیغامِ خدا پہنچایا۔

اس امت کے ہر فرد کے گناہ یہودی یا نصرانی کو دیئے جائیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے۔ سرکار کی امت قیامت کے دن ساری امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ اور اس امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ہر فرد کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد جنت میں جائیں گے۔ اور اس امت کے تمام بچے جنت میں جائیں گے اور قیامت کے دن تمام اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ باقی تمام امتوں کی صرف ۱۰ صفیں۔ اور اس امت کی ۱۰ صفیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس امت پر تجلی فرمائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گی۔ اجماع اہل سنت کی مطابق یہ امت اللہ کو سجدہ کرے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر امت کے بعض افراد جنت میں ہوں گے اور بعض

جہنم میں لیکن سرکار کی امت کے تمام افراد جنت میں ہی ہوں گے۔

۵۔ وہ اعمال جو سرکار کے لیے واجب اور دیگر انبیاء

کے لئے کبھی واجب اور کبھی مستحب

سرکار دو عالم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ سرکار کے لیے نماز چاشت، وتر، تہجد، مسواک کرنا، قربانی دینا، مشورہ کرنا، صبح کی دو رکعت پڑھنا، جمعہ کا غسل، زوال سے قبل چار رکعت پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح ہر نماز کے لیے وضو کرنا اور جب کبھی حدث لاحق ہو لیکن بعد میں مسواک کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ اور استعاذہ۔ اسی طرح سرکار کے لیے یہ بھی واجب ہے کہ دشمن کا مقابلہ کرو اگرچہ دشمن زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب کسی کافر سے لڑائی ہو تو اسے قتل کئے بغیر واپس نہ لوٹنا بھی سرکار کے لیے واجب ہے۔

برائی کو مٹانا، کسی خوف کی بنا پر اسے نہ چھوڑنا بھی سرکار کے لئے واجب ہے۔ اپنے وعدے کو پورا کرنا اور مسلمانوں میں سے جو تنگ دست، مقروض فوت ہو جائے تو اس کا قرض ادا کرنا بھی سرکار کے لئے واجب ہے۔

آپ کی ازواج مطہرات کو یہ اختیار ہے کہ وہ آپ کے ساتھ رہیں یا الگ ہو جائیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح نہ کرتا تا کہ ازواجی تعلقات آپ سے ہی قائم رہے۔

نماز کو کامل طریقہ سے ادا کرنا، امر بالمعروف میں مجاہدہ کے وقت طریق حسن اختیار کرنا۔ علم سیاست کے بارے میں آپ کو مکلف بنایا گیا جو آپ کے علاوہ کسی کو نہیں بنایا گیا۔ اسی طرح دنیاوی زندگی بھر لوہے لبر کرنے کے ساتھ ساتھ مشاہدہ حق کا آپ ہی کو مکلف بنایا گیا اور ہر وہ کام جس کے کرنے کا حکم تمام انسانیت کو

دیا اس میں آپ کو اکیلے مکلف بنایا گیا ہے۔

آپ حالتِ وحی میں دنیا سے تعلق نہیں ہو جاتے تھے۔ آپ سے نمازِ روزہ اور دوسرے احکام ساقط نہیں ہوتے تھے۔ آپ کو اس امر کا بھی مکلف بنایا گیا کہ آپ ہر روز ستر و فحما استغفار کریں۔ اور آپ کے تمام نوافلِ فرائض کے تابع ہوتے تھے جو اجر میں زیادتی کا سبب بنتے نہ کہ ان نوافل کی وجہ سے فرائض میں واقع خلل کا ازالہ ہوتا تھا کیونکہ آپ تمام فرائض کامل حالت میں ادا کرتے۔ پھر معراج کی رات آپ کو پچاس نمازوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ بعض علماء نے بہت سی ایسی احادیث مبارکہ نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ روزانہ کی پانچ نمازوں کے علاوہ آپ کی نمازوں کی رکعتوں کی تعداد سو تک ہے۔

آپ پر واجب ہے کہ آپ نماز کے وقت سوئے ہوئے افراد کو جگائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل ہو (ادع الی سبیل ربک)

اسی طرح آپ پر عقیقہ اور ہدیہ پر ثواب واجب کیا گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا واجب کیا گیا اور جمع کرنا حرام قرار دیا گیا۔ مسلمانوں میں جو شخص اہل و عیال کو حالتِ فقر میں چھوڑ کر مرتا تو آپ اس کی حاجت روائی کرتے اور جو کچھ جنایات اس پر واجب ہوتیں اس کو ادا کرتے۔ اسی طرح کفارات کو بھی پورا کرتے۔

مشکلات کے وقت دامنِ صبر کو تھامے رکھنا آپ پر واجب ہے اور پھر آپ کا ان لوگوں کے ساتھ رہنا جو صبح و شام اللہ کو پکارتے ہیں اور پھر لوگوں کو ایسا خطاب کرنا جس کو وہ سمجھ سکیں، یہ بھی آپ پر فرض ہے۔

۴۔ وہ اشیاء جو ضرر سرکار کے شرف کی بنا پر آپ پر حرام ہیں

سرکارِ دو عالم پر صدقہ اور زکوٰۃ حرام ہے۔ جو آپ کے لیے اور آپ کی آل و عیال

دعویٰ کے لیے کفارہ ہے اور آپ کے دعویٰ کے لیے بشرطیکہ کفالت کا انتظام ہو۔ اسی طرح بالاجماع آپ کی ازواج مطہرات پر بھی صدقہ اور زکوٰۃ حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

انما کان حراما علیہما سرکارِ دو عالم پر صدقات افراد حرام
صدقات الاعیان دون ہیں جبکہ عام قسم کے صدقات جیسا کہ
العامة کالمساجد و میاہ مساجد اور کنوؤں پر صدقات وغیرہ
الابار۔ لگائے جاتے ہیں حرام نہیں۔

آپ کی آل کو مزدور بنانا اور ان پر نذر آؤ کفار خرچ کرنا اور اولاد اسماعیل کی قیمت

لینا بھی حرام ہے۔

آپ کے لیے لکھنا، شعر کہنا اور کتاب سے دیکھ کر پڑھنا منع تھا۔ زرہ پہن کر
آنا آپ کے لیے جائز نہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ دشمن کو قتل کر دیں یا اللہ تعالیٰ آپ
کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ خیانت
نگاہ اہل کتاب سے نکاح کرنا اور وہ چیزیں جن سے دیگر لوگ متمتع ہیں ان کی طرف
نہ دیکھنا، اور اذان اور اللہ کا نام سن کر قتل و غارت کرنا حرام ہے۔

آپ پر شراب اعلان نبوت سے پہلے ہی حرام تھی جبکہ ابھی دوسرے لوگوں پر
اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں آیا تھا۔ اسی لئے آپ نے کبھی شراب نہیں پی اور
نہ ہی ابو بکرؓ نے پی نہ جاہلیت کے دور میں نہ اسلام قبول کرنے کے بعد۔
اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہی آپ کو کشف شرمگاہ سے منع کیا گیا تھا۔

۷۔ وہ اعمال جو حضور علیہ السلام کیلئے مباح ہیں

آپ نماز وتر سواری پر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں حالانکہ یہ نماز واجب ہے۔ اور پھر

اس نماز میں قرأت بالجہر کرنا اور اس کے علاوہ اخفاء میں نماز پڑھنا آپ کے لیے مباح ہے۔ اسی طرح نماز کی ایک رکعت حالت قیام اور قعود دونوں میں ادا کرنا آپ کے لیے مباح ہے۔

آپ کو یہ حق حاصل تھا کہ آپ اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے کسی معاملے میں شہادت دے سکتے ہیں اور اسی طرح جو آپ کے لیے یا آپ کی اولاد کے لیے شہادت دے اس کی شہادت کو قبول کیا جائے۔ دیگر حکام کے برخلاف آپ یہ قبول کر سکتے ہیں۔ سرکار کو یہ حق بھی حاصل ہے متحکم بالزنا کو بغیر شہادت کے قتل کر سکتے ہیں لیکن آپ کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

سرکار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ لفظ صلاۃ کے ساتھ کسی بھی فرد کے لیے دعا کر سکتے ہیں لیکن ہم اس لفظ کے لیے صرف نبی اور فرشتوں کے لیے دعا کر سکتے ہیں آپ اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

آپ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ضمیر واحد لائی جاسکتی ہے کسی اور کے لیے نہیں۔ اسی طرح سرکار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شخص جو آپ کو گالیاں دیں یا بھوکے سے قتل کر دیا جائے۔ آپ کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ فتح سے قبل ہی زمین کو تقسیم فرمادیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے۔ آپ کو یہ حق بطریق اولیٰ حاصل ہے کہ آپ جنت کی زمین کو تقسیم فرمائیں۔

۸۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کرامات

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب صلاۃ (صلوٰۃ و سلام) کے ساتھ مختص کیا گیا اسی طرح آپ کا مال و دولت کے لحاظ سے کوئی وارث نہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام تھے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کو یہ حق حاصل تھا کہ وصال سے

قبل تمام مال بطور صدقہ وصیت کر دیں۔ سرکارِ دو عالم جب کسی غزوے کے لیے لشکر تالیف لے جاتے تو ہر مسلمان پر اس جہاد کے لیے نکلنا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق واجب ہو جاتا تھا۔

ماکان لاهل المدینۃ و
من حولہم من الاعراب
ان یتخلفوا عن رسول اللہ۔
اہل مدینہ اور اردگرد کے دیہاتی مسلمانوں
کو یہ حق حاصل نہیں کہ رسول خدا جہاد کے
لیے نکلیں اور یہ بیٹھے ہی رہیں۔

آپ کے خلفاء کے لیے یہ حکم باقی نہ رہا۔ یعنی ان کے جہاد کے لیے نکلنے سے
باقی لوگوں پر نکلنا واجب نہ تھا۔ چادر میں بھی آپ کی ازواجِ مطہرات و بیٹیوں کو ڈکھنیا
حرام ہے۔ اسی طرح آپ کی ازواجِ مطہرات و بنات کو اپنا منہ کھلا رکھنا۔ شہادت یا
اس کے لئے کسی کام کے لیے باہر نکلنا۔ لوگوں سے بالمشافہ سوال کرنا اور یہ کہ مؤمنوں
کی مائیں ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان اہمات پر واجب
ہے کہ یہ نبی کے گھر میں ہی رہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ کا بغیر کسی عذر کے
بیٹھ کر نفل پڑھنا کھڑے ہونے کی طرح ہی ہے۔

آپ کے بلانے پر نمازی کو نماز چھوڑ کر آنا لازم ہے۔ یہی حال دیگر انبیاء علیہم السلام
کا ہے۔ حضرت جابرؓ فرمایا کرتے تھے:

لیس علی من ضحل فی
الصلاة وضوءاً انما واجب
علی الصحابة لسکونہم ضحکوا
خلف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔
اگر کوئی شخص نماز میں مسکرائے تو اس
پر وضوء کرنا واجب نہیں لیکن یہی عمل
اگر صحابہ کرام کریں تو ان پر وضوء واجب
ہے کیونکہ انہوں نے یہ عمل سرکارِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کیا۔

حجرات کے پیچھے سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا۔ اسی طرح دورے
 پیچ کر آواز دینا بھی حرام ہے۔ اسی طرح آپ کا خون اور پیشاب بلکہ آپ کے تمام
 فضلات پاک ہیں بلکہ آپ کا بول پینا باعثِ شفا ہے۔ اسی طرح جو شخص سرکارِ کو گالیاں دیں۔ اسے قتل کرنا واجب ہے اور جو شخص
 آپ کی اہانت کرتا ہے وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسی طرح آپ سے محبت کرنا اور
 آپ کے گھروالوں سے اور آپ کے اصحاب سے محبت کرنا واجب ہے۔
 آپ کا نسب بیٹیوں کی طرف سے جاری ہوا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ لم یبعث نبیاً
 قط الا جعل ذریئہ من
 صلبہ غیرہ فان اللہ
 جعل ذریئہ من صلب
 میرے سوا تمام انبیاء کی اولاد اللہ
 تعالیٰ نے ان کی پشتوں میں رکھی لیکن
 میری اولاد اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی پشت
 سے بنائی۔

علیؑ۔

آپ کے کسی داماد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ آپ کی بیٹیوں کی موجودگی میں کسی اور
 سے شادی کرے۔ بعض علماء کے قول کے مطابق قیامت تک آپ کی اولاد کی موجودگی
 میں بھی اور کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس کی وجوہات ظاہر ہیں کہ سرکار کے خون
 کے ہوتے ہوئے کسی غیر سے تعلقات بڑھانا بد نخبی ہے۔ آپ کے ساتھ جس کا رشتہ
 ہوا وہ آگ میں نہیں جائے گا۔ جس محراب میں آپ نے نماز ادا کی اس کے درست
 ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ آپ کے لیے دعا لفظِ رحمت سے کرنا مناسب
 نہیں۔

کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ انگوٹھی پر محمد رسول اللہ نقش

کرائے جیسا کہ سرکار نے کیا تھا۔ سرکار دو عالم غصے اور خوشی دونوں حالت میں صرف منہ سے کلماتِ حق ہی نکالتے تھے۔ آپ کے خوابِ حق۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی حق ہوتے۔

انبیاء علیہم السلام پر جنون اور بے ہوشی جو طویل عرصے تک چھائی رہے، کا طاری ہونا حرام ہے۔ علاوہ اس کے ان کا بے ہوش ہونا، دوسروں کی طرح بے ہوش ہونے سے مختلف تھا۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا سونا دوسرے لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ان تمام نقائص سے پاک ہونا واجب ہے جن سے لوگ نفرت کریں۔

سرکار دو عالم کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ احکام کو بعض لوگوں کے لئے مخصوص فرمائیں جیسا کہ حضرت خزیمہؓ اکیلے کی شہادت کو دوسروں کی شہادت کے برابر بنایا اور حضرت خولہ بنت حکیم کو نوحہ کرنے کی اجازت دی اور حضرت اسماء بنت عمیس کو سوگ میں رخصت دی۔ اسی طرح ایک شخص صرف اس شرط پر مسلمان ہوا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا۔ آپ نے اس کی یہ شرط قبول فرمائی۔ آپ نے مہاجرین کی ازواج کو یہ حق دیا کہ وہ اپنے خاوند حضرات کے گھروں کی مالک ہیں کیونکہ وہ مسافر ہیں اور ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ طلوعِ شمس سے روزہ رکھتے تاکہ طلوعِ فجر سے ظاہر ہے یہ خصوصیت سرکار نے ہی آپ کو دی تھی۔ اسی طرح اہل بیت کے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوانا جبکہ وہ ابھی نابالغ تھے سرکار ہی کا خاصہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسے آپ اپنے سامنے دیکھتے۔ اسی طرح آپ دائیں بائیں اور رات کی تاریکی میں ایسا ہی

دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے ہوں۔ آپ کا پسینہ کھاری پانی کو بھی بیٹھا کر دیتا تھا اور دودھ پینے والے بچے کے لیے سیری کا سبب بن جاتا۔ اسی طرح آپ کی آواز وہاں تک جاتی تھی یا آپ اتنی دور سے سن لیتے تھے کہ دوسرا کوئی شخص اتنے فاصلے سے سن نہیں سکتا تھا۔ آپ کی آنکھیں تو سوتی تھیں مگر آپ کا دل نہیں سوتا تھا۔

یہی مقام تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ آپ کا پسینہ کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ جب آپ کسی لمبے قد والے شخص کے ساتھ چلتے تو آپ کا قدم با نظر آتا اور جب آپ تشریف فرما ہوتے تو آپ کا کاندھا تمام بیٹھے ہوئے افراد سے بلند ہوتا تھا۔ آپ کا سایہ کبھی زمین پر نہیں پڑا۔ سورج کی روشنی ہو یا چاند کی چاندنی کبھی بھی آپ کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ آپ نور تھے۔ آپ کے کپڑے پر نہ کبھی کوئی مکھی بیٹھی۔ آپ جب کسی سواری پر سوار ہوتے تو وہ نہ لید کرتی اور نہ پشیاں اور اس کے قدم متورم بھی نہ ہوتے۔

جب سرکار سفر کرتے تو زمین آپ کے لیے سکوڑ کر کم ہو جاتی۔ آپ جماع میں چالیس افراد کی طاقت رکھتے تھے۔ آپ کی ایک ٹانگ ایک سو افراد کی قوت کے برابر طاقت رکھتی تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ قناعت پسند تھے خوراک کے لئے ایک لقمہ آپ کے لیے کافی ہوتا تھا۔ آپ کے جسم اطہر سے بول و براز کی صورت میں جو کچھ خارج ہوتا زمین اسے نکل لیتی اور وہاں سے خوشبو آتی۔

یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ اور آپ کے سلسلہ نسب میں آدم سے لے کر آپ کی ذات تک کوئی سفاح (زانی) نہیں تھا۔ اور صاحب سجدہ لوگوں کی پشتوں میں رہے۔ یہاں تک کہ آپ نبی ہی پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے آپ کے سوا کسی دوسرے فرد کو نہیں جنا اور آپ کی پیدائش کے وقت تمام بت سجدہ ریز

ہو گئے۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو آپ تختہ شدہ اور آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی۔ اور آپ حالتِ نطفہ میں پیدا ہوئے۔ یعنی آپ کے بدن پر کوئی گندگی نہ تھی۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ زمین پر سجدے کی حالت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک عاجز شخص کی طرح اپنی انگلیاں اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا۔ اس نور سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ اسی طرح کا نور تمام انبیاء علیہم السلام کی اہمات نے بھی دیکھا۔ آپ کو ایسی کسی دایہ نے دودھ نہیں پلایا جو اسلام نہ لائی ہو۔ آپ کا پنگھوڑا ملائکہ کے حرکت دینے سے حرکت کرتا اور جس طرف آپ اپنی انگلی مبارک سے اشارہ کرتے چاند اسی طرف مائل ہوتا۔ اور یہ بھی آپ کا اعزاز ہے کہ آپ گو د میں ہی گفتگو کرتے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہلی گفتگو کی وہ یہ ہے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا۔ جب ملک الموت آپ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو اختیار دیا کہ آپ دنیا میں رہیں گے یا اپنے رب کے ہاں رجوع کریں گے۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔

سرکارِ دو عالم کے وصال کے مرض میں اللہ رب العزت نے جبریل امین کو تین دن تک لگاتار بھیجا تاکہ وہ آپ کا حال پوچھے۔ جب ملک الموت آپ کے پاس آئے تو ان کے ساتھ ایک اور فرشتہ بھی نازل ہوا جس کا نام اسماعیل ہے جو کہ ہوا میں رہتا ہے۔ جو نہ کبھی آسمان پر چڑھا اور نہ آپ کے وصال سے قبل زمین پر اترا۔ لوگوں نے ملک الموت کو روتے ہوئے سنا اور وہ کہہ رہے تھے وا محمد اہ۔

آپ پر آپ کے رب نے صلوٰۃ پڑھی اور تمام ملائکہ اور لوگوں نے بغیر امام کے درود شریف پڑھا۔ کیونکہ حیات و وصال دونوں حالتوں میں سرکارِ ہی ہمارے امام ہیں

آپ کے جنازے میں معروف دعائے جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ گھر میں وہاں دفن کیا گیا جہاں آپ کی روح نے پرواز کیا تھا۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر انسانوں کے لیے افضل یہ ہے کہ ان کو قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آپ کے وصال پر زمین تاریک ہو گئی۔ سرکارِ دو عالم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو پڑھنے سے ثواب ملتا ہے جیسا کہ قرآن کی تلاوت کرنے پر ثواب ملتا ہے۔ آپ کی احادیث کو پڑھنے کے لیے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ آج بھی سرکارِ دو عالم کی بارگاہ میں آوازوں کو بلند نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ آپ کی احادیث کو پڑھانے والے کے لیے دورانِ تدریس کسی کے احترام میں کھڑے ہونا مکروہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنے والے کے چہرے ہمیشہ تروتازہ ہوں گے آپ کے تمام صحابہ عادل تھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلِ نکاح میں کسی دوسری مخلوق کے لیے کفو نہیں۔ اس آل پر اشراف کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ حضرت علی، عقیل، جعفر طیار اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔ اسلاف کی اصطلاح بھی یہی ہے۔ شرف کا تخصّص فقط امام حسن و حسین کی اولاد کے ساتھ خلفاءِ فاطمیین کے دور میں مصر میں ہوا۔ سرکارِ دو عالم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں سے ہے کہ انہیں کبھی حیض نہیں آیا۔ جب آپ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو چند لمحات کے بعد آپ نفاس سے پاک ہو جاتیں۔ یہاں تک کہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو زہراء کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ جب ان کے وصال کا وقت ہوا تو آپ نے خود غسل کیا اور وصیت کی کہ کوئی مجھ سے نہ کھولے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسی غسل شے

ساتھ دفن کر دیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنا ماتھا اقرع کے سر پہ رکھا تو اسی وقت ان کے سر پہ بال اُگ آئے۔ آپ نے کھجور کے درخت لگائے جنہوں نے اسی سال پھل دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو جب مسکراتے تو گھر روشن ہو جاتا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کے پیروں کی سرسراہٹ سن لیتے تھے جبکہ جبرئیل علیہ السلام ابھی سدرۃ المنتہیٰ پر ہوتے تھے۔ جب جبرئیل امین وحی لے کر آپ کی طرف آتے تو ابھی سدرۃ المنتہیٰ پر ہوتے تو اس کی خوشبو پالیتے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن بالمعنی پڑھنے کی اجازت تھی جب آپ کے اصحاب میں سے کسی کا انتقال ہوتا تو عرشِ خوشی میں جھوم اٹھتا کہ صحابی کی روح اس سے ملنے والی تھی جب کبھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی راستے پر سے گزر جاتے تو کوئی بھی صحابی آپ کی خوشبو سونگھ کر آپ کو تلاش کر لیتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے خصائص و اوصاف ہیں جن کو نہ تو گنا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ پس صاحبِ فہم کے لیے مذکورہ بالا اوصاف ہی کافی ہیں۔ اور بقیہ کی طرف توجہ دلانے کے لیے بھی کافی ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خصائص اپنے شیخ امام جلال الدین سیوطی کی تحریرات سے لکھے ہیں اور وہ فرماتے ہیں "میں نے ۲۰ سال کی تدریس کے بعد یہ اوصاف جمع کئے ہیں۔ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس حد تک ان اوصاف کو جمع کیا ہو۔ واللہ اعلم!

اوصافِ نبوی کے بیان پر کوئی قادر نہیں

قصیدہ ہمزہ میں ہے :

• آپ کے کمالات میں سے یہ ہے کہ آپ کے اوصاف کو شمار کیا ہی نہیں جاسکتا۔
 • کوئی کلام آپ کے اوصاف کو کیسے جمع کر سکتا ہے۔ کیا کوزے میں سمندر لایا جاسکتا ہے۔

• ہر قول کی انتہا ہے مگر آپ کی مدائح کی کوئی حد نہیں۔

• ہر زمانے کو آپ کے فضل و شرف سے فضیلت ہے۔

امام سبکی قصیدہ تائیدہ کے آخر میں لکھتے ہیں :

• قسم ہے اگر تمام سمندر سیاہی اور تمام درخت اقلام بن جائیں تو لکھنے سے آپ

کے اوصاف کا دسواں حصہ بھی نہ لکھا جائے گا کیونکہ وہ تو روشن ستاروں سے بڑھ

کر ہیں۔

کسی نے یہ بھی کہا :

• آپ کے اوصاف میں جتنی بھی کثرت اور مبالغہ کروان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہمارا

ہاتھ کہاں اور ثمر یا کہاں؟

کسی نے حضرت عمرو بن فارض کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ

نے صراحتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں

نے فرمایا :

• میرے نزدیک ہر تعریف حضور کے شایان شان نہیں خواہ کتنا ہی مبالغہ کیوں

نہ کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے :

• کہ جس ہستی کی تعریف اللہ تعالیٰ فرمائے اس کے سامنے مخلوق کی مدح کی کیا

حیثیت ہے؟

کسی شاعر نے یہ بھی کہا :

• جب آپ کی تعریف میں کتاب اللہ کی آیات ہیں تو میرے اشعار کی کیا وقعت؟

اور کتاب اللہ کی مدح ہی کافی ہے۔ باقی ہر صاحب فصاحت و بلاغت اس سے یقیناً قاصر ہے۔

میں عواتک کا بیٹا ہوں

سعید بن منصور اور امام طبرانی نے شبابہ بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أنا ابن العواتک من سلم میں قبیلہ سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں۔ صحاح میں ہے کہ عواتک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدات میں سے نوجدات ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

بنو سلم میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین دادیاں تھیں جن کا نام عاتکہ رکھا گیا تھا۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عاتکہ بنت ہلال بن خالج بن ذکوان (ام عبد مناف)

۲۔ عاتکہ بنت مرۃ بن ہلال (ام ہاشم)

۳۔ عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ہلال (ام وہب ابی آمنہ)

جبکہ باقی چھ دادیاں بنو سلم کے قبیلے کے علاوہ تھیں۔

امام حلیمیؒ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے اس جملے کے ذریعے فخر کا ارادہ

نہیں کیا بلکہ مذکورہ بالا جدات کے مرتبے کی تعریف کی ہے۔

جیسے کہ کہا جاتا ہے کان ابی فقیہاً۔ اس کلمے کے ذریعے صرف تعریف کی

جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے حضور علیہ السلام نے ابن عواتک تحدیثِ نعمت کے طور پر کہا ہو

جو اللہ تعالیٰ نے آپ میں، آپ کے آباء و اجداد اور اہبات میں رکھی ہے اور یا یہ

کہ اس لیے کہا تاکہ بنو سلیم اس ولادت کے ذریعے فخر کر سکیں۔ ابن عساکر کی روایت

کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : انا ابنت الفواطم
 اور یہ کلمات حضور علیہ السلام نے غزوہ حنین کے موقع پر کہے تھے ۔
 لغت کی مشہور کتاب "الروض" میں ہے کہ عاتکہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس
 نے زعفران اور طیب سے اپنے آپ کو زرد کر دیا ہو ۔
 جبکہ قاموس میں ہے کہ العاتک کا معنی الکریم ہے ۔
 ابن سعد فرماتے ہیں لغت میں عاتکہ کا معنی ہے طاہرہ (پاکیزہ)

میں مومنوں سے اقرب ہوں

امام احمد - بخاری - مسلم - نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 سے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

| | |
|------------------------|---------------------------------|
| انا اولیٰ بالمؤمنین من | میں مومنوں کی جان سے بھی زیادہ |
| الفسہم فمن توف من | قریب ہوں ان میں سے جو شخص مقروض |
| المؤمنین فترک دینا | مرے اس کا قرض مجھ پر ہے اور جس |
| فعلی قضاء و من | شخص نے ترکے میں مال و دولت |
| ترک مالا فهو لورثہ | چھوڑی وہ اس کے ورثا کی ہے ۔ |

حضرت امام احمد فرماتے ہیں ۔ سرکار کا یہ فرمانا انا اولیٰ بالمؤمنین نص سے
 ثابت ہے ۔ کیونکہ خود رب العزت نے نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا :

النبی اولیٰ بالمؤمنین من

کہ یہ نبی ان مومنوں کے نفوس سے

بھی اولیٰ ہے ۔

الفسہم

بعض صوفیہ کا خیال ہے کہ بے شک نبی علیہ السلام مسلمانوں کے نفوس سے
 اولیٰ ہیں کیونکہ ان کے نفوس انہیں ہلاکت کی طرف دعوت دیتے ہیں جبکہ سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نجات کی طرف بلا تے ہیں۔ اس بنا پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ ہیں۔ لہذا مسلمانوں پر سرکارِ دو عالم کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ اگرچہ یہ اطاعت ان پر گراں ہی کیوں نہ گزرے۔ اور یہ کہ وہ مومن اپنے آپ سے بھی بڑھ کر سرکار سے محبت کریں۔ اس حکم میں مردوں کی طرح عورتیں بھی داخل ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول "من الفسہم" سے مراد یہ ہے کہ دونوں جہانوں میں ہر شے میں ان کے نفوس سے اولیٰ ہوں۔ کیونکہ کائنات میں موجود ہر شخص کے لیے میں ہی خلیفہ اکبر ہوں۔ پس اسی وجہ سے ان مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفوس سے بھی بڑھ کر مجھ سے محبت کریں۔ اور میرا حکم ان پر نفوس کی خواہشات پر غالب ہو۔ یہ کلمات سرکار نے تب فرمائے جب آیت کریمہ النبی اولیٰ بالمومنین من الفسہم نازل ہوئی۔

سرکار کے اخلاقِ حسنہ میں سے ہے کہ امت پر جو حقوق سرکار کو حاصل ہیں ان کا ذکر تک نہیں بلکہ جو کچھ آپ کے ذمہ ہے صرف اس کا ذکر کیا۔ اس پر مذکورہ حدیث کے الفاظ واضح طور پر دال ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں۔ خلاصہ حدیث یہ ہے کہ سرکار نے فرمایا زندگی اور موت میں میں تمہارے لیے مصلح ہوں اور دونوں جہانوں میں تمہارا ولی ہوں۔ ہاں اگر تم میں سے کسی پر قرض ہو اور وہ مر جائے تو میں اس کا قرض ختم کر دوں گا۔ لیکن اگر کوئی تم میں سے مال و دولت چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے میں اس میں سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے بعد غریب اولاد چھوڑے تو اس کی اعانت و مدد کرنا بھی سرکار کے ذمے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرکار اپنی امت پر کتنے شفیق اور رؤف ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیاری فقر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

عرض علی ربی لیجعل
لی بطحامکة ذهباً فقلت
لا یارب و لکی اشبع یوماً
واجوع یوماً فاذا جعت
تضرعت الیک و ذکر تک
و اذا شبعت حمد تک
و شکر تک۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ کی پہاڑیوں کو میرے
لیے سونا بنانا چاہا۔ میں نے عرض کیا کہ
میرے رب میں تو ایک دن سیر سو کر کھانے
کے بعد دوسرے دن بھوکا رہنا چاہتا ہوں
تاکہ مجھے بھوک لگے۔ تو میں حالتِ اشتہاء
میں تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوں تو
تیری نعمتوں کا شکر یہ ادا کروں اور تیری

تعریف کروں۔

اسے امام احمد - ترمذی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں۔ صبر و شکر ایک کامل اور مخلص مومن کی دو صفات ہیں۔ سرکار
کے اس ارشاد میں صبر و شکر کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔

اس تفصیل کے ساتھ عرض کرنے کی حکمت یہ تھی کہ خطاب کے ذریعے تلذذ
حاصل کیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا علم رکھتا ہے۔

اس حدیث مبارک سے آپ کو پتہ چل گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔

ایک پر لطف بات

مشہور ادیب شیخ عبد الجلیل کے ایک مہنی بھائی یورپ گئے۔ وہاں سے اسے

نے شیخ عبدالجلیل کو خط لکھا جس میں اس نے کہا
یہاں آؤ ہم اپنی محبت کا نئے سرے سے آغاز کریں۔ کیونکہ اب دوری کی وجہ
سے پریشانی ہے۔
شیخ عبدالجلیل نے جواباً لکھا۔

یہاں آؤ شہر طیبہ میں محبت کا آغاز کریں کیونکہ اس کی نعمتیں دائمی ہیں۔
سلامت اس پر جو اس شہر سے دور ہے۔ لہذا اب دوری پر ملال کیا۔
(از ملفوظات استاذی شیخ محمد نور سیف)

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علماء کی ایک جماعت نے آپ کے اسماء مبارکہ شمار کرنے میں خوب محنت سے
کام لیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سرکارِ دو عالم کے اسماء گرامی کی تعداد ننانوے ہے جو کہ
تعداد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء سے موافقت رکھتے ہیں
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم کے تیس ایسے اسماء گرامی ہیں جو اللہ
تعالیٰ کے خود صفاتی نام ہیں۔

ابن دحیہ اپنی کتاب المستوفی میں فرماتے ہیں جب سرکارِ دو عالم کے اسماء گرامی کو اگر
سابقہ الہامی کتب، قرآن اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں تلاش کیا جائے تو یہ تعداد تین
سو تک جا پہنچتی ہے۔

صاحبِ مواہب فرماتے ہیں میں نے قاضی ابوبکر ابن عربی کی کتاب احکام القرآن
میں بعض صوفیاء کا یہ قول پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار اسماء گرامی ہیں۔ اسی طرح سرکار
دو عالم کے بھی ہزار اسماء ہیں۔ ان اسماء سے مراد اللہ اور اس کے رسول کی صفات ہیں
پس وہ تمام کے تمام اسماء جن کا شمار کیا جاتا ہے آپ کے اوصاف ہیں۔

اسی طرح سرکارِ دو عالم کے ہر وصف کے بدلے ایک اسم ہے بلکہ بعض اسماء ایسے بھی ہیں جو صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں اور بعض ایسے اسماء بھی ہیں جو آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں مشترک ہیں۔ پس یہ تمام اسماء واضح ہیں۔ ان میں کسی قسم کا کوئی اخصاء نہیں۔ جب سرکار کے ہر وصف کے بدلے ایک اسم ہو تو پھر اسماء کی تعداد ۱۰۰۰ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

اور فرمایا جن کتب کو میں نے دیکھا مثلاً حافظ سخاوی کی القول البدیع قاضی عیاض کی الشفاء، ابن عربی کی القیس و الاحکام یا ابن سید الناس کی تصانیف تو ان میں سرکار کے اسماء کی تعداد چار سو سے بڑھ جاتی ہے۔ پھر انہیں حروف کی ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ اسماء، امام سخاوی نے القول البدیع میں جمع کئے۔ دوسروں نے اتنی تعداد سے اسماء کو جمع کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔

پھر امام شامی (جو کہ امام سیوطی کے شاگرد ہیں) نے اضافہ کیا جس کو امام زرقانی نے شرح المواعظ میں نقل بھی کیا ہے اور پھر ان تمام اسماء کو کچھ اضافے کے ساتھ امام یوسف نبھانی نے جمع کیا۔ جس کی وجہ سے ان اسماء کی تعداد آٹھ سو بیس ہو جاتی ہے۔ پھر امام یوسف نبھانی نے ایک نظم کی صورت میں بیان کیا جسے انہوں نے —
احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل — کا نام دیا ہے لے

۱۔ اس موضوع پر صوفی برکت علی مدظلہ کی کتاب "اسماء النبی الکریم" کا مطالعہ نہایت مفید ہے جس میں آپ کے تقریباً اڑھائی ہزار نام مع حوالہ جات درج ہیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ سے محبت کی علامات

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون
احب الیہ من والدہ و

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک
کامل مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ

ولدہ والناس اجمعین

اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں
سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔

امام بخاری نے حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم سے عرض کیا:

لأنت یارسول اللہ احب
الی من کل شیءٍ إلا نفسی

یا رسول اللہ آپ مجھے ہر شے سے زیادہ
پیارے ہیں لیکن اپنے آپ سے نہیں۔

التي بین حبینی۔

اس پر سرکار نے فرمایا:

لن یومن احدکم حتی
اکون احب الیہ من
نفسیہ۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن
ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ مجھے اپنے
آپ سے بھی زیادہ پیار نہ کرے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا:

والذی انزل علیک الكتاب
لانت احب الی من نفسی
الشی بین جنبی :-
اس رب کی قسم جس نے آپ پر قرآن
حکیم نازل کیا۔ اب آپ مجھے اپنی جان
سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

سرکار نے فرمایا :

الان یا عمر

حضرت علی فرماتے ہیں :

کاف رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم احب الینا

من اموالنا و اولادنا و

آبائنا و امهاتنا و من

الماء البارد علی الطمء

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنی

مال و دولت، اولاد، اپنے آباء و اجداد

اور ماؤں سے اور سخت پیاس میں

ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب

تھے۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک انصاری خاتون کا باپ

بھائی اور خاوند سرکار دو عالم کے ساتھ شہید ہو گیا۔ جب ان رشتہ داروں کے شہید

ہونے کی خبر اسے دی گئی تو اس نے سوال کیا، سرکار دو عالم کا کیا حال ہے؟ جب

اسے بتایا گیا کہ وہ خیریت سے ہیں تو وہ کہنے لگی مجھے آپ کے پاس لے چلو۔ جب

اس عورت نے سرکار کو دیکھا تو عرض کیا،

کل مصیبة بعدک جلدٌ۔

یا رسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے

ہر مصیبت سچ ہے۔

جب مشرکین مکہ نے زید بن دثنہ کو حرم سے باہر نکالا تا کہ اسے قتل کر دیں اس

وقت ابوسفیان نے زید کو کہا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ابوسفیان مسلمان

نہیں ہوا تھا) میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس وقت پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ہوں اور ہم ان کی گردن اڑادیں اور تم اپنے گھر والوں کے پاس بخوشی ہو۔ اس پر زید بن دثنہ نے فرمایا:

خدا کی قسم میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جگہ پر محمد رسول اللہ ہوں اور ان کے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں ہوں۔

اس پر ابوسفیان نے کہا میں نے کائنات میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس سے اتنی محبت کیجاتی ہو جتنی سرکار سے آپ کے صحابہ کرتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی کئی علامات ہیں لیکن سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ ہر معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کی جائے اور آپ کے طریقے پر عمل کیا جائے۔ آپ کے طریقوں پر چلتے ہوئے آپ کی سیرت کو اپنا اور دھنا سمجھنا بنا یا جائے اور شریعت کے معاملات میں جہاں سرکار نے ہمارے لئے حد مقرر کی ہے اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی یحبکم اللہ۔
اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو
میری اتباع کرو باری تعالیٰ خود بخود
تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کی اتباع کو اپنی محبت کی نشانی قرار دیا

ہے۔

سرکار سے محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مومن شریعت کے ہر حکم پر رضی ہو۔ جو اللہ تعالیٰ نے سرکار کی زبان کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔ اور سرکار کے حکم و فیصلہ پر دل میں کسی قسم کی کوئی تنگی محسوس نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فلا وربک لا یؤمنون حتی
اے رسول تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس

یہ کہو کہ فیما شجر بینہم
ثم لا یجدوا فی الفہم
حرجاً مما قضیت ویسلموا
تسلیمًا۔

وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے
متنازعہ امور میں آپ کو حاکم نہ مان لیں
اور آپ کے فیصلوں پر ان کے دلوں
میں کوئی رنجش نہ ہو۔ اور یہ آپ کے
فیصلوں کے آگے تسلیم خم نہ کر لیں۔

گویا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ایمان کی نفی کی ہے جو سرکار
کے فیصلوں پر کوئی رنجش محسوس کرتے ہیں اور آپ کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے
پس سرکار کا حکم دراصل اللہ کا حکم ہے اور آپ کا فیصلہ خود اللہ کا فیصلہ ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذین یبایعونک انما
یبایعون اللہ
پھر اس تصور کو مزید تاکید کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا:
ید اللہ فوق ایدیہم
ان صحابہ کے ہاتھوں پر اللہ رب العزت
کا ہاتھ ہے۔

حضرت سہیل بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں:
من لم یر ولایۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فی جمیع احوالہ ویرک
نفسہ فی ملکہ لم یدق
حلاوتہ سنتہ۔

جو شخص زندگی کے ہر معاملے میں
حضور کی ولایت کو مد نظر نہیں رکھتا
اور پھر اپنے آپ کو بھی حضور کی ملکیت
میں تصور نہیں کرتا اس نے دراصل
سنت کا ذائقہ ہی نہیں چکھا۔

حضور کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اپنے قول اور فعل کے ذریعے سرکار

کے دین کی مدد اور آپ کی شریعت کا دفاع کیا جائے۔ سخاوت، ایثار، حلم، صبر اور تواضع میں اپنے اخلاق کو حضور کے اخلاق میں ڈھالا جائے اور جو اس چیز کے حامل کرنے کے لیے کوشاں ہو جائے۔ وہ ایمان کی حلاوت پالیتا ہے۔ اور جو شخص ایمان کی حلاوت کو پالیتا ہے پھر وہ اطاعت میں ایک لذت محسوس کرتے ہوئے مشقت بھی برداشت کرتا اور وہ اسے اس فانی دنیا کی ہر شے پر ترجیح دیتا ہے۔ حضور سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے اور اس وقت خشوع و خضوع کا اظہار کیا جائے کیونکہ جس شے سے محبت ہوتی ہے اس کے سامنے خضوع و خشوع کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا نام جب سنتے تو ان پر خشیت سے لرزہ طاری ہو جاتا۔ اور رو پڑتے۔ یہی حال تابعین کا تھا کہ وہ آپ کے شوق و توقیر میں خضوع و خضوع کا مظاہرہ کرتے۔

آپ سے محبت کی علامات میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا شوق حد سے زیادہ ہو اور قرآن سے بھی محبت کی جائے جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا۔ پس اگر تم چاہو کہ تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کتنی محبت ہے اس محبت کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ آپ اپنے دل میں قرآن کی محبت کو دیکھیں۔ آپ سے محبت کی علامات میں آپ کی سنتوں سے محبت کرتا ہے۔ اور آپ کی احادیث کو پڑھتا ہے اور آپ کی محبت ذکر اور آپ کے مبارک نام کے تذکرے کے وقت اسے ایک لذت محسوس ہو۔

آپ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کے دین، آل، صحابہ کرام، شہر اور ہر وہ شے جس کی نسبت سرکار کے ساتھ ہے اس سے محبت کی جائے۔ جب سرکار کی محبت کسی غلام پر غالب آجاتی ہے تو پھر اسے ہر شے سے مستغنی کر دیتا ہے اور اس کا

دل آپ کی روح اور اس کی سماعت سرکار کی طرف ہی متوجہ ہو جاتی ہے۔ پھر اسے رات کو خوابوں میں کثرت سے سرکار کا دیدار ہوتا ہے اور پھر اس کے دل سے سرکار کا سراپا غائب نہیں ہوتا اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حالت بیداری میں بھی سرکار کا دیدار ہو جاتا ہے۔ پھر وہ شخص عام شخص نہیں رہتا بلکہ اس کا شمار اکابر اولیاء، اصفیاء میں ہوتا ہے۔ پھر وہ صحابہ کی طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ ابو نعیم نے دلائل میں خالد بن ولید کے متعلق نقل کیا ہے۔ جنگ یرموک کے دن ان کی ٹوپی گم ہو گئی تو جنگ کے دوران انہوں نے صحابہ کو حکم دے دیا کہ اسے تلاش کرو۔ جب ٹوپی مل گئی تو دیکھا گیا کہ ٹوپی میں ایک گول حلقہ سا ہے۔ پوچھنے پر خالد بن ولید نے فرمایا

اعتمر رسول اللہ فخلق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ

رأسه فابتد الناس

عمرہ کیا اور حلق کر وایا۔ تمام صحابہ سرکار

جوانب شعرة قال فسبقتهم

کے بالوں کو حاصل کرنے کے لیے

إلى ناصية فجعلتها في هذه

بڑھے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر آپ

السنسوة فلم اشهد فقالاً

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے ایک

وهي معي إلا رزقت النصارى

بال لے لیا اور پھر اسے اس ٹوپی میں

سی لیا۔ پھر جب بھی میں کسی جنگ میں شریک ہوتا تو یہ بال مبارک میرے ساتھ

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے صدقے مجھے فتح ہی عطا کرتے ہیں۔

سرکار کی دعوتِ اسلام سے ابو لہب کا خوف

حافظ ابو نعیم ہبیر بن اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جب ابو لہب اور

اس کے بیٹے عتبہ کے ساتھ شام کے سفر کے لیے تیاری کی، عتبہ نے کہا میں ضرور محمد کے

پاس جاؤں گا اور اس کے رب کے بارے میں اس سے گفتگو کروں گا۔ جب سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو کہنے لگا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوہب معراج
کا انکار کرتا ہے۔ جو اباً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اللہم العشکلباً من اے اللہ تعالیٰ ابوہب پر کہتے

کلابک۔ بھیج۔

عتبہ سرکار کی بارگاہ سے روانہ ہو گیا۔ جب وہ اپنے والد کے پاس پہنچا تو ابوہب
نے پوچھا کہ اے بیٹے تم نے محمد سے کیا کہا۔ عتبہ نے کہا میں نے اس کے خدا کا انکار کیا۔
جس کی وہ عبادت کرتا ہے۔ ابوہب نے دوبارہ پوچھا تو اس نے جواب دیا محمد نے
تجھے کیا کہا۔

عتبہ نے بتایا کہ سرکار نے فرمایا اے اللہ اس پر کہتے بھیج۔ ابوہب نے اپنے
بیٹے عتبہ سے کہا اے بیٹے میں تمہیں محمد کی دعوت اسلام سے محفوظ نہیں سمجھتا۔ ہزارین سو
فرماتے ہیں کہ ہم نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ شراہ نامی ایک لستی میں اترے جو
شیروں کا مرکز تھی۔ جس کے بعد ہم ایک راہب کی جھونپڑی میں ٹھہرے۔ وہاں
پر اس راہب نے ہمیں کہا اے عرب قبیلے کے لوگو تمہیں کس نے کہا کہ یہاں اترو
یہاں تو شیروں کا ٹھکانہ ہے۔ اس پر ابوہب نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا اے لوگو!
کیا تم میرے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو؟ ہم نے جواب دیا بے شک ہم جانتے ہیں کہ
آپ کا اپنے قبیلے میں کیا مقام ہے۔ اس پر اس نے کہا، محمد نے میرے بیٹے کو
اسلام کی دعوت دی ہے۔ میں اپنے بیٹے کو محمد سے محفوظ نہیں سمجھتا۔ لہذا تم اپنا
سارا سامان اس جھونپڑی میں لا کر میرے بیٹے کے ارد گرد رکھ دو۔ ہم نے تمام سامان
اس کے گرد جمع کیا۔ حتیٰ کہ نہایت ہی بلند جگہ بن گئی اس کا بستر اس کے اوپر بچھایا گیا اور ہم
اس کے ارد گرد لیٹ گئے۔ پس ہم ابوہب سمیت سو گئے۔ جب ہم اس کے بیٹے کے
پاس تھے اور وہ۔ ہم سے نیچے تھا۔ اور اس نے رات سامان کے نیچے ہی بسر کی۔

اسی اثنا میں ایک شیر آیا اور اس نے آکر ہمارے چہروں کو سونگھا لیکن جو کچھ وہ چاہتا تھا وہ اسے نہ ملا اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد وہ — سامان کے اوپر آگیا۔ اب ایک شیر یا وہی شیر دوبارہ آیا اور اس نے سامان کے اوپر چڑھ کر ابوہب کے بیٹے کو سونگھا اور اس پر حملہ کر کے اس کا سر زخمی کر دیا۔

ابوہب پکارنے لگا۔ میری تلوار، میرے کتے۔ کیونکہ وہ کتے کے علاوہ کسی کو بھی نہ پانکتا تھا۔ ہم بھاگ گئے تھے۔ شیر اس کا سر زخمی کر کے واپس چلا گیا۔

معجزات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ ابو نعیم حسیب بن ابی فدیق کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انکے والد ان کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی آنکھوں پر سفید موتیا تھا جس کی وجہ سے وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا۔ انہوں نے

عرض کیا کہ میرا ایک اونٹ تھا جس کو میں ہانک رہا تھا کہ میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا جس کی وجہ سے میری بینائی چلی گئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگایا تو وہ دیکھنے لگے۔

حسیب ابن فدیق فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کو ۸۰ سال کی عمر میں دیکھا کہ وہ سوئی میں دھاگہ ڈال رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں پر باقاعدہ سفیدی موجود تھی۔

معجزات نبوی کا بدنی قومی پر اثر

حافظ ابو نعیم نے عمرو بن الخطاب کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی مانگا۔ میں لکڑی کے ایک پیالے میں پانی بھر کر لے آیا۔ جس میں ایک بال تھا میں نے اس بال کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا اور فرمایا اللھم جملہ (اے اللہ اسے خوبصورت بنا)

ابو نعیم اندری فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن الخطاب کو ۹۳ سال کی عمر میں دیکھا کہ ان کی داڑھی اور سر میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔
حضرت یعلیٰ بن اشراقی فرماتے ہیں کہ میں نے نابغہ بن جعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے آپ کی بارگاہ میں یہ شعر پڑھا جس پر سرکارِ خوش ہوئے۔

بلغنا السماء مجدنا وترادنا
وانا لرجو فوق ذلک مظهرًا
ہماری بزرگی و شرف آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا ہے لیکن ابھی ہم اس سے بھی
بڑھ کر مقام کے متمنی ہیں

اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ اے یعلیٰ وہ مقام کونسا ہے؟
تو میں نے کہا وہ جنت ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ بالکل ایسا ہی ہوگا۔
میں نے دو اشعار اور پڑھے جس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی تمہارے دانتوں میں جدائی نہ ڈالے۔
یعلیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے نابغہ بن جعد کو ایک سو سال سے زیادہ عمر میں دیکھا کہ ان کا ایک دانت بھی نہیں گرا تھا۔

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اور زیارِ نبوی

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو روضہ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہو کر حضور کی بارگاہ میں عرض کیا: السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ

اللہ و بركاته يا رسول الله - آپ پر اس سلام سے افضل، از کی اور اعلیٰ صلاۃ ہو جو کسی بھی نبی پر ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اپنا فرض نبوت کامل طور پر سر انجام دیا اور آپ نے امت کی بھلائی اور خیر خواہی کا حق ادا کیا اور آپ نے اپنے رب کی اتنی عبادت کی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اور آپ کی دراصل وہی شان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا:

لقد جاءكم رسول من

الفسکم عزیز علیہ ما عنتم

حرصی علیکم بالمومنین

روف رحیم -

بے شک یہ رسول تم میں سے ہے اور تمہاری تکلیف پر اسے دکھ ہوتا ہے اور مومنین کے متعلق بڑے ہی حرصی ہیں اور تمام مومنوں پر روف و رحیم ہیں۔

یا رسول اللہ تمام ملائکہ انبیاء و رسل اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق کا صلاۃ و سلام

آپ پر ہو۔

اے صاحبانِ رسول السلام علیکم ورحمۃ اللہ و بركاته، اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام

کی طرف سے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے جو اپنی اہلیت کے لحاظ سے حضور علیہ السلام

کی حیات میں سب سے اعلیٰ و زبیر رہے اور پھر آپ کے بعد آپ کی حسنِ خلافت

پر بھی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یقیناً آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

سچے نائب تھے اور آپ کی خلافت سرکار کے بعد امت کے لیے عدل و احسان کا کامل

نمونہ تھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کام کے صلے میں تمہیں جنت میں حضور کی رفاقت

عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کے ساتھ رکھے۔ وہ سب سے زیادہ رحم

فرمانے والا ہے۔

اے اللہ میں تجھے، تیرے تمام رسولوں، ابوبکر و عمر اور وہ ملائکہ جو اس روضہ کریمہ

پر نازل ہوئے اور ان فرشتوں کو بھی جو یہاں اعتکاف کرتے ہیں۔ گواہ بناتا ہوں کہ

میں ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں
گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور بندے ہیں اور خاتم النبیین
و امام المرسلین ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں وہ امر وہی جو سرکار کے ذریعے ہم تک پہنچے وہ تمام
اطلاعات و اخبار جو سابقہ اور آئندہ کے بارے میں آپ نے دیں تمام حق ہیں ان میں
کوئی شک نہیں میں صمیم قلب سے ہر دوس سے، ارادے، فکر و عمل میں نافرمانی اور
زیادتی کا اقرار کرتا ہوں جب میں دوسروں کے مقابلے میں کوئی چیز اپنے لیے مانگتا
ہوں جب تو چاہے وہ واپس لے لے اور جب چاہے مجھے معاف کر دے۔ ہر اس
عمل کو جس میں کفر، نفاق، بدعت، گمراہی یا سوئے ادبی اے اللہ خواہ تیری
بارگاہ میں ہو یا رسولوں، انبیاء، مقرب ملائکہ یا کسی ایسی مخلوق کے ساتھ جس کو
تو نے مخصوص فرمایا۔ میں نے اپنی جان پر نہایت ظلم کیا ہے۔ مجھ پر اس طرح رحم فرما
جس طرح تو اپنے دوستوں پر کرتا ہے کیونکہ اے اللہ تو ہی مالک، احسان کرنے والا،
کریم اور غفور و رحیم ہے۔

حضرت عمرؓ نے بیعت رضوان کا درخت نہیں کٹوایا

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوایا جس کے نیچے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت رضوان لی تھی۔ بعض کم فہم لوگ اس عمل سے آثارِ نبی سے تبرک کا عدم جواز ثابت کرتے ہیں۔ میری تحقیق کے مطابق حضرت عمر کا یہ عمل عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جس درخت کو کٹوایا دراصل یہ وہ درخت تھا جسے لوگوں نے وہ درخت تصور کر لیا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی۔ یوں لوگ اس درخت کے پاس نمازیں پڑھتے اور دور دراز سے اس کی زیارت کا قصد بھی کرتے۔ اس طرح کا عمل کرنا کسی ایسی شے کے پاس جس کی نسبت بھی اس کے صاحب کی طرف صحیح نہ ہو، درست نہیں بلکہ باطل ہے اس درخت کی نسبت سرکار کی طرف ثابت نہ تھی۔ یوں وہ ایک اور درخت کی نسبت سرکار کی طرف کرنے لگے تھے۔ اس صورت حال میں حضرت عمرؓ کی غیرت نے جوش مارا کہ ایک مشکوک اضافت کے بل بوتے پر لوگ ایک عام درخت کو تبرک سمجھنے لگے ہیں۔ تو انہوں نے درخت کٹوایا۔ خلاصہ دلیل یہ ہے کہ وہ درخت معروف نہیں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس اصل درخت کی جگہ بھلا دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو لیلۃ القدر کی گھڑی کا تعین بھلا دیا۔ ہماری اس بات کی تائید صحابہ

اور تابعین کے ان اقوال سے ہوتی ہے
 امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کیا کہ بیعتِ رضوان سے اگلے سال
 وہ اس جگہ پر آئے

فبعثنا عن الشجرة فلم
 يقع عليها رجلان -
 ہم نے اس درخت کے بارے میں
 غور و فکر کیا مگر کسی پر دو آدمیوں کا
 اتفاق بھی نہ ہو سکا۔

حضرت مسیب کا قول ہے

لقد سأيت الشجرة ثم انسيتمها
 بعد فلم اعرفها -
 میں اس درخت کو جانتا تھا لیکن اب
 میں اسے بھول گیا ہوں۔

طارق بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں، میں حج کے لیے روانہ ہوا تو میرا گزر ایک
 قوم کے پاس سے ہوا جو نماز پڑھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ مسجد کونسی ہے، انہوں
 نے بتایا کہ یہاں وہ درخت تھا جہاں پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ رضوان
 لی تھی۔ میں نے حضرت سعید بن مسیب کو اس بارے میں بتایا تو انہوں نے فرمایا میرے
 والد نے مجھے بتایا تھا کہ وہ بھی ان خوش نصیب صحابہ میں شامل تھے جنہوں نے اسے
 درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

فلما خرجنا من العام المقبل
 نسيناها و علمتموها انتم
 فانتم اعلم -
 اگلے سال جب ہم وہاں سے گزرے
 ہم تو اس درخت کو بھول گئے تھے اور تم
 اسے جانتے ہو گے اور تم بہتر جانتے ہو۔

ایک روایت ہے:

فعميت علينا -
 وہ درخت ہم پر مخفی ہو گیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة المدينة)

یعنی وہ اس طرح مخفی ہو گیا کہ اس درخت کے تعین پر دو افراد بھی متفق نہ تھے
 در یہ ایک سال کے اندر ہو گیا۔ حالانکہ اس وقت ایسے کثیر صحابہ موجود تھے جنہوں نے
 خود اس کے نیچے بیعت کی تھی۔ تو اب اس درخت کا دورِ فاروقی تک کیا حال ہوگا
 جبکہ اب کئی سال گزر چکے تھے۔

در ان صحابہ میں سے اکثر رحلت فرما چکے تھے جو بیعت میں شریک تھے۔ تو واضح ہو گیا
 کہ حضرت عمرؓ نے آثارِ نبوی سے تبرک حاصل کرنے سے روکنے کے لئے اس درخت
 کو نہیں کٹوایا اور نہ ہی آپ تبرک کے عدم جواز کے قائل تھے کیونکہ ایسی بات کا آپ
 صور بھی نہیں کر سکتے اس پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آثارِ نبوی سے
 آپ کا ہمیشہ تبرک حاصل کرنا ثابت ہے۔ مثلاً آپ نے حضرت ابو بکر صدیق سے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مبارک نیزہ تبرک کے لئے ہی حاصل کیا تھا جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت زبیر سے عاریتاً لیا تھا۔ (البخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائکہ بدرًا)

یک شخص کا رحمتِ عالم سے شفاعت طلب کرنا

ایک شخص جس کا نام مازن بن عضوب تھا وہ ایک گاؤں میں بت کی خدمت
 لیا کرتا تھا۔ جس کا نام سما یا تھا اللہ تعالیٰ نے مازن عضوب کو توفیق عطا فرمائی۔
 سرکارِ دو عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں گانے سے بہت محبت
 کرتا ہوں، نہ صرف گانا بلکہ عورتوں پر ہلاک ہوتا ہوں۔ شرابی ہوں۔ لیکن گردشِ زمانہ نے
 مجھ سے سب کچھ لے لیا۔ میرا حال و دولت، آل و عیال سب کچھ ختم ہو گیا۔ اب
 میرا ایک بیٹا بھی نہیں ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھ سے ان برائیوں کو
 ختم کرے اور مجھے اس کے بدلے حیا عطا فرمائے اور ایک بیٹا دے۔ سرکارِ دو عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات سے دعا فرمائی۔

اللّٰهُمَّ اَبْدِلْهُ بِالطَّرِبِ
قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ وَبِالْحَرَامِ
الْحَلَالِ وَبِالْأَثْمِ وَبِالْعَهْرِ
عَفَا وَاتِهِ بِالْحَيَا وَهَبْ
لَهُ وَلَدًا .
اے اللہ گانے کے بجائے تلاوت قرآن
کا ذوق دیدے اور حرام کاری کے بجائے
حلال، گناہ اور زنا کے بدلے پاکدامنی
والا بنا دے۔ اسے صاحب حیا کر دے
اور اسے ایک بیٹا عطا کر دے۔

مازن بن عمرو کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے برائی کو ختم کر دیا۔ پھر
میں نے چار خواتین سے شادی کی اور قرآن پاک کا ایک حصہ یاد کیا۔ نہ صرف یہ کہ مذکورہ
نعمتیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دیا جس کا نام حیان بن مازن ہے۔ میں نے
اس پر یہ قصیدہ لکھا۔

۱۔ یا رسول میری سواری (دوڑ) آپ تک ہے اور یہی میرا عروج ہے۔

۲۔ تاکہ آپ اللہ کی بارگاہ میں میرے لئے خیر و بھلائی کی سفارش کریں اور میرا
رب مجھے معاف کر دے۔

۳۔ میں نے آج تک دینی تعلیمات کی مخالفت کی اور کبھی نیک لوگوں کے ساتھ
میری نہ بنی۔

۴۔ میں زانی و شرابی تھا حتیٰ کہ میں نے اپنی صحت و جسم کو برباد کر دیا۔

۵۔ پس حضور کے وسیلے سے شراب کی جگہ خوف و خشیت الہی کا نشہ آگیا اور
زنا کی جگہ پاک دامنی نے لے لی۔

۶۔ اب میری جدوجہد اللہ کی راہ میں ہوگی اور اللہ کی خاطر روزہ اور حج کر دوں گا۔

(دلائل النبوة للامام ابو نعیم ۷۷-۷۸)

حضور کی حمایت میں قدرت الہیہ کا جلال

قریش کے وہ لوگ جو رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے ان کی

تعداد سات تھی جو درج ذیل ہیں :

- ۱۔ ولید بن مغیرہ
- ۲۔ عاص بن وائل سہمی
- ۳۔ اسود بن عبد لغوث نہری
- ۴۔ فکھیہ بن عمر نہری
- ۵۔ حرث بن طلاطلہ
- ۶۔ اسود بن حرث
- ۷۔ ابن عبطلہ۔

یہ وہ لوگ تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے اور اکثر اوقات تکلیف پہنچاتے جبکہ سرکارِ دو عالم ان لوگوں کی تکلیفوں کے سامنے صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے بعد تو آپ نے شکوہ تک بھی نہ کیا۔

انا کفیناک المستھزئین
اے محبوب تمہارا مذاق اڑانے والوں

سے ہم خود نبٹ لیں گے۔

ان مذکورہ بالا ساتوں اشخاص پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا اور ان کو مختلف طریقوں سے سزائیں دیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

۱۔ ولید بن مغیرہ
یہ چادر اڑھے سفر پر جا رہا تھا کہ اس کی چادر ایک خاردار جھاڑی سے اٹک گئی۔ جس کی وجہ سے یہ جھاڑی پر گر پڑا۔ خاردار جھاڑی پر گرنے سے یہ لہو لہان ہو گیا۔ اس کا اتنا خون نکل گیا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

۲۔ عاص بن وائل
یہ بھی ایک خاردار جھاڑی پر گر پڑا۔ کانٹوں کے اثر سے اس کا تمام گوشت اس کی ہڈیوں سے ساقط ہو گیا جس کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا۔

۳۔ اسود بن عبد لغوث
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اسے اندھا کر دے اور اس کے بچے کو اس سے چھین لے۔ ایک دفعہ یوں

ہوا کہ اس کے ہاتھ میں ایک خاردار جھاڑی تھی جو اس کی آنکھ میں لگ گئی جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی سیاہی بہہ کر اس کے چہرے پر پڑی اور اس نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی بھی چھین لی اور اس کا بیٹا بھی۔

۴۔ فکھیہ بن عامر یہ طائف کی طرف گیا اور وہیں کہیں گم ہو گیا جس کے بعد اس کا نام و نشان تک نہ ملا۔

۵۔ حرث بن طلاطلہ یہ اپنی بعض ضروریات زندگی کے سلسلے میں کہیں سفر پر نکلا۔ اور سخت گرمی نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۶۔ اسود بن حرث اس نے کھال اترمی ہوئی ایک مچھلی کھالی۔ جس کے باعث اس کو سخت پیاس لگی۔ یہ پانی کے ذریعے اپنی پیاس نہ بجھا سکا۔ اور اس کا پیٹ پھٹ کر اس کی موت واقع ہو گئی۔

۷۔ ابن عیطلہ یہ بھی سخت پیاس کی حالت میں فوت ہوا۔

سرکارِ دو عالم کا اسلوبِ تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ آپ حاضرین کے ذہنوں میں ایمان، اخلاق اور سلوک کی تعلیمات بڑے واضح اور محسوس انداز میں منتقل فرماتے۔ اور کسی بھی شخص کا یہی بہترین طریقہ تعلیم ہوا کرتا ہے جس سے نہ صرف حصول علم ہوتا بلکہ اس کے نقوش ذہن پر ثبت ہو جاتے تھے۔ اس طریقہ تعلیم کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے :-

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اسے جب بچہ دیا گیا تو اس نے بچے کو اپنی چھاتی سے لگایا اور اسے دودھ پلایا۔ اس نے یہ عمل اتنی بے تکلفی اور خوشی کے ساتھ کیا گویا اس کے ساتھ کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس پر سرکارِ دو عالم نے فرمایا اے میرے صحابہ کیا تم نے اس ماں کی اپنے بچے سے رحمت کا حال دیکھا۔ یعنی ماں کس طرح اپنے بیٹے سے خوش ہوتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ماں۔ سرکار نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ اور اس کی توبہ سے، ماں سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

آپ کی تعلیم و تربیت کا ایک طریقہ کار یہ بھی تھا کہ آپ ہمیشہ صحابہ کرام کی توجہ اعلیٰ مقاصد و امور کی طرف مبذول کراتے تھے تاکہ ایک مومن تکبر کے بغیر سرفراز ہو سکے اور اپنے نفس کو کسی تکلیف کے بغیر قوی رکھے۔ اور بغیر حیل و حجت اپنا کام

خود کرے۔

اس طریقہ تعلیم میں آپ فرماتے:

ان الله يحب معالي
الامور و يكره سفالها.

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ مقاصد کو
پسند اور پست ہمتی کو ناپسند فرماتا ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید فرماتے ہیں :-

اذا سألت الله فاسأل
الفردوس الاعلى فانه

جب کبھی تم اللہ سے کوئی سوال کرو

یعنی کوئی چیز مانگو تو فردوسِ اعلیٰ کا

سوال کرو کیونکہ سب سے اعلیٰ جنت

اعلى الجنة و سقفه

ہے اور اس کی چھت عرشِ الہی ہے۔

عرش الرحمن۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرصت کو غنیمت تصور کرتے تھے۔ اس

عرصے میں آپ حاضرین کو بڑے سادہ انداز میں دور کی اور بڑی دقیق باتیں سمجھا

دیتے تھے لیکن یہ سب کچھ سمجھانے کے لیے آپ وہ الفاظ استعمال کرتے جو روزمرہ

کی زندگی میں مستعمل ہوتے تھے۔

مثلاً ایک مضبوط شخص کی حقیقت کو سمجھانے کی مثال: یوں تو طاقتور شخص

وہی ہے جو مقابلے میں دوسروں پر غالب آجائے اور ہر کام میں ان سے تیز ہو لیکن

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طاقتور شخص کی ایک نئی تعریف کرتے ہوئے یوں

فرمایا:

ليس الشديد بالصرعة

طاقت ور شخص ہرگز وہ نہیں جو مقابلے

انما الشديد الذي يملك

میں مد مقابل کو چیت کر دے بلکہ طاقتور

نفسه عند الغضب۔

شخص وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے

نفس کو قابو میں رکھے۔

(البخاری، باب الخبز من الغضب مع فتح البخاری، ۱۰: ۵۱۸)

اسی طرح سرکار نے ایک دفعہ فرمایا :

اتدرون ما الرقوب ؟
قلنا - الذی لا یولد له
قال ان الرقوب الرجل
الذی له الولد لم یقدم
لهم شیئا .

سرکار نے پوچھا تم جانتے ہو کہ رقوب
کون ہے عرض کیا رقوب وہ ہے جس کا
کوٹی بیٹا نہ ہو۔ اس پر سرکار نے فرمایا
بلکہ رقوب وہ شخص ہے جس کا بیٹا تو
ہو لیکن اس نے بیٹوں کی ایسی تربیت
نہ کی ہو جو اس کی آخرت میں کام آسکے۔

اسی طرح ایک موقع پر سرکار نے صحابہ سے پوچھا :

اتدرون ما الصعلوک ؟
قلنا الذی لا مال له
قال ان الصعلوک کل الصعلوک
الذی له المال لم یقدم منه
شیئا .

کیا تمہیں معلوم ہے کہ فقیر کون ہے؟
عرض کیا فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس
کوئی مال و دولت نہ ہو فرمایا بلکہ فقیر وہ
شخص ہے جو مال میں سے آخرت کے
لئے کچھ نہیں کماتا۔

(البیہقی فی الترغیب، ۲: ۱۵۲)

اسی طرح سرکار نے ایک دفعہ فرمایا :

أرایتم لو ان نهرًا علی باب
احدکم یغتسل فیہ فی الیوم
خمیس مرّات لم یبق من
دونه شیءٌ . قالوا لا . قال
کذالک الصلوات الخمس
یا رسول اللہ - فرمایا : پانچوں نمازوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے ۔

کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر ایک شخص کے گھر
کے دروازے کے قریب ایک نہر بہتی
ہو اور وہ ہر روز وہاں سے پانچ مرتبہ
غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر کچھ میل
رہے گی؟ صحابہ نے عرض کیا۔ ہرگز نہیں

ہر نعمت کے حصول پر آپ کی رحمت کو یاد رکھنا

ہر نعمت کے حصول پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کی شہادت دینا ایک ایسا امر ہے جو ایک مسلمان کے لیے امر واجب ہے۔ کیونکہ ہر نعمت حاصل ہی سرکارِ کی وجہ سے ہوتی ہے اور سرکار کی ذات ہی وہ ذات ہے جس نے ہمارے لئے بھلائی کے راستے متعارف کروائے۔ فضل و کرم کے راستے ہم پر منکشف کئے۔ یہی وجہ ہے بہت سارے ایسے مواقع ہیں جن میں اللہ رب العزت کی کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا ہے تاکہ ایک مسلمان کا ذہن اس حقیقت کی طرف ہمیشہ مبذول رہے کہ اس فضل و نعمت کا سبب ذاتِ نبوی ہے اور ہر خیر و برکت کا واسطہ و وسیلہ سرکار ہیں یوں سرکار کی ذات ہمارے لیے رحمت و ہدایت کا سامان مہیا کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اذان ہو، شہد پڑھا جائے، مصافحہ کا موقع ہو، آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت، دعا، خطبہ کے آغاز میں اور ہر کلام کے شروع میں آپ پر درود بھیجا جاتا ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت

ذکر و فکر کی ایک مجلس میں میں نے حضورؐ کی روحانیت پر گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے۔ پس آپ کی روح طیبہ مجالس ذکر و فکر اور خیر میں حاضر رہتی ہے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ کی روح عالم برزخ میں آزاد ہے اور اسے عالم ملکوت کی سیر کرائی جاتی ہے۔

یہ کیفیت تمام مؤمنین کی ارواح کو حاصل ہے لیکن یاد رہے کہ ان ارواح کا آزاد ہونا اور ان کا سیر کرنا، ان کے درجات کے لحاظ سے ہے لیکن سرکار کی روح طیبہ کی شان ان ارواح کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسا دنیا میں اس کا حال تھا۔ مثلاً کوئی روح قرب کو پاتی ہے اور کچھ روحوں بعید ہیں۔ کچھ حق کے قریب ہیں اور کچھ غائب۔ کچھ تو روشنی پھیلانے کا باعث بنتی ہیں اور کچھ تاریکی۔ اسی طرح کچھ تو خفیف ہیں اور کچھ کثیف۔ ارواح کا یہی حال عالم برزخ میں بھی سیاحت اور موجودگی کے لحاظ سے ہے۔ اور اسی طرح اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق جوابات دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس پر دلیل آپ کی یہ حدیث مبارک ہے۔

نسمة المؤمن علی طائر
روح مومن پرندے پر سوار ہو کر
تسبح حیث تشاء۔
حسب خواہش سیر کرتی ہے۔

(موطا مالک)

چونکہ سرکار کی روح مبارک تمام ارواح سے فضیلت میں اعلیٰ ترین ہے لہذا حضور
اور شہود میں بھی یہ اعلیٰ ترین ہے۔

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ایک مسلمان کو مسجد میں داخل ہوتے وقت سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجنا چاہیے۔ اور یہ حکم اس لیے ہے کہ ایسے مبارک
مقام پر سرکار کی روحانیت متوجہ ہوتی ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

جب کوئی مسلمان سرکار پر سلام بھیجتا ہے

انہ اذا سلم علیہ السلام

تو اللہ تعالیٰ سرکار کی روح لوٹا دیتا ہے

یرد اللہ روحہ فیرد

تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔

علیہ السلام۔

یہ حدیث تین امور پر دال ہے:

- ۱۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح طیبہ عالم ملکوت میں بالکل آزاد ہے۔
- ۲۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک اپنی اصلی حالت کے ساتھ ابھی باقی
ہے اور روح لوٹانے کی اہلیت رکھتا ہے۔

۳۔ آپ کا یہ ارشاد گرامی "رد علی روحی" اس پر بھی دال ہے کہ آپ جو سلام
کا جواب عنایت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اس کا سماع ممکن ہے اور
اگر حضور اور سلام دینے والے کے درمیان برزخ نہ ہوتا تو آپ کے جواب کو ہر کوئی
سن سکتا۔

محبوب خدا کی تشریف آوری پر خوشی

اسلام نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔
قرآن مجید میں بھی اللہ رب العزت نے فرمایا:

قل بفضل الله وبرحمته
نذلك فليفرحوا هو خير
اے نبی انہیں بتائیے کہ یہ محض اللہ
کی رحمت و فضل ہے۔ پس اس سے
رحمت و فضل پر خوشیاں منایا کرو تمہارا

مما يجمعون۔
خدا کے اس فضل پر خوشی منانا ان تمام سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

بلاشبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سراپا رحمت ہے۔

وما ارسلنا الا رحمة
ہم نے تو تمہیں تمام جہانوں کے لیے

للعالمین۔
رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

لقد جاءكم رسول من
یہ رسول تم میں سے ہی آیا ہے۔ جب

الفسکم عزیز علیہ ما عنتم
تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس

حریص علیکم بالموئینین
پر بڑا شاق گزرتا ہے اور تمہارے بارے

رؤف رحیم۔
میں بڑا حریص ہے اور مؤمنین کے ساتھ

رؤف و رحیم ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

انما انا رحمة مہدات
میں اللہ کی سراپا رحمت اور سراپا عنایت

ہوں۔

متعدد احادیث اس پر شاہد ہیں کہ سرکارِ دو عالم کی آمد پر خوشی منانا اعمالِ نافعہ

میں سے ہے جس سے نہ صرف مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں بلکہ ابولہب جیسے کافر نے

بھی فائدہ اٹھایا کیونکہ جب اس کی لونڈی ثویبہ نے اسے سرکار کی ولادت کی خوشخبری

دی تو اس نے خوشی میں اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ابولہب

سے جہنم میں پیر کے دن عذاب میں تخفیف کر دی کیونکہ اس دن اس کے انگوٹھے

کے پوٹے سے پانی نکلتا ہے جسے وہ پی کر پیاس بجھاتا ہے۔

اس واقعہ کو مشہور محدث ابن ناصر الدین دمشقی نے یوں نظم فرمایا :

اذا كان هذا كافرا جاء ذمه بتبت يداه في الجحيم مخلداً
(جب انعامات اور رحمتوں کا یہ حال ایک کافر کا ہے جس کی مذمت "تبت يداه" سے
ثابت ہے اور جس کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے)

اتى انّه في يوم الاثنين دائماً يخفف عنه للسرو باحدا
(ہر پیر کے دن اس سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے احمد مصطفیٰ کی آمد پر
خوشی منائی تھی)

فما الظن بالعبد الذي طول عمره باحمد مسروراً ومات موحداً
(تو کیا مقام ہو گا اس بندے کا جس نے تمام عمر سرکار کی خوشی میں گزار لی اور پھر حالت ایمان
میں دنیا سے رخصت ہوا۔)

آپ کی آمد پر خوشی منانے پر یہ واقعہ بھی شاہد ہے کہ سرکارِ دو عالم جب مدینہ میں
داخل ہوئے تو اس دن آپ کے ننھیال کے مردوں اور عورتوں نے پرتپاک انداز میں آپ
کا استقبال کیا اور خوشیوں کے ترانے پڑھتے ہوئے آپ کو خوش آمدید کہا۔

ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک عورت نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ
جب سرکارِ دو عالم غزوہ بدر سے بخیریت واپس آگئے تو اس خوشی میں دف بجائے
گی۔ جب سرکارِ دو عالم واپس تشریف لے آئے تو وہ حاضر ہوئی اور اپنی نذر کا ذکر کیا۔
آپ نے فرمایا :

اوف بنذرك فقامت اپنی نذر پوری کر لے تو اس نے کھڑے
فعلت ہو کر دف بجائی۔

سرکار کے نعلین مبارک اور ائمہ امت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے فضائل و برکات پر بڑے بڑے علماء نے کتب و رسائل تحریر کئے ہیں۔ خاص طور پر شیخ مقری نے تو ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا اور اس میں نعلین مبارک کی مختلف تصاویر بیان کیں۔ میں نے اس رسالے میں سے چند اقتباسات بطور خلاصہ درج ذیل کئے ہیں۔

شیخ مقری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہدایت دے اور برائی کی راہ سے بچائے اور قیامت کے دن حوض کوثر پر پہلے گروہ میں شامل کرے۔

مسلمہ علماء مغرب کی ایک جماعت نے نعلین مقدس کے عکس اور اس کے حسن پر جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے صاحب مطالعہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ ان میں :

امام ابو بکر ابن عربی ، حافظ ابن ربیع بن سالم کلاعی ، مشہور مصنف حافظ ابو عبد اللہ بن ابی ریحان رحالہ ابو عبد اللہ بن رشید شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ابو عبد اللہ محمد بن جابر الوائشی ، ابو عبد اللہ بن مرزوق ، ابو عبد اللہ محمد الوحاح تیونسی ، ابو اسحاق ابراہیم بن حاج سلمی اندلسی۔ پھر ان سے ابن عساکر اور اس کے علاوہ بھی علماء کی ایک کثیر تعداد نے نعل پاک کی روایت کی ہے۔ مثلاً ابو حاکم مالک بن مرحل ابن ابی نصال اور یہ مقتداء و پیشوا اور قابل تقلید ہیں۔

اہل مشرق میں سے حافظ ابن عساکر ، آپ کے شاگرد بدر فارقی ، حافظ عراقی

اور ان کے بیٹے ولی عراقی - اسی طرح شیخ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اس چیز کا ذکر کیا ہے -

امام مقرئ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض کیفیت پر در افراد جو اپنی بعض خصلتوں میں گدھے سے مشابہت رکھتے ہیں ان کی یہ بات پہنچی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کی بابرکت تصاویر کا انکار کرتے ہیں - میرا ان سے سوال یہ ہے کہ تم صور کا کیوں انکار کرتے ہو - حالانکہ تم خود اپنی تصویریں بھی ایسی ہی بنا رہے ہو -

جس کے ذریعے مجھے یہ اطلاع ملی تھی میں نے اس سے کہا کہ ایسے لوگوں سے کہو جن امور کا تم کو علم نہیں ان میں کیوں گفتگو کرتے ہو - پھر تم لوگوں نے جن دلائل کی بنا پر صور کا اطلاق کر کے اسے ناجائز سمجھا ہے یہ تصویریں خاکہ ان صور کے احاطے میں نہیں آتا - پھر شیخ مقرئ نے کہا میں انشاء اللہ رب العزت کی مدد خاص سے اس موضوع پر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں - پہلے میں ایسے دو عکس کا ذکر کرتا ہوں جن پر علماء کا اعتماد ہے - پھر اسے ایسے چار دلائل سے سنجتہ کروں گا جو ایک دوسرے کے محتاج نہیں - جو اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں کیا وہ یہ شعر نہیں پڑھتے کہ امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کا تذکرہ کرنے والے سے کہا تھا -

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ هو المسک ما کررقہ یتضوع
 حضرت نعمان کا تذکرہ بار بار کر دیا وہ کستوری ہے جو ملنے سے زیادہ ہلک دیتی ہے
 ایسا کی الکنا ف طیبہ کلکم الی القلب من اجل المجید حبیب
 داے طیبہ کے رہنے والو تم تمام میرے محبوب کے پاس رہنے کی وجہ سے میرے محبوب ہو
 اس میں کوئی شک و شبہ والی بات نہیں کہ نعل شریف کا عکس کی اضافت
 ایک ذی صور کی طرف دی گئی ہے اور اسے اس لیے خاص کیا گیا ہے تاکہ

اس کی قدر و منزلت معلوم ہو جائے۔

۱۔ کاش کوئی مجھے میرے احباب کے بارے میں بات کرے، ان کے ذکر سے زمانہ خوشبودار ہو گا۔

۲۔ مجھ پر ان کا ذکر بار بار کرو کیونکہ محبوب کی بات مجھے نہایت محبوب ہے۔
۳۔ نعل کا عکس مکرم اس ذات کے قدم تک پہنچانے کا وسیلہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کامل اوصاف سے مخصوص کیا ہے۔

۴۔ صاحب نعل نے میرے دل کو اس طرح اپنا شیدائی بنا لیا ہے کہ ہر نعل پہننے والا مجھے محبوب ہے۔

پس آپ کی نعل پاک سے شرف حاصل کرو اور اچھے اعمال کرو اپنے آپ کو اعلیٰ فضائل و کمالات سے مزین کر لو۔

اگر بفرض محال نعل پاک کا کوئی شرف نہ بھی ہو تو اس سے اس عظیم مستی کی یہ جو یاد آتی ہے کہ آپ تمام اولادِ آدم کے سربراہ، اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ یہی وجہ کافی ہے۔ مومن کے ایمان کو اسی سے تسکین مل جاتی ہے اور ان کا شرف کیوں نہ ہو بیمار اس سے شفا پاتے ہیں۔ ان کے خواص اور منافع ظاہر و باہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ شیخ ابو حفص عمر فاروقی کے درجات بلند فرمائے۔ جنہوں نے نعل پاک کی مثال دیکھی تو یوں عرض کیا:

اگر مجنوں سے کہا جاتا کہ تم لیلیٰ اور اس کا وصل اور ساری دنیا میں کے خزانوں میں سے کسے چاہتے ہو تو مجنوں ضرور کہتا، مجھے لیلیٰ کے پاؤں کا غبار دینا اور اس کے خزانوں سے زیادہ عزیز ہے۔

هذه صورة مثال النعل النبوي الشريف

على رأس هذا الكبرن نعل محمد " علت فجميع الخلق تحت ظلاله
لدى الطور سوى نوري اخلع واحمد على القرب لم يؤمر بخلع نعاله

مثال حكي نعلنا لا شرف مرسل . تمتت كمكان التربة منه انفراقه
ضارها سبع السموات كلها . غيارى وتجان الملكون حواسه

مثال نعل المصطفى ماله مثل . لروحي به رايح لعيني به كحل
فاكرم به كتمثال نعل كريمه . لطا كل رأس وده كواثر رجل

ولما رأيت العرق . حارب الوري . جعلت نفسي نعل سيده حصنا
تحصنت منه في يدع . مثالها . بسو بمنيع . نلت في ظله الأمانا

اني خدمت مثال نعل المصطفى

لاعيش في الدارين تحت ظله الإلهي

سعدا بن مسعود . بخدمته نعله

وانا السعيد بخدمتي لمثاله

• يوسف النبهاني •

نقش نعلین میں مذکورہ اشعار کا ترجمہ

اس کائنات پر حضور کی نعلین کا سایہ ہے اور تمام مخلوق اس کے سایہ میں ہے۔
کوہ طور پر حضرت موسیٰ کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا۔ مگر محبوب کو مقامِ دنیٰ پر بھی ایسا
نہیں کہا۔

سید المرسلین کی اس نعلین پاک کا یہ عکس منقول ہے تارے جس کی فرش راہ بننے کے
لیے ترستے ہیں۔

ساتوں آسمان اور تمام بادشاہوں کے تاج اس پر رشک کرتے ہیں۔
یہ نعل مصطفیٰ کا نقشہ ہے جو میری روح کی خوشی اور میری آنکھوں کا سرمہ ہے۔
نعل مبارک کا نقشہ کتنا مکرم ہے کہ ہر سر تمنا کرتا ہے کہ کاش میں اس کا پاؤں بن جاؤں۔
جب زمانہ مخلوق پر حملہ آور ہوتا ہے تو میں آقا کی نعلین کو اپنے لیے قلعہ بنا لیتا ہوں۔
میں ہر پریشانی سے اس کے صدقے نجات اور اس کے سایہ میں امن پاتا ہوں۔ میں
نے نعل مصطفیٰ کے عکس کی اسی لیے خدمت کی ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اس کا
سایہ نصیب رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نعل مقدس اٹھا کر سعادت
پائی۔ میں اس کے عکس کی خدمت کر کے سعادت پارا ہوں۔

محافل میلاد کا انعقاد اور انکی برکات

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد ان وجوہ کی بنا پر جائز ہے۔
 ۱۔ محافل میلاد کے ذریعے حضور کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس خوشی پر
 ایک کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ بخاری میں آیا ہے کہ ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں
 تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اسی دن اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور علیہ السلام کی ولادت
 کی خوشخبری دینے کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا۔ امت کے عظیم محدث شمس الدین محمد بن ناصر
 دمشقی نے اس واقعہ کو نظم کیا۔

جب وہ کافر ابولہب، جس کی مذمت میں سورہ تبت یداہ نازل ہوئی اور وہ
 دائمی جہنمی ہے۔ اس کے عذاب میں ہر پیر کو اس لیے تخفیف ہو جاتی کہ اس نے آپ
 کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جب کافر پر انعام ہے تو اس غلام کا کیا مقام ہوگا جو
 تمام عمر آپ کی خوشی میں بسر کرتا ہے۔ اور اسلام پر فوت ہوتا ہے۔

۲۔ اس دن کی آپ نے تعظیم فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر اکرام و انعامات
 فرمائے اس پر شکر ادا کیا کیونکہ آپ کے وجود ہی سے تمام موجودات کو شرف ملا اور وہ
 تعظیم روزے کی صورت میں تھی۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار
 دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی حکمت کے بارے میں سوال کیا
 گیا تو فرمایا:

فیہ ولدت و فیہ انزل یہی وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا

علی۔ (المسلم، کتاب الصیام) اور اسی دن مجھے پر قرآن پاک نازل کیا گیا۔

محافل میلاد کی مختلف صورتیں ہیں لیکن ان سب میں جو بنیادی و مشترک پہلو ہے وہ یہ ہے : خوشی منانا خواہ یہ روزہ رکھنے کی صورت میں ہو۔ یا کھانا کھلانے کی صورت میں، ذکر و فکر کی محفل ہو یا صلوٰۃ و سلام کی یا سیرت کانفرنس۔

۳۔ سرکار کی آمد کی خوشی منانا ایک ایسا امر ہے جس کا تقاضا خود قرآن پاک ہم سے کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قل بفضل اللہ وبرحمته اے رسول انہیں تباہ دیجئے کہ یہ محض

فبذلک فلیفرحوا۔ اللہ کی رحمت و فضل کرم ہے پس اس

کے حصول پر خوشیاں منایا کرو۔

اس آیت کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہمیں جب کوئی رحمت حاصل ہو تو اس پر خوشی منایا کرو اور سرکار کی آمد تو سب سے بڑی رحمت ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة

للعالمین۔ اے رسول ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے

لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۴۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ایام کا خصوصی خیال رکھتے جن میں کوئی اہم دینی واقعہ ہوا ہوتا بلکہ اس وجہ سے اس دن کی تعظیم کرتے کیونکہ وہ اس واقعہ کے لیے طرف بنا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس قاعدے کی بنیاد رکھی جیسا کہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام جب مدینہ پاک پہنچے تو دیکھا کہ یہود عاشورہ کو روزہ رکھتے ہوئے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا تو بتایا گیا۔ یہ یہود روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اس دن

اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کو بچایا تھا اور ان کے دشمن کو غرق کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر یہ روزہ رکھ کر شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نحن اولیٰ بموسىٰ منکم فصامہ ہم یہود کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام

و امر بصیامہ۔ سے زیادہ قریبی ہیں۔ آپ نے روزہ رکھا

اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۵۔ میلادِ انبی کے سلسلے میں محفل کا انعقاد حضور علیہ السلام کے ظاہری حیات میں نہ تھا لہذا یہ بدعت ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے کیونکہ یہ شرعی اصولوں کے عین مطابق ہوتی ہے۔ یہ اجتماعی ہئیت کے لحاظ سے تو بدعت ہے لیکن جزئیات کے طور پر بدعت نہیں کیونکہ انفرادی طور پر میلادِ انبی سرکارِ دو عالم کی ظاہری حیات میں بھی ہوتی تھیں جس کے بارے میں آگے چل کر گفتگو ہوگی۔

۶۔ محافل میلادِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود و سلام پڑھنے کا

شوق دلاتی ہیں اور وہ مطلوب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

ان اللہ و ملائکتہ یصلون بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے

علی النبی یا ایہا الذین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوة

آمنوا صلوا علیہ وسلموا بھیجتے ہیں پس اے ایمان والو تم بھی

تسلیمو۔ آپ کی خدمت میں صلوة و سلام بھیجا کرو۔

اور جو چیز کسی مطلوب شرعی کا شوق دلائے وہ بھی شرعاً مطلوب ہوتی ہے۔

اور درود شریف کی وجہ سے امتی کو حضور علیہ السلام کا قرب اور جو شفقتیں نصیب ہوتی

ہیں ان کی تعداد سے بیان قاصر ہے۔ اور ان کے انوار کا اندازہ تصور سے بالاتر ہے۔

۷۔ میلادِ انبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی محفل ہوتی ہے جس میں مولدِ مبارک، سرکار

کے معجزات، سیرت اور شمائل و فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔ کیا ہمیں شریعت نے حکم نہیں دیا

کہ ہم آپ کے اعمال و سیرت اور فضائل سے آگاہ ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے آپ کو آپ کے اعمال کے مطابق ڈھالیں کیا ہمیں آپ کے معجزات پر ایمان لانے اور آپ پر نازل شدہ آیات کی تصدیق کا حکم نہیں۔ میلاد شریف کے موضوع پر لکھی جانے والی کتب ان تمام امور کو بہتر طور پر بیان کرتی ہیں۔ میلاد البنی کی صورت میں دراصل جو آپ کے اوصاف و اخلاق بیان کئے جاتے ہیں ان کے ذریعے آپ کے ان حقوق میں سے بعض کی ادائیگی ہوتی ہے جو امت پر لازم ہیں۔

مختلف شعراء کا عمل بھی ملتا ہے کہ انہوں نے قصائد کے ذریعے آپ کا قرب پایا آپ نے ان کے عمل کو پسند فرمایا اور انہیں انعامات سے نوازا۔

جب یہ حال اس شخص کا ہے جو زبانی آپ کی مدح کرتا ہے تو وہ شخص سرکار کی بارگاہ سے کیا نہیں پاٹے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل شریفہ کو کتاب کی صورت میں جمع کرتا ہے بلکہ اس عمل کی سرانجام دینے میں جہاں ایک طرف سرکار کا قرب حاصل ہوتا ہے وہاں یہ عمل آپ کی محبت و رضا کا بھی باعث بنتا ہے۔

۸۔ بے شک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و معجزات و اخلاق حمیدہ کی معرفت آپ سے محبت میں زیادتی اور آپ پر ایمان کی مضبوطی کا باعث بنتی ہے۔ کیونکہ انسان ہمیشہ اسی شخص کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے جو خلقت، اخلاق، علم اور عمل میں اعلیٰ ہو۔ اور واضح بات ہے کہ اس لحاظ سے سرکار سے زیادہ نہ کوئی جمیل ہے اور نہ کوئی کامل اور نہ کوئی زیادہ اخلاق والا ہے اور نہ فضائل والا۔

آپ کے ساتھ محبت میں اضافہ اور آپ پر کامل ایمان شرعاً مطلوب ہے۔ اور جو چیز ان کے حصول کا ذریعہ ہوگی وہ بھی یقیناً مطلوب ہوگی۔

۹۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا شریعت کا تقاضا ہے۔ پس

میلاد النبی کے دن ذکر الہی کے لیے اجتماع کرنا، فقراء کو کھانا کھلانا اور خوشی کا اظہار کرنا یہ مظاہر تعظیم میں سے ہیں۔ اسی طرح اللہ کا شکر ادا کرنا کہ اس نے آپ کے ذریعے ہمیں دین اسلام عطا کیا اور آپ کی بعثت کا شرف بخشا یہ بھی آپ کی تعظیم ہی کا اظہار ہے۔

۱۰۔ آپ نے جمعہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ گویا آپ نے اس فرمان سے واضح کر دیا کہ نبی کی ولادت کا دن بابرکت ہوتا ہے جب ہر نبی کی ولادت کا دن افضل ہے تو کتنا افضل ہوگا وہ دن جس میں وہ ہستی تشریف لائی جو تمام انبیاء سے افضل و اشرف ہے۔

یہ تعظیم و عزت اس مخصوص دن کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اس کے لئے خصوصاً اور تکرر کے لئے عموماً ثابت ہے جیسا کہ جمعہ میں ہے تاکہ اس نعمت پر شکر، فضیلت نبوت و رسالت کا اظہار اور تاریخ انسانیت کے صفحات پر اس عظیم واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے ہے جیسا کہ اس مکان کی ہمیشہ تعظیم کی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے نبی پیدا ہوئے حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بیت اللحم کے مقام پر دو رکعات ادا کریں۔ آپ نے ادا کیں تو جبریل نے پوچھا:

اتدری این صلیت؟ اس مقام نماز سے آپ آگاہ ہیں؟

فرمایا نہیں۔ عرض کیا:

صلیت ببیت لحم حیث

ولد عیسیٰ۔ یہ حضرت علیہ السلام کی جائے ولادت ہے۔

۱۱۔ میلاد النبی کا انعقاد ایک ایسا امر ہے جسے علماء ائمہ اور ہر علاقے اور طبقہ کے مسلمانوں نے مستحسن جانا ہے اور اس پر عمل ہر جگہ جاری ہے۔ لہذا اس کا شرعاً مطلوب ہونا اس قاعدے سے ماخوذ ہوگا جو حضرت ابن مسعود سے موقوف اور ابیت سے ماخوذ

ہے:

ما راہ المسلمون حسناً فهو
عند الله حسن و ما
راہ المسلمون قبیحاً فهو
عند الله قبیح .

ہر وہ عمل جسے مسلمان اچھا کہیں وہ
اللہ رب العزت کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے۔
اور جسے مسلمان قبیح جانیں وہ اللہ رب العزت
کے نزدیک بھی قبیح ہی ہے .

(سند احمد)

۱۲۔ میلاد النبی کی صورت میں ذکر و فکر کے لیے اجتماع کرنا، صدقہ کرنا اور بارگاہِ
مصطفوی کی مدح و تعظیم کرنا سنت ہے اور شرعی لحاظ سے بھی مطلوب امر ہے۔ یہ تمام
امور شرعاً مطلوب اور قابل ستائش ہیں کیونکہ بہت سے ایسے آثار ملتے ہیں جس میں اس
طرح کی محافل کا ذکر اور ان کے انعقاد پر ترغیب ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

و کلا نقص علیک من
انباء الرسل ما نثبت
به فؤادک .

اور ہم نے ان رسلان کرام کی باتیں
اپنے لئے اس لیے بیان کی ہیں تاکہ ہم
آپ کے دل ان کے ذریعے مضبوط کریں۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء
علیہم السلام کے واقعات اور قصے سنائے ان کا مدعا و مقصود سرکار کے دل کو مصیبتوں
اور مشکلات کے وقت سہارا دینا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہمارے دن اس
امر کے آپ سے زیادہ محتاج ہیں کہ سرکار کے احوال کے بیان سے ہم اپنے دلوں کو
مضبوط و مطمئن کریں۔

۱۴۔ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر وہ کام جسے ہمارے اسلاف نے سرانجام نہ دیا ہو یا
جس کا وقوع پہلے زمانے میں نہ ہوا ہو وہ بدعتِ سیئہ، اس کا ارتکاب حرام اور اس

کا انکار ہم پر واجب ہوتا ہے۔ بلکہ ہم پر واجب ہے کہ ایسے نئے امور کو دلائل شرعیہ پر پیش کریں۔ اگر اس میں دین اور امت کا فائدہ ہے تو اس پر عمل واجب ہوگا اور اگر وہ حرام پر مشتمل ہے تو حرام، مکروہ پر مشتمل ہو تو مکروہ۔ اسی طرح جو مباح پر مشتمل ہو وہ مباح اور جو مندوب پر مشتمل ہو وہ مندوب ہے۔ کیونکہ ذرائع میں حکم ان کے مقاصد کے لحاظ سے لگایا جاتا ہے۔

علماء نے بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ واجب۔ جیسے باطل کا رد کرنا اور فن نحو کا سیکھنا۔

۲۔ مندوب۔ جیسے سراؤں اور مدارس کا قیام۔ مناروں پر اذان دینا اور

نیکی کے وہ تمام معاملات جو صدی اول میں نہ تھے۔

۳۔ مکروہ۔ جیسے مساجد کی تزئین اور قرآن پاک پر نقش و نگار۔

۴۔ مباح۔ جو تلوں کا استعمال، کھانے پینے کے آلات میں توسیع۔

۵۔ حرام۔ ہر وہ نئی چیز جو سنت رسول کے مخالف ہو بلکہ وہ خود کسی شرعی دلیل

کے تحت نہ ہو اور نہ کسی شرعی مصلحت پر مشتمل ہو۔

۱۵۔ ہر وہ کام جو سابقہ ادوار میں اجتماعی شکل میں موجود نہ ہو لیکن اگر اس کے اجزاء

و افراد موجود ہوں تو وہ شرعی طور پر مطلوب ہوتا ہے کیونکہ مشروع اجزاء کا مجموعہ بھی مشروع

ہی ہوگا۔

۱۶۔ ہر نیا طریقہ حرام نہیں ہوتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما

اور حضرت زید کا قرآن کو جمع کرنا بھی حرام ہو جائے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام کی موت

کے پیش نظر قرآن پاک کو جو صحیفوں میں لکھ کر جمع کیا گیا اور ساری امت کو ایک قرآن پر جمع

کیا گیا۔ یہ عمل بھی حرام کے کھاتے میں جائے گا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا لوگوں کو ایک امام

کی اقتداء میں نماز تراویح کے لیے جمع کرنے کا عمل بھی حرام ہو جائے گا۔ حالانکہ خود

فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ یہ عمل بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے۔ اسی طرح علوم نافعہ کو جمع کرنا بھی حرام ٹھہرے گا۔ معاملہ صرف یہیں تک نہیں رہے گا بلکہ ہم پر لازم ہو جائیگا کہ آج جہاں دشمن ہمارے خلاف اسلحہ کے طور پر ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، ہوائی و بحری جنگی جہاز استعمال کر رہا ہے وہاں ہمیں بدعت سے بچنے کے لیے صرف تیروں اور تلواروں سے لڑنا کرنا واجب ہوگا۔ اسی طرح مناروں پر اذان دینا، راستے اور مدارس تعمیر کرنا، ہسپتالوں، یتیم خانوں اور جیلوں کا قیام بدعت شمار ہوگا۔ یہی وجہ ہے علماء نے ارشاد نبوی "کل بدعتا ضلالہ" کو بدعت سیئہ پر محمول کیا ہے اور اس قید کی تصریح و تائید ان تمام امور سے ہوتی ہے جو اکابر صحابہ اور تابعین نے ایجاد کئے حالانکہ وہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ تھے۔

۱۷۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ نیا معاملہ جو کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اور آثار صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے لیکن جو معاملہ خیر بہ بنی ہو۔ اور قرآن و حدیث کے خلاف بھی نہ ہو وہ بدعت حسنہ ہے۔

۱۸۔ ہر وہ چیز جو اولہ شرعیہ کے تحت ہو اور اس کی ایجاد سے شریعت کی مخالفت مقصود نہ ہو اور وہ کسی حرام شے پر بھی مشتمل نہ ہو تو وہ دین میں سے ہے۔

باقی رہا متعصبین کا یہ قول کہ یہ کام اسلاف نے نہیں کیا لہذا یہ بدعت ہے۔ یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ جو شخص ذرا بھی علم الاصول سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ دلیل نہیں بلکہ عدم دلیل ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے بدعت ہدٰی کو سنت کہا اور اس سنت کو عملی جامہ پہنانے والے کے لیے اجر و ثواب کی اطلاع دی جیسا کہ خود سرکار نے فرمایا:

من سنت سنن فی الاسلام جس کسی نے اسلام میں کوئی اچھا کام
سنة حسنة فعل بها شروع کیا اور اس کے بعد دوسروں

بعدہ کتب لہ مثل اجر
من عمل بہا ولا ینقص
من اجورہم شیئ۔
نے اس پر عمل کیا تو اس شخص کے لیے
آنا ہی ثواب لکھا جائے گا لیکن اس
کے زمرے میں ثواب لکھا جانا عمل کے
کرنے والوں کے ثواب میں کمی کا باعث
نہیں بنے گا۔

۱۹۔ میلاد النبی پر محفل منعقد کرنا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یاد کا احیاء
ہے اور یہ اسلام میں مشروع ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا حج کے اکثر اعمال مختلف
لوگوں کی یادیں ہی ہیں۔ مثلاً صفاء و مروہ کے درمیان سعی، منیٰ میں رمی کرنا،
قربانی کرنا، ایسے واقعات ہیں جو باضی میں پیش آئے تھے۔ آج مسلمان ان یادوں کا
احیاء کر کے ہر سال تجدید کرتے ہیں۔

۲۰۔ اس سے قبل میلاد النبی کے جواز پر جو وجوہات ہم نے بیان کیں یہ اس محفل کے
بارے میں ہیں جو مکروہات و منکرات اور خلافِ شرع امور سے خالی ہوں لیکن جب محفل
ایسے معاملات و افعال پر مشتمل ہو جو خلافِ شرع ہیں مثلاً مردوں اور عورتوں کا اختلاط حرام
امور کا ارتکاب یا فضول خرچی کرنا جس سے خود سرکار کی ذات پاک ناراض ہو تو ایسی محفل
ہرگز جائز نہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس کا حرام ہونا عارضی ہو گا نہ کہ ذاتی طور پر۔ یہ ایک
بدیہی امر ہے جو ذرا بھی غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

حضرت عمر کے زمانہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوسل

حضرت عاصم بن عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ مزنیہ قبیلے کے ایک شخص کو
قحط کے سال اُس کے گھر والوں نے کہا کہ وہ اُن کے لیے ایک بکری ذبح کرے۔
اس نے جواب دیا کہ ان بکریوں میں کچھ بھی نہیں یعنی یہ کھانے کے قابل نہیں ہیں۔

لیکن گھروالوں کے اصرار پر اس نے ایک بکری ذبح کی لیکن اس بکری کی ہڈیوں سے
 بو آرہی تھی۔ اس موقع پر اس نے پکارا یا محمد اے۔ جب رات ہوئی تو اس
 شخص نے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اسے فرما رہے تھے،

البتد بالحیاء ایت عمر لوگوں کو دوری قحط کی بشارت دو، عمر کو
 فأقرئہ منی السلام وقل میرا سلام دو اور کہو یہ تیرا دور اور اس
 لہ ان عہد حابا و میں شدید قحط؛ پس اور محنت اور
 فی العہد شدید تدبیر کرو۔

العقد فالکس الکیس -

یا عمر -

سرکار کا یہ حکم سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ آپ
 کے دروازے پر پہنچا تو دربان سے کہنے لگا۔ اے غلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے قاصد کے لیے صاحب خانہ سے اجازت مانگو۔ ملاقات پر اس شخص نے سارا ماجرا
 آپ کو سنایا۔ حضرت عمر سریشان ہو گئے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے پوچھا
 اے لوگو میں تمہیں اللہ کو گواہ بنا کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھ میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو جسے
 تم ناپسند کرتے ہو۔ لوگوں نے جواب دیا ہرگز نہیں اللہ آپ کو خوش رکھے۔ اس کے
 بعد حضرت عمر نے مُزنی کا پیغام ان تک پہنچایا۔ یہ مُزنی شخص بلال بن حارث تھے۔
 پس وہ لوگ حقیقت حال کو سمجھ گئے لیکن وہ مُزنی شخص نہ سمجھ سکا۔ لوگوں نے
 عرض کیا یہ شخص آپ سے بارش کی دعا کرانے آیا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ مل کر بارش
 کے لیے دعا کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلا کر مختصر تقریر کی اور اس کے بعد
 دو رکعت نفل ادا کئے اور اس کے بعد یہ دعا کی:

اللہم عجزت عنا انصارنا اے اللہ تو نے ہمارے انصار، قوت

وعجز عنا حولنا وقوتنا
وعجزت عنا الفنا ولا
حول ولا قوة الا بك اللهم
أسقنا وأحى العباد
وطاقت اور ہمارے نفوس کو عاجز کر دیا
ہے تیرے بغیر کوئی قوت و طاقت نہیں
اے اللہ بارش عطا فرما اور بندوں اور
شہروں کو زندہ و آباد فرما۔

والبلاد۔

حافظ ابو بکر بیہقی، امام مالک کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی
کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا۔ ایک شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور
کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے
کیونکہ قحط سالی کی وجہ سے وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ اس دعا کے بعد اس شخص کو خواب میں
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایت عمر فاقرئہ فی
السلام واخبرہم انہم
مسقون وقل لہ علیک
بالکیس الکیس۔

عمر کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور انہیں
بتاؤ۔ اور ان سے کہو خوب تدبیر و محنت
سے کام لو۔

وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس پر
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا:
اے اللہ میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا مگر میں عاجز بندہ ہوں۔ اس روایت کی سند
صحیح اور حافظ ابن کثیر نے بھی سن اٹھا رہے ہیں اسے ذکر کیا ہے۔

(البدایہ، ۷: ۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میزان میں امت کے اعمال

امام عز بن عبد السلام "بدایۃ السؤل" میں فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی نبی کے امت کا کوئی فرد اچھا کام کرتا ہے تو اس کا اجر اس نبی کے لیے بھی لکھ دیا جاتا ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا دیگر تمام امتوں کے اعتبار سے جنت میں زیادہ حصہ ہوگا۔

آپ کی امت کے بارے میں خود اللہ رب العزت نے فرمایا خیر امة اخرجت للناس (یہ بہترین امت ہے جسے لوگوں کی رہنمائی کے لئے اس جہاں میں مبعوث کیا گیا) اس امت کا خیر امت ہونا اس وجہ سے بھی ہے کیونکہ یہ معارف احوال و اقوال و اعمالِ حسنہ کے ساتھ متصف ہے۔

پس کوئی معرفت، کوئی حال، کوئی عبادت، کوئی مقال اور کوئی ایسی شے نہیں جس کے ذریعے اللہ رب العزت کا قرب حاصل ہو اور وہ سرکار نے ہمیں نہ بتایا ہو اور اس کی دعوت نہ دی ہو۔ پس اب قیامت تک سرکار کے ارشاد ہی کے مطابق اسے امت کے ہر اچھے کام کا اجر آپ کو بھی ملے گا آپ نے فرمایا:

| | |
|-------------------------|--------------------------------------|
| من دعا الی ہدی کان لہ | جس شخص نے کسی کو اچھے کام کی رہنمائی |
| اجرہ واجر من عمل بہ الی | کی تو اسے قیامت تک دوسرے شخص کے |
| یوم القیامة۔ | عمل کا اجر ملتا رہے گا۔ |

سابقہ انبیاء علیہم السلام کو یہ مقام حاصل نہ تھا۔ حدیث مبارک میں آتا ہے :
 المخلوق عیال اللہ و احبہم
 تمام مخلوق اللہ رب العزت کی عیال ہے
 الیہ الفعہم لعیالہ۔
 پس اس مخلوق میں سے اللہ کے نزدیک
 وہی شخص زیادہ محبوب ہوگا جو اس مخلوق
 کے لیے باعث نفع ہو۔

چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ
 مخلوق کو فائدہ پہنچایا جبکہ انبیاء علیہم السلام نے ایک حصے کو فائدہ پہنچایا۔ لہذا کل قیامت
 کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سرکار کی قدر و منزلت، قرب زیادہ ہوگا۔ امت
 کے ہر عارف کی معرفت، ہر صاحب حال کے حال، ہر صاحب حال کے حال اور اللہ کے
 قرب کے حصول کے لیے ہر عامل کا عمل مثلاً نماز، زکوٰۃ، غلاموں کو آزاد کرنا، جہاد اور
 نیکی کرنا، ذکر و صبر و عفو و درگزر کرنا۔ ان تمام اعمال کا اجر آپ کو بھی حاصل ہوگا۔
 اسی طرح آپ کی امت میں سے جب بھی کوئی فرد آپ کی رہنمائی میں عمل کر کے
 کوئی مرتبہ و درجہ پائے گا۔ آپ کو اس سے بڑھ کر درجہ عطا کیا جائے گا۔ اور یہ درجہ
 تمام عالمین سے دوگنا بلند ہوگا۔ آپ کا درجہ دوگنا ہونا اس لئے ہے کہ آپ نے تمام
 کی رہنمائی فرمائی اور آپ کو تمام عالمین کی طرف مبعوث کیا گیا۔

اسی فضل و کرم کو دیکھ کر معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔
 انہوں نے آپ پر رشک کیا کہ قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے والی امتوں میں
 سب سے زیادہ تعداد سرکار کی امت کی ہوگی

یہاں یہ بات واضح کر دینا مناسب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کسی حسد کی بنا پر نہیں
 روئے جیسا کہ بعض جاہلوں کا قول ہے بلکہ آپ نے افسوس کا اظہار کیا کہ ہم آپ جیسا
 مقام و مرتبہ نہ پاسکے۔

والحمد لله ، يا محمد

حافظ ابن کثیر نے امام احمد بن حنبل سے حضور علیہ السلام کے وصال مبارک کا تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہوئے بیان کیا کہ جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق حاضر ہوئے۔ کپڑا مبارک اٹھایا۔ آپ کی زیارت کی اور پڑھا:

انا لله وانا اليه راجعون۔ بے شک ہم اللہ کے لیے پیدا ہوئے اور اسی کی

طرف واپس جانا ہے۔ یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔

ثم اتاه من قبل رأسه فحذر

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق حضور

فاه و قبل جبهته ثم قال

وانبىاه ثم رفع رأسه

اور منہ مبارک کے ساتھ چمٹ گئے اور

فحذر فاه و قبل جبهته

پیشانی چومی اور روتے ہوئے عرض کیا اے

وقال واصفياه ثم رفع

میرے پیارے نبی پھر آپ نے سرکار کا

رأسه و حذر فاه و قبل

سر اٹھایا منہ مبارک کے ساتھ چمٹے پیشانی

جبهته وقال واخيلاه

چومی اور عرض کیا اے منتخب ذات!

مات رسول الله صلى الله

پھر آپ نے وہی گل دہرایا اور عرض کیا اے

تعالى عليه وسلم۔

اے میرے پیارے خلیل! سرکار کا وصال ہو گیا ہے۔

البیہ ۵، ۲۲۲)

امام دارمی نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے

در دناک کیفیت میں مجھ سے فرمایا اے انس

کیف طابت انفسکم ان تحثوا

تم میں سرکار کی تدفین کا کیسے حوصلہ ہوا؟

علی رسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم التراب ؟
اس کے بعد آپ نے یہ کلمات کہے :

اے آبا جان آپ کو رب تعالیٰ کا کیسا
قرب ملا ہے۔ آبا جان اب آپ کا مسکن
جنت الفردوس ہے۔ آبا جان اب جبرئیل
کا زمین پر (وحی لے کر) آنا بند ہو جائیگا۔
اور اے آبا جان آپ نے اپنے رب

یا ابتاہ من ربہ ما ادناہ
و اُبتاہ جنۃ الفردوس
ما و اہ و اُبتاہ الی جبرئیل
نتعاه و اُبتاہ اجاب
ربا دعاه۔

کے بلاوے پر لبیک کہہ دیا ہے۔

حضرت حماد فرماتے ہیں۔ جب یہ روایت حضرت ثابتؓ نے بیان کی تو روپڑے
اور فرمایا جب حضرت انسؓ نے یہ روایت بیان کی تھی تو وہ بھی روپڑے تھے۔

(سنن دارمی ۱: ۱۱۱ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے موقع پر مسلمانوں کا نعرہ یا محمد اہ
تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید کمانڈر تھے اور اس میں
فتح ہوئی۔ فتح کے بعد آپ آرام کرنے کے لیے پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ دشمن نے
آپ کے تعاقب میں شاہسوار روانہ کیے تاکہ وہ آپ کو قتل کر سکیں۔ حضرت خالد بن ولید
واپس مڑے اور صحابہ کی دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے انا ابن
ولید العود۔ انا ابن عامر وزید۔

پھر آپ نے مسلمانوں کے نعرے کے
ذریعے پکارا۔ یاد رہے کہ اس جنگ میں
مسلمانوں کا نعرہ یا محمد اہ تھا

ثم قادی بشعار المسلمین
وکان شعارہم یومئذ
یا محمد اہ۔

(البدایہ ۶، ۲۲۴)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی کو اپنی ذات سے توسل کا طریقہ سکھانا

امام حاکم نے حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ سرکار کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر تھے کہ ایک اندھا شخص آیا اور اپنی نظر کے نہ ہونے پر سرکار سے شکایت کی اور عرض کیا :

یا رسول اللہ لیس لی قائد
وقد شق علیّ فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم انت المیضاء فتوضاء
ثم صل رکعتین ثم قل اللهم
انی اسئلك والوجه الیک
بنبیک محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نبی الرحمة
یا محمد انی التوجه بک
الی ربک فیجالی لی عن
بصری اللهم شفعه فی
وشفنی فی نفسی ۔

یا رسول اللہ میرا کوئی ایسا بہارا نہیں
جس کی مدد سے چل سکوں یسیناً چلنا
مجھ پر دشوار ہے۔ سرکار نے فرمایا تم وضو
کر دو اور دو رکعت نفل ادا کر دو اور پھر کہو
اے اللہ میں تیرے بچا کے وسیلے سے
تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں پس مجھے
بینائی عطا فرما۔ اے اللہ مجھے میری
آنکھوں اور جسم میں تندرستی عطا فرما۔
اے اللہ حضور کو میرے حق میں
شفیع بنا اور میری درخواست میرے
حق میں قبول فرما۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں :
فواللہ ما تفرقتنا ولا طال
بنا الحدیث حتی دخل الرجل
وکان لم یکن بہ ضرر۔

ابھی مجلس درخواست نہیں ہوئی تھی
نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی کہ وہ شخص
دوبارہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں

میں کبھی اندھا پن تھا ہی نہیں۔

یہ حدیث مبارکہ امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن اس کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے نہیں کی۔

ترغیب و ترہیب میں حضرت عثمان بن حنیف کے حوالے سے یہ حدیث مبارکہ

یوں مروی ہے :

| | |
|---------------------------|---------------------------------------|
| ان اعمی اتی الی رسول اللہ | ایک اندھا شخص سرکار کی بارگاہ میں |
| صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول آپ اللہ |
| فقال یا رسول اللہ ادع | سے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھوں کی |
| اللہ ان یکشف لی عن | بینائی واپس دیدے۔ عرض کیا |
| بصری قال او ادع قال | یا رسول اللہ! نظر کے چلے جانے سے |
| یا رسول اللہ قد شق علی | مجھے سخت تکلیف ہے۔ سرکار نے اسے |
| ذہاب بصری قال فالطلق | فرمایا جاؤ وضو کر کے دو رکعت نفل |
| فتوضا ثم صل رکعتین | پڑھو اور پھر یوں دعا مانگو اے اللہ |
| ثم قل اللهم انی اسألك | تجھ سے میں تیرے نبی محمد کے وسیلہ |
| التوجه الیك بنیبك محمد | سے جو نبی رحمت ہیں، اے محمد آپ |
| نبی الرحمة یا محمد | کے وسیلہ سے میں بارگاہ خداوندی |
| انی التوجه الی ربی بک ان | میں متوجہ ہوں آنکھوں کی بینائی مانگتا |
| یکشف لی عن بصری اللهم | ہوں۔ اے اللہ اپنے نبی کو میرے حق |
| شفعه فی وشفعنی فی نفسی | میں شفیع بنا اور میری دعا میرے حق |
| فرجع وقد کشف اللہ عن | میں قبول فرما۔ اس کے بعد وہ شخص |

بصرہ - لوٹا تو اس کی آنکھوں میں بینائی

واپس لوٹ آئی تھی

اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا یہ حسن صحیح و غریب ہے۔ اسے نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔ ابن خزیمہ نے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔ لیکن امام ترمذی کی روایت میں "ثم صل رکعتین" کے الفاظ موجود نہیں بلکہ الفاظ یوں ہیں۔

وامرہ ان يتوضا، فيحسن وضوءه، کہ اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے لیکن اس کے بعد امام ترمذی نے مذکورہ دعا نقل کی ہے۔

امام طبرانی نے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے لیکن اس کے شروع میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص بار بار حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمانؓ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔

ایک دن اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف سے ہوئی اور اپنی شکایت بیان کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے فرمایا تم وضو کر کے مسجد میں آؤ اور دو رکعت نفل ادا کرو اور اس کے بعد یہ دعا کرو کہ اے اللہ میں تمہارے نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ وہ میری حاجت کو پورا کر دے۔

اس کے بعد تم اپنی حاجت کا ذکر کرنا۔ لہذا تم رات کو آجانا میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ وہ آدمی چلا گیا اور جو کچھ اسے کہا گیا تھا اس نے کیا۔ اس کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گیا۔ دربان نے دروازہ کھولا اور ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمانؓ کے پاس بٹھادیا۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اور اس کے بعد اس کی حاجت پوری کر دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم نے یہ حاجت پوری کرانے کے لیے اتنی تاخیر کیوں

کی۔ اس کے بعد فرمایا تمہیں جب کوئی پریشانی ہو تو ہمارے پاس آجایا کرو۔ جب یہ شخص
 امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس سے نکل کر گھر جانے لگا تو اس کی ملاقات حضرت عثمان
 بن حنیف سے ہوئی۔ اس شخص نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ
 حضرت عثمان تو میری طرف توجہ بھی نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے میری ان
 سے سفارش کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے حضرت عثمان سے
 آپ کے بارے میں کوئی سفارش نہیں کی۔ میں ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ
 میں موجود تھا۔ وہاں پر ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نظر کے ضائع ہونے کی
 شکایت کی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا کوئی سہارا نہیں۔ چلنا میرے لیے دشوار
 ہے۔ اس پر حضور نے اسے فرمایا تم وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا کرو۔
 حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ ابھی مجلس جاری تھی، وہ شخص دو رکعت
 نفل ادا کر کے اور دعا کرنے کے بعد دوبارہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ یوں محسوس
 ہو رہا تھا کہ جیسے وہ کبھی اندھا تھا ہی نہیں۔

امام طبرانیؒ اس مبارک حدیث کی مختلف اسناد کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں
 یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث مذکورہ اور شیخ ابن تیمیہ کی رائے

شیخ ابن تیمیہ نے اس حدیث کا بڑا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس کے تمام طرق و اسناد
 کے ذکر کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان بن حنیف کا ایک شخص کے ساتھ مکالمہ بھی ذکر
 کیا اور تمام کو صحیح قرار دیا اور اپنی کتاب "قاعدة جلیلة فی التوسل والوسيلة"
 میں (ص ۹۵، ۹۶) پر مختلف اسناد کے ساتھ اس کی تائید کی ہے۔

خصائص اہل بیت رضی اللہ عنہم

امام حافظ ابن قیم جلاء الافہام میں فرماتے ہیں جب یہ گھرانہ مطلقاً تمام دنیا کے گھرانوں سے عبادت و شرف کے لحاظ سے مبارک ٹھہراتو اس کی وجہ سے اس گھرانے کے چند خصائص ہیں :

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ آل بیت پر صلوٰۃ پڑھیں جیسا کہ وہ اپنے انبیاء اور بزرگوں کے لیے پڑھتے تھے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد پر پڑھا جاتا ہے۔ یہ خاصہ صرف سرکار کے گھرانے کو حاصل ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو نیک و بد کا ترازو بنا دیا۔ پس جو کوئی اس گھرانے کی اتباع کرتا ہے وہ سعید اور جو کوئی ان کی مخالفت کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو یہ سعادت بخشی ہے کہ انہیں دنیا و آخرت کی تمام شقاوتوں سے بری فرمایا۔ نہ صرف یہ کہ اس نعمت سے نوازا بلکہ عام لوگوں کی نسبت اسے وہ نعمتیں عطا کیں جن کا کوئی حساب نہیں۔ اور وہ مقام عطا کئے جن کی بدولت اولین و آخرین کی سعادتوں کو پانے والے بن گئے۔

۴۔ دنیا میں کسی بھی فرد کا کوئی اچھا عمل بھلائی اور طاعت الہی کا کام ایسا نہیں جس کا اجر اہل بیت کو نہیں ملتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور مخلوق کے درمیان تمام دروازے بند کر دیئے ہیں اور صرف ان کی اتباع کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

وعزتی و جلالی لو آتونی من
مجھ اپنی عزت و جلالت کی قسم اگر یہ

کل طریق واستفتحوا من
میرے بندے ہر راستے اور دروازے
کل باب لما فتحت لهم حتی
سے آکر کھولنے کی التجار کریں میں ان
یدخلوا خلفک۔
کے لیے دروازے نہیں کھولوں گا یہاں
تک کہ وہ آپ کی پیروی میں نہ داخل ہوں۔

- ۶۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوی کو ایسے خصوصی علم و عرفان کی نعمت سے نوازا ہے۔
جو ان کے علاوہ اس کائنات کے کسی خاندان کو نہیں دیا گیا۔ پس اہل بیت اللہ
تعالیٰ اس کے اسماء مبارکہ، صفات، احکامات، افعال، ان کے ثواب،
عقاب، شریعت، مقام رضا، مقام غضب، اس کے ملائکہ اور اس کی مخلوقات
کے بارے میں تمام دنیا سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے
اہل بیت کے لیے اولین و آخرین کا علم جمع کیا۔
- ۷۔ اللہ رب العزت نے اپنی توحید، محبت، قربت کے لیے اہل بیت کو خاص کیا
ہے۔ یہ اختصاص ایسا ہے کہ اہل بیت کے علاوہ کسی اور کے ساتھ مختص نہیں ہے۔
- ۸۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو زمین میں تمکن عطا کیا اور ان کی خلافت جاری کی۔ اہل
زمین نے ان کی اطاعت کی وہ ان کے علاوہ کسی کے حصے میں نہیں آئی۔
- ۹۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو گمراہی اور شرک سے محفوظ رکھا ہے بلکہ ہر اس عمل سے
جو ناپسندیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ برائی کایوں مٹانا صرف اہل بیت کے ساتھ
خاص ہے۔ کسی اور کے لیے یوں کبھی نہیں کیا گیا۔
- ۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کی حفاظت اور بقا کے لیے اہل بیت کے آثار کو قائم و
محفوظ رکھا ہے۔ جب تک آثار اہل بیت محفوظ ہیں۔ یہ جہاں قائم رہے گا۔ آثار
اہل بیت کا ختم ہونا اس جہاں میں اولین خرابی کا باعث ہے۔
- ۱۱۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں اہل بیت کی محبت، جلالت و تعظیم پیدا کر رکھی ہے۔

یہ اعزاز اہل بیت کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں۔

یوں اگر آج دنیا میں لوگ آرام و سکون کی زندگی گزار رہے ہیں تو یہ صرف شریعت اور آثارِ نبی ہی کی بدولت کیونکہ یہی آثار لوگوں سے مختلف بلاؤں کے ٹالنے کا باعث بنتے ہیں اور معاملات زندگی کو قائم و دائم رکھنے میں معاون و مدد ہیں۔ آج اگر ہم دشمن کے تسلط میں ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے نبی کی تعلیمات کو ترک کر دیا۔ آج آثارِ نبی اور آثارِ اہل بیت کی بدولت ہم مختلف بیماریوں اور برائیوں سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دو جہاں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اپنے نبی اور آل بیت کے فیوض و برکات سے نوازے۔ یہ اہل بیت کی ہی کرامت و شرافت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی برکات و فیوضات ان کے ہاتھوں سے نازل کئے۔

حضور علیہ السلام کا اہل بیت میں سے کسی کو دوست اور کسی کو اپنا بھائی بنانا بھی دراصل اہل بیت کے خصائص میں ہی ہے۔ یہ اہل بیت کا ہی صدقہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہیں کیونکہ سابقہ زمانوں میں کوئی امت اپنے نبی کو جھٹلاتی تھی تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا تھا جیسا کہ قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، اور قوم لوط علیہم السلام کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل اور قرآن پاک نازل کر کے اس عذاب کو ختم کر دیا۔ لہذا اب اگر کوئی نبی کو جھٹلاتا ہے تو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔ پس اس جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرنا، ان کے سینے میں شفا بخشنا، ان کو شہید کا درجہ دینا اور اسی طرح دشمن کو ہمارے ہاتھوں سے شکست دینا دراصل اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے لیے عتاب ہی ہے۔

زمزم مدینہ

زمزم، یہ مدینہ طیبہ کے ایک کنویں کا نام ہے جو بیئر علی کے دائیں طرف ہے، جادہ سے بعید اور مقام حمرہ کے قریب ہے۔ اس کے ارد گرد سینٹ کی دیوار ہے۔ اس کے کنارے پر ایک شکستہ حوض ہے۔ اہل مدینہ ہمیشہ اس سے پانی حاصل کرتے، اس کا پانی دنیا کے گوشے گوشے میں زمزم مکہ کی طرح جاتا تھا۔ اس کے بارے میں صحابہ سے کوئی اثر منقول نہیں اور یہ بیئر سعد کے بھی قریب ہے۔ شیخ جمال الدین المطری لکھتے ہیں "معلوم نہیں کیا یہ راستے کے قریب پہلا کنواں ہے یا یہ؟" اور اس سے تبرک حاصل کیا جانا تو اتر سے ثابت ہے۔ اور لکھا شاید یہی وہ کنواں ہے جو حسن بن حسن علی کی اہلیہ فاطمہ بنت حسین نے اس وقت کھدوایا جب ولید کے دور میں سیدہ فاطمہ الکبریٰ کی رہائش اور حجرات نبوی کو مسجد میں شامل کر دیا گیا تو انہوں نے مقام حمرہ میں اپنی رہائش بنوائی تو کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ جب کنواں کھودنا شروع کیا تو نیچے ایک پہاڑ کی طرح چٹان تھی عرض کیا گیا۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور دعا کی پھر وضو سے بچا ہوا پانی لے کر کنویں کی جگہ پھینکا اور فرمایا اب کھودو جب انہوں نے دوبارہ کھودنا شروع کیا تو جلد ہی پانی نکل آیا۔

۱۔ شیخ سمہودی نے بیئر زمزم کے بارے میں لکھا یہ وادی عقیق کو جاتے ہوئے دائیں جانب جادہ سے دور ہے۔ بیئر اب کے تحت لکھا کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ آج زمزم کے نام سے مشہور ہے اور حمرہ غریبہ میں واقع ہے۔ (المختم المطاہ فی معالم طابہ ص ۱۴۲)

انگوٹھی والا کنواں

انگوٹھی والے کنوئیں کو پہلے "بئیر ایس" کہا جاتا تھا۔ اریس ایک یہودی کا نام تھا۔ یہ کنواں مسجد قبا کے بالکل سامنے ہے۔ اب اس کا نام "بئیر الخاتم" ہے۔ کیونکہ اس کنوئیں میں سرکارِ دو عالم کی وہ انگوٹھی پڑی ہوئی ہے جو آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے پاس رہی۔ یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گری۔ یاد ہے کہ انگوٹھی گرنے کا یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے ساتویں سال وقوع پذیر ہوا۔ تین دن تک اس انگوٹھی کی تلاش کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن مل نہ سکی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بجائے معقیب کے ہاتھوں سے گری تھی۔ اس انگوٹھی کی گتگی کو بعض لوگ اسلام کا ایک عظیم سانحہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی برکت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اسی دن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتنے فساد پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قبل یہ انگوٹھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔

صحیح مسلم میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں: "میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور پھر سرکار کی بارگاہ میں حاضری کے لئے چل نکلا تاکہ سرکار سے مل سکوں۔ کیونکہ اس دن میں سرکار سے نہیں ملا تھا۔ میں نے سرکار کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ سرکار اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں سرکار کے نشانات پر چلتا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے بتایا گیا کہ سرکار بئیر ایس پر تشریف لے گئے ہیں میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجوروں کے پتوں کا تھا۔ جب سرکار اپنی حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا۔ اب میں حاضر ہوا تو آپ بئیر ایس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ (المغناہ المطاہہ فی معالم طابہ للفیروز آبادی، ۲۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع اسلمی ہرن کا شکار کیا کرتے تھے اور ان کا گوشت حضور کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کیا کرتے تھے یہ کبھی توپکے گوشت کی صورت میں ہوتا اور کبھی بھونے ہوئے گوشت کی صورت میں۔ ایک موقع پر وہ گوشت نہ لائے جس پر سرکارِ دو عالم نے ان سے پوچھا اے سلمہ کیا معاملہ ہے آج تم گوشت نہیں لائے۔ عرض کیا اب شکار گاہ ہم سے دور ہو گئی ہے کیونکہ ہم تیب وغیرہ میں شکار کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم وادی عقیق میں شکار کیوں نہیں کرتے۔ یقیناً تم وہاں پر شکار پاؤ گے۔ بے شک میں وادی عقیق کو پسند کرتا ہوں۔

ذکر یابن ابراہیم سے روایت ہے کہ دو افراد نے وادی عقیق میں رات بسر کی اور صبح نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا تم نے رات کہاں بسر کی۔ انہوں نے عرض کیا وادی عقیق میں۔ آپ نے فرمایا بے شک تم نے ایک مبارک وادی میں رات بسر کی۔

حضرت عامر بن سعید سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام وادی عقیق کی طرف سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ واپسی پر حضرت عائشہ سے فرمایا:

يا عائشة جئنا من هذا
العقيق فما بين موطنه
و اعذب ماء .
اے عائشہ ہم وادی عقیق سے واپس
آ رہے ہیں۔ وادی عقیق کی زمین کتنی
نرم اور اس کا پانی کتنا میٹھا ہے۔

حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم وہاں ہی نہ منتقل ہو جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کس طرح وہاں جا سکتے ہیں۔ وہاں تو لوگوں نے گھر تعمیر کر لیے ہیں۔ حضرت عامر بن سعید سے ہی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام وہاں رات کو سوئے۔

ایک شخص کھڑا ہوا تاکہ آپ کو جگایا جائے لیکن ایک اور شخص نے اس کو روک دیا اور کہنے لگا سرکارِ کومت جگانا کیونکہ ان کی نماز قضا نہیں ہوتی۔ یہ کش مکش ان دونوں افراد کے درمیان جاری تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے انہوں نے صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس وادی مبارک میں خواب دیکھ رہا تھا اور تم نے مجھے جگایا۔

سرکارِ دو عالم کے اوصاف حضرت ام مہجد کی زبانی

حدیث مبارکہ میں ہے کہ سفرِ ہجرت حضور علیہ السلام حضرت ام مہجد کے گھر کے پاس سے گزرے۔ اس وقت آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ تھے۔ اور عبداللہ بن اریقظ الدہلی راستہ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ انہوں نے ام مہجد سے پوچھا آپ کے ہاں دودھ یا گوشت ہے ہم خریدنا چاہتے ہیں۔ جب ام مہجد سے کوئی چیز نہ ملی تو ام مہجد کہنے لگی اگر میرے پاس ذرا برابر بھی کوئی چیز ہوتی میں اس وادی میں آپ کو مایوس نہ کرتی بلکہ آپ کی خوب خاطر تواضع کرتی۔ نبی اکرم اور آپ کے ساتھی اس وقت بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے۔ آپ نے ایک بکری دیکھی جو صحنے کے کونے میں باندھی ہوئی تھی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے ام مہجد یہ بکری کیسی ہے؟

ام مہجد نے کہا خشک سالی نے اس کی یہ حالت کر دی ہے تو آپ نے فرمایا اگر تم اجازت دو تو ہم اس کا دودھ دوھ لیں۔ ام مہجد نے کہا اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہے تو دوھ لیں۔ نبی علیہ السلام نے بکری کو منگوایا اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اللہ کا نام لے کر بکری کو دوھیا۔ جس سے سب نے سیر ہو کر دودھ پیا اور باقی دودھ برتن بھر کر ام مہجد کے پاس رکھ دیا۔ جب ام مہجد کا خاوند گھر آیا تو اتنا دودھ دیکھ

کر حیران رہ گیا۔ اس نے ام معبد سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا۔ حالانکہ گھر میں نہ کوئی دودھ تھا اور نہ ہی بکری دودھ دینے والی ہے۔ اس کے جواب میں ام معبد نے کہا میں صرف اتنا جانتی ہوں۔

مربنا رجل مبارک کان
من حدیثہ کیت و کیت۔
کہ آج ایک مبارک ہستی کا یہاں سے
گزر ہوا۔ اس کی گفتگو ہی کمال تھی۔
خاندان نے کہا مجھے اس کے اوصاف سے آگاہ کرو۔ خدا کی قسم وہ وہی شخص ہے
جسے قریش تلاش کر رہے ہیں پھر ام معبد نے اس کے سامنے حضور علیہ السلام کا حلیہ
یوں بیان کیا۔

میں نے ایسے شخص کی زیارت کی ہے جو نہایت ہی صاحب حسن و جمال،
من موہنے چہرے والا، وہ لائغر نہیں تھا، سہرا قدس چھوٹا نہ تھا۔ اس کی آنکھیں
نہایت ہی سیاہ، پلکیں لمبی، آواز میں رعب، سرنگیں آنکھیں، لمبی گردن، گھنی داڑھی،
بصورت خاموشی پر وقار، بوقت گفتگو پر بہار، شیریں کلام، گفتگو میں توازن اور نظم،
ایسے الفاظ جیسے موتی جھڑ رہے ہوں۔ دور سے دیکھنے پر بارعب اور صاحب جمال
اور قریب سے دیکھنے پر من موہنے اور صاحب جذب، میانہ قد اتنا طویل نہیں کہ
عیب دار ہو، اتنا پست نہیں کہ آنکھ بھر جائے۔ دو شاخوں میں ایسی تروتازہ شاخ
جو دیکھنے میں ان دونوں سے نہایت ہی حسین ہو۔

ام معبد کے خاندان نے کہا خدا کی قسم اگر تو سچ کہتی ہے تو یہ وہی شخص ہے جسے
قریش تلاش کر رہے ہیں اگر میں یہاں ہوتا تو ان سے التماس کرتا کہ مجھے بھی اپنے
ساتھ رکھ لیں لیکن اب میں ان سے ملنے کی کوشش کر دوں گا۔

اگلے دن جب صبح ہوئی تو میں نے ایک آواز سنی جو زمین و آسمان پر گونج
رہی تھی۔ جسے ہر کوئی سن سکتا تھا۔ لیکن یہ پہچاننا مشکل تھا کہ یہ آواز کون دے رہا

ہے۔ پس کہنے والیوں کہہ رہا تھا

- اللہ تعالیٰ ان دونوں دوستوں کو جزائے خیر سے جوام معبد کے خیمے میں اترے۔
- وہ دونوں صاحب ہدایت ہیں پس وہ کامیاب ہو جو محمد کا ساتھی بن گیا۔
- تم اس خاتون اور اس کے گھر کے در و دیوار سے پوچھو اگر وہ چھپائیں تو بکری سے پوچھو وہ گواہی دے گی۔

- آپ نے ایسی بکری سے دودھ دوھیا جو دودھ نہ دینے والی تھی۔
- امام بیہقی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا یہ ضعیف ہے جسے ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں لیکن یہاں ہم صرف چند لطیف نکات بیان کر رہے ہیں۔
- ظاہر الوضاعة - حضور کا جمال ظاہر و باہر تھا۔
- ابلیح الوجه - حضور علیہ السلام کے چہرہ انور پر نور چمک رہا تھا۔
- لم تصبه ثجلة - ابو عبید فرماتے ہیں اس سے مراد پیٹ کا بڑا ہونا ہے جبکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد بڑا ہونا مراد ہے۔
- لم تزر به صعلة - سر کا چھوٹا ہونا۔
- الوسیم والقسیم - یعنی حضور علیہ السلام خلق اور خلق کے لحاظ سے حسین ترین شخصیت تھے۔

الدرعج - آنکھوں کا سیاہ ہونا۔

الوظف - پلکوں کا لمبا ہونا۔

رفی صوتہ صععل - آواز میں حسن تھا۔

ابو عبید فرماتے ہیں صععل کا لفظ بہرن کی آنکھوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

أزج - پلکوں کا کمان دار ہونا۔

اقرن - پلکوں کا آپس میں ملنا۔

ابو عبید فرماتے ہیں کہ یہ صفت مبارکہ جس میں بیان کیا گیا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کی پلکیں آپس میں مل رہی تھیں۔ یہ صرف اس حدیث مبارکہ سے ہی ثابت ہے۔ حالانکہ معروف صفت یہ ہے کہ آپ کی پلکیں متصل نہ تھیں اور آپ کی گردن مبارک لمبی تھی۔ ابو عبید فرماتے ہیں "سطح" گردن مبارک کا لمبا ہونا ہے۔ جبکہ بعض علماء نے کہا اس سے مراد "نور" ہے کہ آپ کی گردن سے نور چمک رہا تھا۔ میرا یہ خیال ہے کہ ان دونوں میں تطبیق ممکن ہے بلکہ واضح ہے کہ گردن مبارک لمبی ہونے کے ساتھ ساتھ چمک دار بھی تھی۔

اذا صمت فعليه الوقار۔ جب حضور گفتگو نہ کرتے تو آپ نہایت باوقار نظر آتے۔

واذا تكلم سما۔ جب آپ گفتگو کرتے تو آپ دوسرے لوگوں پر چھا جاتے۔ آپ کی گفتگو میں بڑی مٹھاس ہوتی اور گفتگو بڑی فصیح ہوتی تھی اور آپ کی گفتگو نہ زیادہ طویل ہوتی اور نہ زیادہ مختصر۔ بہر کیف آپ کی گفتگو کسی پر گراں نہ گذرتی۔ آپ کی گفتگو میں یوں ربط ہوتا تھا جیسے کسی ڈوری میں پروئے ہوئے موتی۔ نبی پاک علیہ السلام کے گفتگو کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ وہ بلاغت و فصاحت اور حلاوت کے لحاظ سے ہر کسی کے لیے یکساں قسم کی گفتگو ہوتی تھی۔

آپ کو دور سے دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا اور قریب آئینا اپنا دل کھو بیٹھتا یعنی دور و نزدیک سے آپ من موہنے تھے۔

نبی علیہ السلام کا مبارک قد نہ زیادہ لمبا تھا اور نہ چھوٹا۔ بلکہ درمیانی تھا۔ اور آپ کے صحابہ آپ کی جلالت، عظمت اور محبت کے باعث ہمیشہ آپ کی تعظیم و خدمت کرتے اور حتی الامکان آپ کی اطاعت کرتے۔ یاد رہے صحابہ حضور کی خدمت کرنے میں نہ کوئی عار محسوس کرتے اور نہ آپ میں کوئی عیب نکالتے بلکہ آپ کی زندگی کے ہر معاملے

کو محبوب و آئیڈیل تصور کرتے۔

اور آپ بھی کبھی کسی کو حقیر نہ جانتے، ہر ایک سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے ہر شخص کے ساتھ حسن معاشرت سے کام لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا ہر ساتھی آپ کو اپنا عظیم و محبوب قائد تصور کرتا۔

(البدایہ والنہایہ، ۴: ۲۱)

نبی اکرم کا صحابہ کے ساتھ کام میں شریک ہونا

احادیث سے ثابت ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کھودی بلکہ ہر عمل ان کے ساتھ مل کر کیا۔ دوران غزوہ کبھی تو صحابہ کے ساتھ مٹی اٹھاتے اور کبھی عبد اللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھ کر صحابہ کو عمل پر ابھارتے۔ اور پھر صحابہ آپ کے اشعار کا جواب اشعار ہی کی صورت میں دیتے۔ جب صحابہ کرام خندق کھوتے اور مٹی اپنی اپنی پشتوں پر اٹھا کر لارہے تھے تو آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پڑھے۔

اللّٰهُمَّ اِنِّ الْعَيْشَ عَيْشَ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لَانصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ
 (اے اللہ زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے پس انصار و مہاجرین کو مغفرت کا ثمر دے)
 وَاللّٰهُ لَوْ لَا اَنْتَ مَا هَدَيْتَنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلِيْنَا
 (اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے)
 فَاَنْزِلْنَا سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبَّتْ الْاَقْدَامُ اِنْ لَاقَيْنَا
 (اے اللہ ہم پر سکون نازل فرما۔ اور جنگ کی صورت میں ہمارے قدم ثابت رکھ)
 اِنَّا لَذَمِيْنَ قَدْ بَغَوْنَا عَلَيْنَا اِذَا ارَادَ وَاَفْتِنَا اَبِيْنَا
 (بے شک وہ کافر جنہوں نے ہم پر حملہ کیا ہے جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں)

صحابہ جس شعر کے ذریعے آپ کے اشعار کا جواب دیتے وہ یہ ہے :

نحن الذين بايعوا محمداً على الجهاد ما بقينا أبداً
 رہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ جب تک
 ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے

عالم انسانی کے اندر حضور علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے کام کر کے ایک
 مثال قائم کر دی کہ رؤسا اور عظماء کام کرنے میں اپنے ماتحت رعایا کی مدد کریں اور
 پھر مزدوری سے تھکاوٹ کے احساس کو دور کرنے کے لیے زجر و توبیخ سے
 کام نہیں لیا بلکہ ان کو ایسے ایسے اشعار سنائے جو انہیں کام پر ابھارتے تھے۔
 کیا تاریخ انسانیت میں ایسی کوئی شخصیت ہے جس نے اپنی قوم و قبیلے
 کے ساتھ مل کر یوں کام کیا ہو جیسا کہ نبی علیہ السلام نے کیا ہے شک نہیں۔
 پس اس لحاظ سے اسلام وہ دین ہے جو تہذیب، حریت، عدل و انصاف
 کا گہوارہ ہے اور یہ دین سراسر بھائی چارگی اور مسادات کا دین ہے۔ کوئی دوسرا
 نظریہ و دین اس کا ثانی نہیں۔

صبر نبوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ یہ خاصہ رہا کہ بڑی سے بڑی مشکل کے وقت
 بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے۔ اور ہر مصیبت کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے
 دیتے۔ آپ جہلاء سے ملتے تو بڑی حلم و بردباری کا مظاہرہ کرتے۔ آپ کو دین اسلام کی تبلیغ
 میں بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آپ ہمیشہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے۔

والله لو وضعوا الشمس
 في يميني والقمر في يساري
 خدا کی قسم اگر یہ قریش میرے دائیں
 ہاتھ میں سورج رکھیں اور بائیں ہاتھ

علی ان اترك هذا الامر
حتى يظهره الله او اهلك
دونه ما تركته -

میں چاند، اور یہ کہیں کہ میں دین اسلام
کی تبلیغ چھوڑ دوں۔ میں یہ نہیں کر
سکتا یہاں تک کہ اللہ اسکو غالب کر دے
یا میں اس دین کے غلبہ کی کوشش میں شہید
ہو جاؤں۔

غزوہ احد کے دن حضور کو قریش کی طرف سے جو تکالیف پہنچیں۔ اس پر صحابہ
کرام نے حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ان کفار کے لیے بددعا کیوں نہیں
کرتے، سرکار نے فرمایا:

انی لم ابعث لعانا ولنكن
بعثت داعيا ورحمة -
اللهم اهد قومي فانهم
لا يعلمون -

میں لعنت تلاوت کرنے کے لئے
نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ مجھے سراپا داعی
اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اے اللہ
میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ مجھے نہیں سنتے۔

قریش کے وہ تین بڑے اشخاص جو مخالفت باوجود
حضور کے صدق و امانت کا اقرار کرتے تھے

۱۔ ایک شخص ابو جہل سے ملا۔ اور کہا، اے ابوالحکم! یہاں تیرے اور میرے
سوا کوئی دوسرا نہیں اور نہ ہی ہماری گفتگو کے متعلق کوئی مخبری کرنے والا ہے۔ مجھے
حضور کے بارے میں بتاؤ کہ آیا وہ شخص سچا ہے یا جھوٹا؟ ابو جہل نے جواب دیا:
والله ان محمدا الصادق
وما كذب محمد قط - خدا کی قسم یقیناً محمد سچے ہیں۔ اور انہوں
نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اس کے باوجود وہ بغض اور تکبر کے باعث اسلام نہ لایا۔

۲۔ ابوسفیان کے اسلام لانے سے قبل ہر قتل نے ابوسفیان سے پوچھا تمہارا محمدؐ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا تم اُسے جھوٹا گردانتے ہو۔؟ ابوسفیان نے کہا کہ ہرگز نہیں۔

۳۔ نصر بن ابی حارث نے قریش کے ان لوگوں سے کہا جو حضورؐ کا انکار کرتے تھے۔ اے قریش کے لوگو! محمدؐ تمہارا بیٹا ہے۔ اس نے تمہارے درمیان پرورش پائی۔ تم میں سے کوئی شخص صدق و امانت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ اب اس کے بال سفید ہو گئے۔ پس وہ تمہارے لیے وہ احکامات لایا ہے جو اسے اللہ رب العزت کی طرف سے ملے ہیں۔ تم اُسے جادوگر ہونے کا طعنہ دیتے ہو۔ خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہے۔

قریش کے مذکورہ تینوں اشخاص حضور علیہ السلام کے صدق و امانت کے بارے میں متفق تھے۔ فضیلت و عظمت دراصل وہی ہوتی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کرے۔

چہرہ انور کا حسن و جمال

آپ کے نعت خواں تمام صحابہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور ہمیشہ یوں چمکتا تھا جیسے موتی چمک رہے ہوں۔ آپ کے اسی چمک دار چہرے کی وجہ سے ہی صحابہ کرام میں ضرب المثل مشہور تھی۔

نورہ صلی اللہ علیہ
حضور کے چہرے سے نوریوں ٹپک

رہا ہے جیسے سورج۔

وسلم بالشمس

بعض صحابہ آپ کے چہرہ انور کو چاند کہتے اور بعض صحابہ آپ کے چہرے سے نکلنے والی چمک کو چاند کی چاندنی قرار دیتے۔ حضرت کعب کا قول حدیث صحیح میں موجود ہے:

وكان اذا صلى الله عليه
 وآله وسلم استتار وجهه
 كانه قطعة قمر -
 جب سرکار خوش ہوتے تو آپ کا
 چہرہ انور اس طرح چمک اٹھتا گویا چاند
 کا ٹکڑا ہے۔

وصاف نبی حضرت ہند بن ابی مالہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه
 وآله وسلم فخمًا مفعمًا مابتلاً
 وجهه صلى الله عليه وآله
 وسلم ثلاثاً لوالقمر ليلة البدر
 حضرت جابر بن سمرہ نے چودھویں کی رات آپ کو دیکھا تو پکارا اٹھے کہ میں
 نے چہرہ مصطفوی اور چاند کے درمیان موازنہ کیا۔

فلهو عندى احسن من
 القمر -
 پھر میں نے فیصلہ کیا کہ نبی اکرم میرے
 نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

اسے امام ترمذی نے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

ایک شخص نے حضرت براء بن عاذب سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کا چہرہ تلوار کی مانند تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہرگز نہیں بلکہ چاند جیسا تھا۔

(البخاری، الترمذی)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ انور سورج اور چاند کی مانند اور
 گولائی میں تھا۔

ابو نعیم نے حضرت عائشہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے:

كان صلى الله عليه وآله
 وسلم احسن الناس وجهًا
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چہرے کے
 لحاظ سے تمام کائنات سے خوبصورت

و النورهم لونا لم يصفه
 واصف الاشبه وجهه
 بالقمر ليلية البدر وكان
 عرقه في وجهه مثل
 اللؤلؤ و اطيب من
 المسك الاذفر۔

تھے۔ آپ کے چہرے کا رنگ ایسا تھا کہ ہر
 بیان کرنے والے نے چودھویں رات
 کے چاند سے تشبیہ دی ہے اور نبی
 اکرم کے چہرے پر جو پسینہ آتا۔ وہ
 تیز خوشبودار کستوری سے بھی زیادہ
 خوشبودار تھا۔

حضرت ربیع بن معوذ سے فرمایا گیا کہ آپ ذرا سرکار کے اوصاف ہمیں بتائیے۔

آپ نے فرمایا:

يا بنی لو رأیتہ لرأیت
 الشمس طالعة۔

اے میرے بیٹے اگر آپ انہیں دیکھ
 لیں تو پھر یوں سمجھ لیں کہ آپ نے سورج
 کو دیکھ لیا۔

اسے امام ترمذی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

كان الشمس تجرى في وجهه
 حضور کا چہرہ انوریوں چمکتا تھا جیسے
 کہ سورج آپ کے چہرے میں اتر آیا ہو۔

ام معبد نے سرکار کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

رأيت رجلا ظاهرا لوضاءة
 حسن الخلق مليح الوجه
 تسيما وسيما۔

میں نے ایک شخص دیکھا جس کا جسم
 چمک دار تھا جو اچھے اخلاق کا مالک تھا۔
 اور اس کا چہرہ بڑا ہی پرکشش تھا۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا۔ امام حاکم نے اسے بیان کرنے کے بعد صحیح قرار

دیا اور یہ روایت شہرت کے درجہ پر فائز ہے۔

اولادِ آدم کے سردار

حافظ امام دارمی سنن میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن صحابہ حضور کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب نبی اکرم اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے صحابہ کو یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ بعض صحابہ اس بات پر تعجب کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کی۔ اور بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ روح اللہ ہونے پر تعجب کر رہے تھے۔ اسی طرح بعض حضرت آدم کے صفی اللہ ہونے پر اظہارِ خیال کر رہے تھے۔ آپ تشریف لائے، فرمانے لگے:

قد سمعت کلامکم وعجبکم
ان ابراہیم خلیل اللہ و
کذاک وموسیٰ نجیہ و
هو ذاک وعیسیٰ روحہ
وکلمتہ وهو ذاک و
آدم اصطفاء اللہ وهو
کذاک الا وانا جیب اللہ
ولا فخر وانا حامل لواء الحمد
یوم القیامۃ تحتہ آدم و
من دونہ ولا فخر وانا
اول شافع واول مشفق

میں نے تمہاری گفتگو اور تعجب کو سن
لیا۔ یقیناً ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل
ہیں۔ موسیٰ بنجی اللہ ہیں۔ عیسیٰ روح اللہ
ہیں اور آدم اصطفاء اللہ ہیں۔ سنو!
میں اللہ کا جیب ہوں مگر مجھے اس پر
کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن حمد
ثناء کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا جس
کے سایے تلے آدم اور ان کی اولاد
ہوگی مگر مجھے کوئی فخر نہیں۔ یوم قیامت
سب پہلے شفیق میں ہوں گا مگر مجھے فخر
کوئی نہیں۔ میں وہ پہلا شخص ہوں گا

یوم القيامة ولا فخر وانا
 اول یحرک بخلق الجنة ولا فخر
 فیفتح الله فیدخلینها و
 معی فقراء المؤمنین ولا
 فخر وانا اکرم الاولین و
 الآخین علی الله ولا فخر
 (سنن دارمی ۱: ۳۰)

جس کے لیے جنت کو کھولا جائے گا۔
 مگر مجھے فخر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت
 کو میرے لئے کھولے گا۔ اور مجھے
 اس میں داخل فرمائے گا۔ پس میرے
 ساتھ مومنین فقراء ہوں گے۔ مگر
 مجھے فخر کوئی نہیں۔ میں اولین و آخرین
 میں سے سب سے زیادہ عزت والا ہوں
 لیکن مجھے فخر کوئی نہیں۔

طیب نبوی

حدیث مبارک ہے :

ان النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کان یاکل القثاء بالرطب
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھیرے
 اور ککڑمی کو کھجور کے ساتھ ملا کر تناول
 فرماتے۔

ترمذی میں روایت ہے:-

انه جمع بین البطیح و
 الرطب وقال یکسر حد
 هذا برد هذا۔
 حضور تریبوز اور کھجور ملا کر تناول
 کرتے اور فرماتے۔ ایک کی گرمی کو
 دوسری سردی ختم کر دیتی ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں آپ کے اس عمل سے مختلف ذائقوں والے کھانوں کا
 جواز اخذ کیا جاسکتا ہے اور ان مختلف ذائقوں والی شیاؤں کو میڈیکل کی نقطہ نظر سے کھایا جاسکتا
 ہے کیونکہ کھجور میں حرارت ہوتی ہے جبکہ کھیرے اور ککڑمی میں برودت۔ جب نبی

اکرمؐ نے ان دونوں کو کھایا تو ان میں اعتدلال آگیا۔ یہ طریقہ کار میڈیکل کی رو سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

نبی اکرمؐ کے فراق میں کھجور کے تنے کا رونا

سنن دارمی میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے اور آپ کا قیام بڑا لمبا ہوتا تھا۔ لہذا آپ کے لیے کھجور کا ایک تنہا لگا کر گاڑا گیا تاکہ آپ قیام کے دوران اس تنے کی ٹیک لگا کر خطاب کیا کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطاب کے دوران تھکاوٹ محسوس کرتے تو اس کا سہارا لیتے تھے۔

ایک دفعہ شہر مدینہ سے باہر کا آدمی سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ آپ اس تنے کا سہارا لیے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے صحابی سے عرض کیا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ نبی اکرمؐ خوش ہوں گے تو میں آپ کے لیے منبر بنا لوں۔ کیونکہ منبر کی صورت میں آپ اس پر بیٹھ بھی سکتے ہیں اور قیام بھی کر سکتے ہیں۔ جب یہ خبر نبی اکرمؐ کے پاس پہنچی تو آپ نے اس صحابی کو بلا کر فرمایا کہ تم تین یا چار پاؤں والا منبر بناؤ۔ یہی منبر آج بھی مسجد نبوی میں ہے۔ جب وہ صحابی منبر بنا کر لایا اور سرکار اس کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خطاب کرنے لگے۔ مفارقت کی وجہ سے وہ تارونے لگا جیسا کہ اونٹنی اپنے بچے کی مفارقت پر روتی ہے۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس تنے کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

اختران اغرسک فی المکان اے تنے تمہیں اختیار ہے اگر تم

الذی کنت فیہ فتکون
لما کنت وان شئت ان
اغرسک فی الجنة فتشرب من
انهارها و عیونہا فی حسن
نبتک و ثمر فی کل اولیاء
اللہ من ثمر تک و نخلک۔
پسند کرو تو میں تمہیں وہاں ہی گھاڑ
دوں جہاں تو تھا پس تم سابقہ حالت
میں واپس پلٹ آؤ گے اور اگر پسند
کرتے ہو تو میں تمہیں جنت میں گھاڑ
دوں تاکہ تو جنت کی نہروں اور چشموں
سے پانی وغیرہ حاصل کر کے اپنی پرورش
کر کے۔ یوں تمہاری ٹہنیاں اور پھل خوبصورت ترین ہوں گے۔ اور تمہارے
پھل اولیاء اللہ کھایا کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے نبی اکرم سے گفتگو سننے کے بعد
عرض کیا نعم! یعنی مجھے جنت میں رہنا پسند ہے۔ پھر نبی اکرم نے اس سے
پوچھا تو اس نے جواب دیا میں جنت میں رہنا پسند کرتا ہوں۔
ایک روایت میں ہے کہ وہ تنارونے لگا اور ہم نے اس کی آواز کو سنا۔ لیکن
جب سرکار نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جبکہ دوسری روایت میں
ہے کہ جب وہ تنارونے لگا تو سرکار نے اسے اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا:

لو لم اھتضنہ لحن الی یوم

اگر میں اسے گود میں نہ لیتا تو یہ

قیامت تک روتا رہتا۔

القیامة۔

(الدارمی، ۱: ۲۳)

دونوں جہانوں پر سرکار کی فضیلت

امام دارمی نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
نبی اکرم کو تمام انبیاء اور تمام آسمان والوں پر فضیلت دی ہے۔ حضرت ابن عباس سے

لوگوں نے پوچھا کہ کس چیز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان والوں پر فضیلت دی۔
ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا:

ومن يقل منهم اني انا
من دونه فذلك بخزيه
جهنم كذلك بخزي الظالمين
جبکہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کے بارے میں فرمایا:

انا فتحنا لك فتحاً مبيناً -
ليغضربك الله ما تقدم
من ذنبك وما تأخر
ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کی اور اللہ یہ
اعلان فرما رہا ہے کہ وہ آپ کے تمام گزشتہ
اور آئندہ اقدامات پر راضی ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے ابن عباس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم کو باقی انبیاء پر
فضیلت کیسے دی؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے
میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلنا من رسول
الا بلسان قومہ ليبين
لهم -
ہم ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان سکھا کر
بھیجتے ہیں تاکہ وہ انہیں ہمارا کلام واضح
کر کے سنا سکیں۔

جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا:
وما ارسلناك الا كافه
ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے نبی
بنا کر بھیجا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نبی بنا
کر بھیجا۔
(الدارمی ۱۱: ۲۹)

وہ اشیاء جنہیں آپ نے کبھی رو نہ کیا

ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ :

تین اشیاء ایسی ہیں جن کو کبھی سرکار نے رو نہیں کیا ، ان میں دودھ
تکیہ اور خوشبو شامل ہیں ۔

کسی شاعر نے یوں بیان کیا :

قد کان من سیرة خیر الوئی صلی اللہ علیہ اللہ طول الزمن

سرور عالم کی سیرت میں ہے آپ کا معمول تھا ،

ان لا یورد الطیب والمنتکا والتمر واللحم مغا واللبن

رکہ خوشبو ، تکیہ ، دودھ ، کھجور اور گوشت کبھی رو نہ فرماتے ،

حافظ امام سیوطی نے ان اشیاء کی تعداد سات تک بیان کی ہے :

عن المصطفیٰ سبع یسن قبولها اذا ما بها تحف المرء خلان

سات اشیاء کو قبول کرنا سرور عالم کی سنت ہے جب کوئی دوست بطور تحفہ دے ،

فخلو والبان ودهن وسادة و رزق ملحتاج و طیب و ریحان

دھیسٹی چیز ، دودھ ، تیل ، تکیہ ، خوشبو ، پھول اور محتاج کے لئے رزق ،

طبقات شعرائی میں سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ :

ماء زمزم بمنزلة الطیب کہ زمزم کا پانی خوشبو کی مانند ہے ۔

لہذا اسے رو نہ کیا جائے ۔

لا یورد

عظیم معجزہ

ابو عبید سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعوت

کا اہتمام کیا۔ نبی اکرم نے آپ سے فرمایا:
مجھے سامنے والی دستی کا حصہ دو۔ کیونکہ آپ کو بکری کی سامنے والی دستی کا
حصہ پسند تھا۔ پس ابو عبید نے وہ حصہ پیش کر دیا۔ نبی اکرم نے دوبارہ فرمایا
مجھے سامنے والی دستی دو، پس لا کر دی گئی۔

ثم قال نادوني الذراع فقلت
يا نبي الله وكم للشاة من
ذراع؟ فقال والذي نفسي
بيده ان لو يكن لاعطيت
اذرعاً ما دعوت به
اس کے بعد جب نبی اکرم نے سامنے
والی دستی کا حصہ مانگا تو میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ بکری کی سامنے کتنی ٹانگیں
ہوتی ہیں۔ پھر سرکار نے فرمایا اللہ رب العزت
کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے اگر تو
خاموش رہتا تو جتنی دفعہ میں تجھ سے دستی مانگتا اتنی ہی دفعہ تو ہمیں دستی دیتا۔

زم زم سے محبت اور مدینے میں ماء زم زم منگوانا

نبی اکرم کا یہ معمول تھا کہ آپ مدینے میں رہتے ہوئے ماء زم زم منگوانے کے
لئے اپنے صحابہ کو مکہ بھیجا کرتے تھے۔ اور آپ ماء زم زم سے بڑی محبت کرتے۔
الاصابہ میں ایشہ خزاعی کے بارے میں موسیٰ بن طارق سے روایت ہے کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل بن عمرو کی طرف خط لکھا:
وان جاءك كتابي يلا فلا
تصبحن او نهاراً فلا تمسين
حتى تبعث الى من ماء زمزم.
اگر تمہیں میرا خط رات کو ملے تو صبح سے
پہلے اور اگر دن کو ملے تو شام سے قبل
میری طرف ماء زم زم بھیجو۔
حضرت سہیل بن عمرو نے ازبیر نامی اپنے غلام کو حضور کی طرف دو مشکیزے بھر کر
روانہ کئے۔

امام فاکھی نے ام معبد کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ میرے خیمے کے قریب سے سہیل کا غلام ازھیر گذرا۔ اس کے پاس پانی کے دو مشکیزے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے۔ بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے مالک کی طرف خط لکھا ہے کہ میرے لیے ماہ زمزم بھیجو۔ پس اب میں وہی پانی لے کر جلدی مدینے جا رہا ہوں تاکہ کہیں یہ پانی خشک نہ ہو جائے۔

نورِ حُمدی کا مختلف انداز کی پشتوں میں منتقل ہونا

جامع الاصول کے مصنف امام شیبانی نے ایک حدیث مبارکہ نقل کی ہے جس میں
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كنت نوراً بين يدي الله
عز وجل قبل ان يخلق
آدم بالفي عام يسبح الله
ذاك النور وتسبح الملائكة
بتسبيحه فلما خلق الله
آدم اودع ذلك النور في طينة
آدم عليه السلام كي تخلق من
هزار سال قبل میں بطور نور اللہ رب العزت
کی بارگاہ میں موجود تھا۔ یہ نور اللہ
کی تسبیح کرتا اور تمام ملائکہ اس تسبیح
کی اتباع کرتے۔ جب اللہ رب العزت
نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو آدم علیہ
السلام کے ماتے میں رکھا۔

۱۔ قولہ کنت نوراً۔ اسے امام مسلم کے استاذ شیخ محمد بن عمر العدنی نے مسند
میں محدث ابن الجوزی نے الوفا جلد ۱ ص ۲۵ اور موضوعات میں امام سیوطی نے اللالی
المصنوعہ جلد ۱ ص ۳۲۵ میں ذکر کیا۔ قاضی عیاض نے الشفاء جلد ۱ ص ۸۳ میں ذکر کر کے لکھا
کہ اس حدیث کی صحت پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کے وہ مشہور اشعار بھی شاہد ہیں جو
انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا :
 اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام کی پشت میں زمین کی طرف بھیجا اور نوح علیہ السلام
 کی پشت میں رکھ کر کشتی میں رکھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس
 وقت مجھے ابراہیم خلیل اللہ کی پشت میں رکھا

ولسریزل اللہ عزوجل ینقلنی
 من الاصلاب الطاهرة الی
 الارحام الزکیة الفاخرة
 حتی اخرجنی اللہ من بین
 ابوی وھما لم یلتمایا علی
 سفاح قط۔

یوں اللہ رب العزت مجھے پاک و صاف
 پشتوں سے منتقل کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک
 کہ مجھے میری ماں باپ سے میرا ظہور کرایا۔
 میرے ماں باپ نے کبھی بدکاری
 نہیں کی۔

حضرت عباسؓ نے حضور علیہ السلام کی مدح و نعت ان اشعار میں کہی :
 من قبلھا طبت فی الظلال و فی
 مستودع حیث ینخف المورق
 (آپ اس وقت بھی جنت کے باغات میں حضرت آدم کی پشت میں تھے جب وہ پتے سی
 رہے تھے)

ثم هبطت البلاد لا بشران
 (پھر آپ زمین پر آئے جب نہ بشر تھا، نہ گوشت اور نہ لوتھڑا)
 بل لطفة ترکب السفین وقد
 الجم نسدا واهله الغرق
 (پھر کشتی نوح میں سوار ہوئے جب اہل نسر کو غرق کیا)

تنقل من صلب الی رحم اذا مضی عالم بد طبق
 (آپ اس وقت پشت سے رحم کی طرف منتقل ہوئے جب اس عالم کی ابتدا نہیں ہوئی تھی)

و دردت نار الخلیل مستترا فی صلبہ أنت کیف یحترق
 (نارِ ابرہہ میں ان کی پشت میں آپ تھے، پھر وہ کیسے جلتے؟)
 حتی احتوی بئیک المہین من خندق علیاء تحتھا النطق

یہ اشعار عظیم محدث حافظ ابن عبدالبر نے حضرت خیرم بن اوس کے حالات میں ذکر کئے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گیا۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ غزوة تبوک سے واپس آرہے تھے۔ میں نے اس وقت آپ کے چچا حضرت عباس کو سنا کہ وہ سرکار سے عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ میں آپ کی شان میں کچھ کلمات کہنا چاہتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

قل لا یفرض اللہ فاک۔ کہو اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو بیماری سے محفوظ رکھے

اس کے بعد حضرت عباس نے مذکورہ اشعار کہے۔ اس کے بعد حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں یہ تمام اشعار جریر بن اوس نے بھی روایت کیے ہیں جو کہ خیرم بن اوس کے بھائی ہیں۔

(الاستیعاب جلد ۳ ص ۳۴۰)

راقم کا خیال ہے کہ جریر اپنے بھائی خیرم کے ساتھ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے یہ جریر بن اوس طائی ہیں جنہوں نے سرکار کی طرف اس وقت ہجرت کی جبکہ آپ غزوة تبوک سے واپس آرہے تھے۔ اور یہ مسلمان بھی ہو گئے اور عباس بن عبدالمطلب کے اشعار کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ضربح اور خیرم دونوں سرکار کی بارگاہ میں تشریف لائے اور انہوں نے

عباس کے شعر سے اور روایت کئے۔ (الاستیعاب، ۳: ۳۴۰)

راقم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ حافظ ابن جریر نے یہ تمام اشعار الاصابہ میں حضرت خیرم کے حالات میں نقل کیے ہیں اور کہا انہیں ابن خثیمہ، محدث بنزار اور ابن شاہین نے

نقل کیا ہے۔ (الاصابہ، ۱: ۲۳۳)
 راقم ایک اہم فائدہ پر آگاہ ہوا۔ اور وہ یہ ہے امام حاکم نے بھی مستدرک میں ان
 اشعار کو حضرت خیرم سے نقل کیا۔ ذہبی نے انہیں ثابت رکھا حالانکہ وہ شدت و تنقید
 میں مشہور ہیں۔ اُس کے بعد امام فرماتے ہیں یہ اعراب کی اپنے ابا سے روایت ہے اور
 وہ وضع کرنے والے نہیں ہوتے۔

(المستدرک و تلخیصہ، جلد ۲: ص ۳۳۷)

حافظ ابن کثیر نے یہی اشعار حمید ابن منہب کے حوالے سے سیرت نبویہ،
 جلد ۱ ص ۱۹۵ میں نقل کئے ہیں کہ میرے دادا خیرم بن اوس نے بیان کیا کہ وہ سرکار
 کی طرف ہجرت کر کے گئے اور انہوں نے حضرت عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا:
 یا رسول اللہ انی ارید ان یا رسول اللہ! میں آپ کی نعت پڑھنا
 امتدحک فقال لہ النبی چاہتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسلم نے فرمایا اے عباس کہہ۔ اللہ
 وقل لا یفرض اللہ فاک۔ تعالیٰ تیرے منہ کو ہر بیماری سے محفوظ
 رکھے۔

اس شعر کو حسان بن ثابت کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ
 شعر حضرت عباس کے ہیں۔

سورہ شعراء کی آیت کریمہ وقلوبک فی الساجدین کے تحت جو تفسیر
 حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہ بھی ان اشعار کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ ابن
 عباس فرماتے ہیں: قلبک فی الساجدین کا معنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم مختلف انبیاء کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی والدہ
 نے آپ کو جنم دیا۔ ابن حاتم، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے دلائل میں اسے

نقل کیا ہے۔

(الدر المنثور جلد ۵ ص ۹۸)

ابن کثیر، ابن ابی حاتم اور ابن جوزی ان تمام نے قلبک فی المساجدین کے تحت یہی تفسیر کی ہے جبکہ حضرت مجاہد کا قول یہی ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ فریابی، حمیدی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور امی معنی میں بزار اور طبرانی نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے :

من نبی الی نبی حتی

مخرجت نبیاً۔

میں ایک نبی کی پشت سے دوسرے

نبی کی پشت میں منتقل ہوتا رہا یہاں

تک کہ میں بحیثیت نبی اس دنیا میں آیا۔

ان مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سرکار کا ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونا ایک ایسا امر ہے جو حضرت عباس کے ان اشعار سے بھی ثابت ہے جو انہوں نے امام الانبیاء کے سامنے پڑھے اور پھر سرکار نے ان اشعار کی تائید کی۔ یہ مسئلہ نقلاً ثابت شدہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود آج کل کے بعض کم عقل و کم فہم لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ سرکار کا ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونا ذاتی تھا جو صرف ذات محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔ پس آپ ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف اور ایک رحم سے دوسرے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ اس طرح کا قول کرنا جاہل اور پاگل لوگوں کا کام ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ حق یہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ "سرکار کا ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونا ذاتی نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص تھا بلکہ یہ ایک تمام مخلوق کے لیے ہے۔ یعنی تمام اولاد کے لیے ہے جو مختلف انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں رہتے رہے ہیں۔

لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود تو اتم و اکمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو دنیا میں تشریف آوری کے بارے میں علم حاصل ہے۔ حضور علیہ السلام کے ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہونے سے ہر نبی جس کی پشت میں آپ کا نور رہا اس کا مقام و مرتبہ پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہوا۔

سرکار کے اس خاصے کی وجہ سے آپ کو دوسروں پر امتیاز حاصل رہا اور یہ نبی اکرم کا خاصا ہے۔ جبکہ آپ کے علاوہ باقی مخلوق کو صرف الست بوبکم کے دہرے کا علم ہے۔ لیکن اب وہ بھی نہ علمی طور پر اور نہ شعوری طور پر اس کا ادراک ہے۔ مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم حاصل ہے

اس بات کی تائید اس معنی سے ہوتی ہے جس کا ادراک اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا اور وہ یہی ہے کہ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد ان کی پشت میں جنت میں تھی۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

تہیں جنت سے آدم علیہ السلام کی
ایک لغزش سے نکالا گیا اور موسیٰ
علیہ السلام کی آدم سے جو گفتگو ہوئی
اس میں بھی موسیٰ علیہ السلام نے
کہا اے آدم آپ کی لغزش کیوجہ
سے لوگوں کو جنت سے نکالا گیا۔

وہل أخرجکم من الجنة
الاخطیئة أبیکم آدم و فی
محاجة موسیٰ لآدم أنت
الذکا اخرجت الناس
من الجنة بخطیئتک

حدیث مبارکہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کی پشت مبارک سے تمام ذریت کو نکالا تو انہیں
ملائکہ نے دیکھا۔

ایک اور حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے پشتِ آدم سے ان کی ذریت کو نکالا اور انہوں نے ان میں سے ایک کو دیکھا۔

امام شمس الدین سلفی کا قول کتنا ہی اچھا ہے :

تنقل احد نور عظیمًا تلاً لا فی جباہ الساجدینا
 (نور احمدی نور عظیم کی صورت میں منتقل ہوتا رہا اور ساجدین کی پیشانیوں
 میں چمکتا رہا)

نقلب فیہم قرناً فقرناً اِلی آف خیر المرسلینا
 (اور یہ ہر ہر زمانے میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام رسولوں سے بہتر و
 منتخب ہو کر تشریف لائے)

(مسائل الحنفی للسیوطی)

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا اس کے جواب میں سرکار نے فرمایا :

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق
 قبل الاشیاء نور نبیک
 اے جابر یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء
 سے پہلے تمہارے نبی کا نور اپنے نور
 من نور سے پیدا کیا۔

اسے امام عبد الرزاق صنعانی نے اپنی سند سے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔

(المواہب اللدنیہ: ص ۹)

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہی

حدیث بیان کی ہے لیکن یہ حدیث ترمذی شریف کی اس حدیث کے معارض و مخالف نہیں۔

اول ما خلق الله القلم۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔
 کیونکہ ان دونوں احادیث میں تطبیق ممکن ہے کہ قلم کی تخلیق اول نور محمدی کے علاوہ دیگر اشیاء کی تخلیق کے لحاظ سے ہے۔ اور رہا مسئلہ سرکار کے نور کی تخلیق کا تو وہ ہر شے کی تخلیق سے پہلے ہوئی۔ نور محمدی کی تخلیق اول پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو علی بن حسین نے اپنے دادا حضرت علی کے حوالے سے بیان کی ہے۔
 كنت نوراً بين يدي میں اپنی تخلیق سے قبل نور کی صورت
 رجتی۔ میں اللہ کے سامنے موجود تھا۔

اس حدیث کو حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن القطان نے احکام میں نقل کیا ہے۔
 یاد رہے کہ ابن القطان مشہور و معروف ناقد حدیث ہیں اور روایت 'حفظ
 و القان میں جرح و قدح کے حوالے سے بڑی شدت اختیار کرتے ہیں۔
 آپ کی نورانیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے بھی ثابت ہے۔
 قد جاءكم من الله نورٌ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور
 و کتابٌ مبین۔ اور کتاب مبین آئی۔

اکثر علماء نے اس آیت کریمہ میں نور سے مراد آپ کی ذات لی ہے۔ جن میں
 طبری، امام ابن ابی حاتم، امام قرطبی شامل ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں یعنی بالنور محمدی
 (نور سے محمد عربی کی ذات اقدس مراد ہے) (تفسیر ابن الجوزی، ۳: ۳۱۷)

وہ مشہور و معروف حدیث مبارکہ جس میں سرکار کی ولادت کا ذکر ہے وہ
 بھی سرکار کی نورانیت پر دلالت کرتی ہے کہ جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا
 ہوئے تو آپ کے ساتھ اس طرح نور کا بھی ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن

ہو گئے۔

ابن حجر کا قول ہے کہ اس حدیث کو ابن حبان و حاکم نے صحیح قرار دیا ہے:

(المواہب اللدنیہ، ۱: ۳۳)

امام طبرانی نے جو حدیث مبارکہ نقل کی ہے اس سے بھی سرکار کی نورانیت ثابت ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں:

رائینا کان النور یخرج
ہم نے جب سرکار کو دیکھا تو یوں محسوس
من فیہ۔
ہوا جیسے نور آپ کے مبارک منہ سے
نکل رہا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

جب آپ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کے منہ مبارک سے نور نکل رہا ہے۔
امام زرقانی نے اسے ترمذی اور دارمی کے حوالے سے نقل کیا۔

حضرت سیدہ عائشہ فرماتی ہیں ایک دفعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نعلین سی رہے تھے اور آپ کی جبین مبارک سے یوں پسینہ گر رہا تھا جیسے نور پیدا ہو رہا ہو۔ میں مبہوت ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کس چیز نے مبہوت کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی جبین مبارک سے یوں پسینہ گر رہا تھا جیسے نور نکل رہا ہو کاش ابوبکر کبیر الحدلی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو وہ جان لیتے کہ ان کے شعروں کے حقیقی مصداق دراصل آپ کی ذات ہی ہے

وإذا نظرت الی أسرتہ وجہہ برقت بروق العارض المتہلل
رجب بھی ان کی پیشانی کے شکن دیکھے تو انہیں روشن چمک دار بجلی کی مانند پائے گا۔

حضرت عمرو بن العاص نے جو حدیث مبارکہ روایت کی ہے وہ بھی سرکار کی اویس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل کتب مقادیر
المخلوق قبل ان یخلق
السموات والارض بخمسين
الف سنة وكان عرشه
على الماء ومن جملة
ما كتب في الذكر وهو
ام الكتاب ان محمد خاتم
النبیین۔ (المسلم)

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق
سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کے
تقادیر کو لکھا حالانکہ اس وقت اس کا
عرش پانی پر تھا اور اس تحریر میں یہ
تھا کہ محمد کی ذات تمام انبیاء
کی خاتم ہے۔

ایک روایت میں ہے:
انی عبد اللہ خاتم النبیین
وان آدم لمجدل فی طینتہ

میں اللہ کا محبوب بندہ، خاتم النبیین
تھا حالانکہ حضرت آدم اپنی مٹی کے
درمیان تھے۔

اسے امام احمد، بیہقی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ صحیح الاسناد ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا:
”جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے تو اس وقت بھی میں
نبی تھا۔“

اسے امام ترمذی نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے۔
ایک اور روایت میں ہے کہ سرکار نے فرمایا:
كنت اول النبیین فی
المخلوق و آخوهم فی البعث

تخلیق کے لحاظ سے میں سب سے پہلا نبی
ہوں جبکہ بعثت کے لحاظ سے آخری نبی

امام سخاوی کا قول ہے اس حدیث مبارکہ کو ابو نعیم نے الدلائل میں، ابن ابی حاتم

نے اپنی تفسیر میں اور ابن لال نے بھی اسے روایت کیا ہے بلکہ ایک طریق پر جس میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوع روایت ہے۔ اس صورت میں اس کے کئی شواہد ہیں امام حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ترمذی نے اسے حسن اور صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث کے وہ الفاظ جو ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں :

كنت نبياً و آدم بيت

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم

الطین و الماء۔ مٹی اور پانی میں تھا۔

ہم ان الفاظ پر آگاہ نہ ہو سکے چہ جائیکہ یہ الفاظ ہوں۔

كنت نبيا و لا آدم و لا ماء

میں اس وقت بھی نبی تھا جب نہ آدم

و لا طین۔ نہ مٹی تھی نہ پانی تھا۔

حافظ ابن حجر نے ان زائد الفاظ کے بارے میں کہا یہ ضعیف ہیں۔ البتہ پہلی

احادیث قوی ہیں۔ (المقاصد الحسنة، ف الکاف)

بندۂ حقیر عفا اللہ عنہ کہتا ہے، شیخ علقمی شرح جامع الصغیر میں فرماتے ہیں :

كنت نبيا و آدم بين الماء و الطین والی حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

ایک اور حدیث بھی سرکار کی نورانیت پر دلالت کرتی ہے۔ آپ کی ہر ایک دعا قبول

کی جاتی تھی اور آپ نے یہ دعا کی :

اے اللہ میرے دل، میری آنکھوں

اللهم اجعل فی قلبی نوراً

اور میرے بالوں اور مجھے سراپا نور بنا۔

و فی بصری نوراً و فی شعری

ثم قال واجعلی نوراً

اور یہ حدیث صحیح ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ملائکہ پر فضیلت

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم کو تمام انبیاء و رسل کے مقابلے میں فضیلت دی اسی طرح آپ تمام مخلوق اور ملائکہ سے بھی افضل ہیں کیونکہ جو شخصیت عالم انسانیت سے افضل ہے وہ ملائکہ سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ خود اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا:

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک ہم خیر البریہ۔
یقتنوا وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کرتے ہیں وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

چونکہ ملائکہ مخلوق میں شامل ہیں، کیونکہ بریۃ کا معنی مخلوق کے ہیں یہ "براً اللہ الخلق" سے ماخوذ ہے جس کا معنی اختراع اور ایجاد کرنے کے ہیں۔ یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت کے حکم میں ملائکہ بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت کے الفاظ وارد ہوتے ہیں۔ عرف عام اور عرف لغت کے لحاظ سے صرف بشر کے ساتھ خاص ہیں کیونکہ جب بھی اس طرح کے الفاظ مطلق بولے جاتے ہیں تو ذہن صرف انسان کی طرف ہی جاتا ہے۔ یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کے اندر البریہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بریہ البراء سے ماخوذ ہے جس کا معنی مٹی ہے۔ یوں آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہوا۔ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے ہیں وہ دیگر شہروں سے افضل ہیں۔" اس سوال کے دو جوابات ہیں:

۱۔ اُمّ لُغْت نے البریہ کو ان الفاظ میں شمار کیا ہے جن کے نمرہ کو عرب نہیں پڑھتے۔

۲۔ یہ درست ہے کہ نافع کی ایک قراءت ہمزہ کے ساتھ ہے اور دونوں قراءتیں قرآن پاک کی ہیں۔ اگر قراءت کے بعد وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہ تمام انسانوں سے افضل ہیں جبکہ دوسری قراءت کے مطابق وہ لوگ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ عالم بشریت میں جو لوگ افضل ہیں وہ ملائکہ سے بھی افضل ہیں پس انبیاء علیہم السلام ان لوگوں سے افضل ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد فرمایا:

وَكَلَّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ (ان تمام کو ہم نے کائنات پر فضیلت دی)

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انبیاء عالم بشریت اور ملائکہ سب سے افضل ہیں کیونکہ ملائکہ عالمین میں سے ہیں خواہ عالمین عالم یا علامت سے مشتق ہے۔ جب انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہوئے تو نبی اکرم تو تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ اس لحاظ سے آپ تو تمام ملائکہ کے سرداروں کے سردار ہیں تو آپ کو ملائکہ پر دوسری فضیلت حاصل ہے اور اس قدر آپ بلند ہیں کہ اس مقام و رتبہ کا علم سوائے اس ذات کے کسی کو نہیں جو خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہے۔

(بدایۃ السؤل للعزیز عبد السلام)

نبی اکرم کی ذات پر صلوٰۃ و سلام بھیجا بلا شرط و قید قبول ہوتا ہے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات مجددیہ میں فرماتے ہیں:

"اہل علم کی یہ رائے ہے کہ اگر سرکار کی ذات پر دکھاوے کے لیے صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے تو وہ بھی مقبول بارگاہِ نبوی ہے۔ مگر ثواب نہیں ملتا کیونکہ اعمال کے اجر و ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اور جہاں تک صلوٰۃ و سلام کا بارگاہِ نبوی میں پیش ہونے کا مسئلہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ سرکار اللہ کے محبوب ہیں یوں یہ صلوٰۃ و سلام سرکار کے حق میں قبول ہوگا۔"

ابو عباس تجانیؒ کے حوالے سے جو اہل المعانی میں نقل کیا گیا ہے:

ولا وسیلة عند الله اعظم
نفعاً وارجی فی استجلاب
رضاً الرب عن العبد فی
حق العامة اکبر من
الصلوة علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشی کے حصول میں
سب نافع اور امید افزا چیز اس کے
جیب کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام عرض
کرنا ہے۔

اگرچہ بعض علماء نے صلوٰۃ و سلام کی قبولیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے مگر ہماری رائے یہ ہے کہ یہ قطعاً مقبول ہے۔ اس معاملے میں ہمارا انحصار اس حدیث قدسی پر ہے جس میں اللہ رب العزت حضور علیہ السلام سے فرماتے ہیں:

من صلی علیک صلیت علیہ
ومن سلم علیک سلمت علیہ

اے محبوب جو شخص تم پر صلوٰۃ و سلام
بھیجے گا میں بھی اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجوں گا۔

یہ وہ سچا وعدہ ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

یہ عنایت محض بندے کی اپنی حیثیت کی بنا پر نہیں بلکہ اللہ رب العزت کے اس

لطف و کرم کی بنا پر ہے جو اس نے اپنے محبوب پر کیا ہے۔

صلوٰۃ و سلام کی قبولیت کا معنی ہے کہ بندے کا صلوٰۃ و سلام بارگاہِ نبوی میں

پہنچتا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کل الاعمال منھا المقبول
والمرود الاصلوٰۃ علی
فانھا مقبولة غیر مرود
جتنے بھی اعمال کئے جاتے ہیں ان
میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں بعض
مرود لیکن مجھ پر درود و سلام پڑھنا
ایسا عمل ہے جو ہر حال میں مقبول ہے۔
کبھی رد نہیں ہوتا۔

صاحب ابریز فرماتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ جب ہم دو آدمیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود بھیجتے ہیں ایک شخص کو معمولی اجر ملتا ہے جبکہ دوسرے کو بے حد و حساب اجر
ملتا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ پہلے شخص نے حالت غفلت میں صلوٰۃ و سلام پڑھا اس کا
دل کہیں اور مشغول تھا لہذا اسے معمولی اجر دیا گیا جبکہ دوسرے نے کمال محبت اور
ادب و تعظیم رسول کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے آقا پر صلوٰۃ و سلام پڑھا لہذا اسے
اجر عظیم دیا گیا کیونکہ سرکار کی محبت اور تعظیم ایسا عظیم عمل ہے جو ہر مسلمان پر واجب
بلکہ فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

قل ان کان آباءکم و ابناکم و اخوانکم
و ازواجکم و عشیرتکم
و اموال اقدرتموها و تجارتہ
تخشون کسادھا و مساکن
ترضونها احب الیکم من
اللہ و رسولہ و جہاد فی
سبیلہ فتریبوا حتی
فراد یحییٰ اگر تمہارے والدین، اولاد،
بھائی، خاوند و بیوی، خاندان، وہ
اموال جن کو تم حاصل کرتے ہو، تجارت
جس میں گھائے کا خطرہ لگا رہتا ہے اولاد
وہ رہائش گاہیں جنہیں تم پسند کرتے ہو،
اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں
جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو

یا قی اللہ بامرہ و اللہ لا
یہدی القوم الفاسقین۔
حتی کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ قاسق
قوم کو کامیاب نہیں فرماتا۔

(القرآن)

وسعتِ حوضِ کوثر اور اس کے پانی کے اوصاف

امام مسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ سرکار نے فرمایا:
حوضی مسیحة شہر و
زویاہ سوا و ماء
ابیض من الورق و ریحہ
اطیب من المسک و کیزانہ
کنجوم السماء فمن شرب
منہ فلا یطما بعدہ ایداً۔
میرے حوض کی لمبائی و چوڑائی ایک مہینے
کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی
چاندی سے بھی زیادہ سفید ہے اور
اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ اور
اس کے برتن یوں محسوس ہوتے ہیں جیسے
آسمان میں تارے پس جو شخص ایک دفعہ

اس سے پانی پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

امام مسلم نے ایک اور روایت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے آقا
علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ "آنیۃ الحوض" کیا ہے۔
نبی اکرم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ
لآنیۃ اکثر من عدد النجوم
و کواکبھا آلا فی اللیلۃ
المظلمۃ المصحیۃ آنیۃ
الجنة من شرب منها لم
تسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں
محمد کی جان ہے حوض کوثر کے برتن
جو اس سے پی لے گا اسے کبھی
پیاس نہیں لگے گی۔ اس میں جنتی

یظماً آخر ما علیہ لیثخب
 فیہ میزابان من الجنة
 من شرب منه لم یظماً
 عرضہ مثل طولہ مابین
 عمان الی ایلة ماء اشد
 ییاضاً من اللین واهلی
 من العسل -

دو پر نالے بہتے ہیں جو اس سے پی لیگا
 وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا -
 اس کی چوڑائی اس کے طول کے برابر
 اس قدر ہے جیسے عمان اور ایلة کے
 درمیان ہے - اس کا پانی دودھ سے
 زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا
 ہے -

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قدر حوضی مکابین ایلة
 و صنعاء من الیمن وان فیہ
 من الاباریق کعدد نجوم السماء
 برتن آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں -

میرے حوض کی لمبائی چوڑائی ایلة و
 صنعاء میں کے درمیانی فاصلے کے برابر
 ہے - اس حوض سے پانی پینے کے لیے

بخاری و مسلم اور ترمذی میں روایت ہے:

مابین ناحیتی حوض مکا
 بین صنعاء والمدینة
 میرے حوض کے دونوں کناروں کے
 درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا صنعاء اور
 مدینے کے درمیان ہے -

جبکہ ایک اور روایت ہے:

مثل مابین المدینة و عمان
 کہ مدینے اور عمان کے درمیان فاصلے
 کے برابر ہے -

جبکہ اباریق کے بارے میں ایک روایت میں ہے:

تری فیہ اباریق الذهب و کہ اس حوض پر سونے اور چاندی کے
الفضہ کعد والنجوم السماء۔ برتن یوں ہوں گے جیسے آسمانوں
کے ستارے۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے :

دلہ اکثر من عدد نجوم السماء۔ اُس کے برتن آسمان کے ستاروں
سے بھی زیادہ ہوں گے۔

پس حوض کوثر کی مسافت کے بارے میں جو اختلاف سرکارِ دو عالم کی احادیث
کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے یہ دراصل منیٰ طبین کے مختلف طبقات کی وجہ سے
مختلف ہے۔ کیونکہ منیٰ طبین میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو صرف ایلہ اور صنعاء کے
مسافت کو جانتے تھے اور بعض لوگ دوسرے مقامات کو جانتے تھے۔ اس لئے
حضور نے بھی حوض کوثر کی مسافت کو بھی مختلف علاقوں کی مثال دے کر بیان کیا۔
احادیث میں جہاں کہیں قلیل مسافت کا ذکر ہے تو وہ کثیر کے زمرے میں شامل ہو جاتی
ہے اور کثیر مسافت کا حکم اپنے ظاہر پر قائم ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ
احادیث میں جہاں قلیل مسافت کا ذکر ہے وہ کثیر کے مانع نہیں جبکہ کثیر مسافت
اپنے ظاہری حکم پر قائم ہے۔ پس ان احادیث میں کوئی معارضہ نہیں ہے۔
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حوض کوثر کی لمبائی اور چوڑائی میں جو مختلف احادیث
مبارکہ ہیں وہ کسی اضطراب کی باعث نہیں بنتی کیونکہ یہ اختلاف کسی ایک حدیث
مبارکہ میں نہیں بلکہ مختلف احادیث مبارکہ میں ہے جو مختلف صحابہ سے مروی ہیں۔
دوسری بات یہ کہ یہ ارشادات نبی علیہ السلام نے مختلف مقامات پر بیان فرمائے ہیں۔
پس ہر ایک حدیث مبارکہ حوض کوثر کی لمبائی اور چوڑائی کو بیان کرتی ہے۔ ان سے
مقصد علاقوں کے نام لے کر حوض کوثر کی حدود کو مقرر کرنا نہیں ہے۔ پس اس
لحاظ سے یہ مختلف احادیث مبارکہ ایک حکم کے تحت جمع ہو جاتی ہیں۔

آپ کی شفاعت سے جنتی درجات میں رفعت

احادیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے دن ایک خصوصی شفاعت ہوگی جو کہ خصوصی اسباب کے ساتھ معلق ہوگی۔ پس جس شخص کے ساتھ وہ سبب پایا جائیگا وہ خصوصی شفاعت کا حق دار ہوگا اگرچہ اس کے نامہ اعمال میں بہت سارے گناہ ہی کیوں نہ ہوں اور اس نے ان پر توبہ بھی نہ کی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ اس خصوصی شفاعت کے ذریعے اپنی مشیت اور حکمت کے ذریعے اسے معاف کرے گا۔ اگر اسے بندے کے نامہ اعمال میں گناہ نہ ہوں تو اس خاص قسم کی شفاعت کے پانے سے جنت میں اس کے درجات کو بلند کیا جائے گا۔ پس وہ اسباب جن کی بدولت یہ خصوصی شفاعت حاصل ہوگی ان میں سے کچھ یہ ہیں :

اذان کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کرنا۔
امام مسلم اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

| | |
|-------------------------|-------------------------------------|
| اذا سمعتم المؤذن فقولوا | جب تم مؤذن کی اذان سنو اور جو کچھ |
| مثل ما يقول ثم صلوا | مؤذن کہتا ہے وہی کہا کرو اور مجھ |
| علی فانہ من صل علی | پر صلاۃ بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ |
| صلاۃ صلی اللہ علیہ | پر ایک دفعہ صلاۃ بھیجتا ہے اللہ |

بها عشر اثم سلوا الله
 لي الوسيلة فانها منزلة
 في الجنة لا تنبغي الا لعبد
 من عباد الله وارجو
 ان اكون انا هو فمن
 سأل الله لي الوسيلة
 حلت له الشفاعة .
 پس وہ شخص جو میرے لیے اللہ سے وسیلے کی دعا کرتا ہے اس کے لیے شفاعت
 ثابت ہو جاتی ہے ۔

تعالیٰ اس پر دس دفعہ صلوات بھیجتا
 ہے ۔ اس کے بعد اللہ رب العزت
 سے میرے لیے دعا کرو وسیلے کی
 کیونکہ یہ وسیلہ جنت کا ایک ایسا مقام
 ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف
 ایک بندے کو ملتا ہے ۔ میں امید
 کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا
 کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا

امام بخاری اور اصحاب سنن نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ
 السلام نے فرمایا جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی ؛
 " اے اللہ اس دعوت کاملہ اور نماز کے رب تو محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پر پہنچا
 جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا :
 پس ایسی دعا کرنے والوں کے لیے میری شفاعت ثابت ہو جاتی ہے ۔
 امام بیہقی نے اس دعا میں " انک لا تخلف الميعاد " کا اضافہ بھی روایت
 کیا ہے ۔

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب مؤذن کو سنتے
 تو یوں کہتے :

" اے اللہ اس دعوت تامہ اور نماز کے رب تو محمد پر صلوات بھیج اور
 قیامت کے دن انہیں ان کے سوال کے مطابق عطا فرما ۔ "

نبی علیہ السلام کے یہ کلمات آپ کے قریب بیٹھنے والا شخص بہ آسانی سن لیتا تھا اور سرکار بھی اس چیز کو پسند فرماتے کہ اذان سننے والا اذان کے کلمات کہتا جائے۔
نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"جب کوئی سامع مؤذن کے مطابق کلمات کہتا ہے تو اس کے لیے قیامت

کے دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت لازمی ہو جاتی ہے۔"

۲۔ سرکار کی شفاعت کے اسباب میں سے سرکار کی بارگاہ کی حاضری ہے کیونکہ حضرت حاطبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

| | |
|----------------------|-----------------------------------|
| من زارنی بعد موتی | جس شخص نے میرے وصال کے |
| ذکائی زارنی فی حیاتی | بعد میری زیارت کی اس نے گویا مجھے |
| ومن مات باحد | ظاہری حیات میں دیکھا اور جو شخص |
| الحرمین بعثه من | مکہ یا مدینہ میں فوت ہوا وہ قیامت |
| الامنین یوم القیامة. | کے دن امن پانے والوں میں سے |
| | اٹھایا جائے گا۔ |

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سرکار کو یوں کہتے ہوئے سنا:

| | |
|--------------------------|-------------------------------------|
| من زار قبری اوقال | جس نے میری قبر انور کی زیارت کی یا |
| من زارنی کنت له | فرمایا جس نے مجھے دیکھا قیامت کے دن |
| شفیعاً او شہیداً یوم | میں اس کے لئے شفیع اور گواہی دینے |
| القیامة ومن مات فی | دالا ہوں گا اور جو شخص مدینے یا مکہ |
| احد الحرمین بعثه اللہ من | میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے قیامت |
| الامنین یوم القیامة. | کے دن امن پانے والوں سے اٹھایا |

امام بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا :

من مات فی احد الحرمین
بعث من الامنین یوم
القیامۃ ومن زارنی
فی محتسباً الی المدینۃ کان
فی جوارى یوم القیامۃ۔

جو شخص کے یا مدینے میں فوت ہوا
اسے قیامت کے دن آمین سے اٹھایا
جائے گا اور جس نے صرف مدینے کا
قصد کر کے میری زیارت کی وہ قیامت
کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :
من زار قبری وجبت
لہ شفاعتی۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس
کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

یعنی سرکار اس کو ایسی شفاعت سے نوازیں گے کہ اس طرح کی شفاعت دوسروں
کے لیے نہ ہوگی۔ یہ شفاعت یا تو نعمتوں کے اضافے کی صورت میں ہوگی یا قیامت کے
دن مصیبتوں اور عذاب میں تخفیف کی صورت میں یا جنت میں بغیر حساب داخلے کی
صورت میں یا جنت میں درجات میں اضافے کی صورت میں یا اللہ رب العزت کا
مشاہدہ و دیدار کرنے کی صورت میں یا اس کے علاوہ انعام و اکرام کی صورت میں ہوگی۔

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا :
من جاء فی زائر الا تحمله
الا زیارتی کان حقاً
علی ان اکون له شفیعاً
یوم القیامۃ۔

جس شخص نے صرف زیارت کی
نیت کر کے سفر کیا اور میری زیارت
کی قیامت کے دن ایسے شخص کے
شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو جاتی

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی مشروعیت

پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں جہاں ایک طرف زیارتِ روضہ رسول کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے وہاں دوسری طرف اس زبان مبارکہ کی ترغیب اور ساتھ ساتھ روضہ رسول کی فضیلت و اکرام کو بھی بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ نبی اکرم کے وسیلے سے وہ ہماری حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور حضور علیہ السلام کے صدقہ میں یہ نعمت ہمیشہ ہمیں نصیب رہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی شفاعت کے دیگر مندرجہ ذیل اسباب بھی ہیں۔

- ۱۔ مدینہ طیبہ میں فوت ہونا۔
 - ۲۔ مدینے میں تکالیف کو صبر و استقلال سے برداشت کرنا۔
- امام ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ سرکار نے فرمایا:
- من استطاع ان يموت بالمدينة
فليمت بها فاني اشفع لمن
يموت بها .
- جس آدمی کے حالات ایسے ہیں کہ وہ
زندگی کے آخری دن مدینہ میں گزار
سکتا ہے اسے چاہیے وہ یہیں آخری
دن گزارے کیونکہ میں ہر اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینے
میں فوت ہوا۔

جبکہ ابن ماجہ نے اسی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے :

من استطاع منكم ان
يموت بالمدينة فليفعل
فاني اشهد لمن مات فيها .

جو شخص مدینے میں آخری دن گزار
کر اللہ تعالیٰ سے ملا۔ میں اس کیلئے
قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔

امام طبرانی نے اسناد حسن کے ساتھ ایک یتیم عورت جو کہ بنو ثقیف سے تھی،
اور حضور علیہ السلام کے پاس رہتی تھی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سرکار نے

فرمایا :

من استطاع ان يموت
بالمدينة فليمت بها
فان من مات بها
كنت له شفيعاً او
شهيداً يوم القيامة۔

جو کوئی مدینے میں زندگی کے آخری
دن گزارنے کی استطاعت رکھتا ہے
اسے چاہئے کہ وہ یہاں مدینے میں
ہی فوت ہو کیونکہ جو کوئی مدینے میں
فوت ہوگا میں اس کے لیے یوم
قیامت شفیع و گواہی دینے والا ہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباد سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :
اول من اشفع له اهل
المدينة ثم اهل مكة
ثم اهل الطائف۔

قیامت کے دن سب سے پہلے میں
اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ پھر
اہل مکہ اور پھر اہل طائف کی شفاعت
کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعتِ خاصہ کے اسباب میں سے اہم سبب
حضور پر کثرت سے درود بھیجنا ہے۔ امام ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے عبداللہ ابن مسعودؓ
سے روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا :

ان اولی الناس بی یوم
القیامة اکثرهم علی
صلوة۔

بے شک قیامت کے دن لوگوں میں
سے سب سے زیادہ میری شفاعت
اور میرے کرم کا مستحق وہ شخص ہوگا
جس نے کثرت سے مجھ پر درود پڑھا ہوگا۔

حضرت رولیف بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا :
من قال اللهم صل علی
جس شخص نے یہ کہا اے اللہ تو

محمد وانزله المقعد
المقرب عندك يوم القيامة
وجبت له شفاعتي.
نبی اکرم کو قیامت کے دن اپنے
قرب خاص میں اعلیٰ منازل پر فائز
فرما۔ اس کے لیے میری شفاعت
واجب ہو جاتی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کیا ہے :
ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ اجازت دیتے
ہیں کہ میں اپنی تمام دعائیں آپ پر صلاۃ ہی پڑھا کر دوں۔ آپ نے فرمایا :
اذن یکنیک اللہ تبارک
وتعالیٰ ما اھک من دنیاک
واخرتک۔
اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں
دنیا و آخرت کی ہر نعمت سے نوازے گا۔

امام طبرانی صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من صلی علیّ حین یصیّب عشاءً
وحین یسیّ عشاءً درکتہ
شفاعتی یوم القيامة۔
جس نے صبح و شام مجھ پر
دس بار درود پڑھا وہ قیامت کے
دن میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔

امام بیہقی نے شعب میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے فرمایا :

اکثروا الصلوة علیّ یوم
الجمعة و لیلۃ الجمعة فمن
فعل ذلک کنت له شھیداً
او شافعاً یوم القيامة۔
جمعرات اور جمعہ کو مجھ پر درود کثرت
سے بھیجا کرو۔ جو شخص ایسا عمل کرتا ہے
قیامت کے دن میں اس کے لئے گواہی
دینے والا شفیع ہوں گا۔

نبی اکرم کی وصیتیں

امام احمد اور ابن ماجہ نے ایک قوی روایت نقل کی ہے
 "نبی اکرم نے وصال فرمایا مگر وصیت کوئی نہیں کی۔"
 اسے مراد خلافت کے بارے میں وصیت کرنا تھا۔ یعنی خلافت کے بارے میں کوئی
 وصیت نہیں کی کیونکہ ایک اور حدیث مبارکہ جو حضرت عمر سے روایت ہے وہ اس
 کی وضاحت کر رہی ہے۔

مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم يستخلف
 نبی اکرم نے وصال فرمایا لیکن کوئی
 خلیفہ مقرر نہ کیا۔
 خلافت کے علاوہ آپ کی وصیتیں احادیث میں آئی ہیں۔ ان میں سے یہ جمع کی ہیں۔
 ۱۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے :

"مرض وصال میں آپ نے فرمایا اے عائشہ تو نے سونے کی ڈلی کا کیا کیا
 عرض کیا یا رسول اللہ وہ میرے پاس ہے۔ آپ فرمانے لگے اُسے صدقہ کر دو"

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ :

"اے عائشہ تم یہ سونا علی کے پاس لیجاؤ تاکہ وہ اس کا صدقہ کرے۔"

۲۔ خیبر سے ایک سو وستق دارینین ، رھاوین اور اشعرین کو دے دینا۔

۳۔ جزیرہ عرب پر اب کوئی دوسرا دین آباد نہ کرنا۔

- ۴ - اسلام کا شکر روانہ کیا جائے۔
- ۵ - اسلام کے لیے وفود بھیجے رہنا۔
- ۶ - میں تمہیں کتاب اللہ کے ساتھ چمپے رہنے کی وصیت کرتا ہوں (البخاری)
- ۷ - نماز پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ (نسائی، مسند احمد)
- ۸ - تمہاری لونڈیوں کے متعلق تمہیں وصیت کرتا ہوں یعنی ان کا خیال رکھنا۔
(نسائی، مسند احمد)
- ۹ - زکوٰۃ دیتے رہنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)
- ۱۰ - فتنوں سے بچتے رہنا۔ (سیف بن عمر فی الفتوح)
- ۱۱ - ہمیشہ جماعت (سواد اعظم) کے ساتھ رہنا۔ (سیف بن عمر فی الفتوح)
- ۱۲ - اطاعت کرنا۔ (سیف بن عمر فی الفتوح)
- ۱۳ - حضرت سیدہ فاطمہ کو وصیت کی کہ وہ وصال کے موقعہ پر یہ کلمات پڑھے۔
انا لله وانا اليه راجعون ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسکی طرف
کوٹھ کر کے جانا ہے۔
- ۱۴ - میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم ہاجرین میں سابقون الاولون اور انکی اولاد
کا خیال رکھنا۔ (الطبرانی فی الاوسط)
- ۱۵ - میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے غرس کنویں کے
پانی سے سات مشکیزوں سے نہلانا۔ (ابن ماجہ، البخاری)
- ۱۶ - میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم مجھ پر بغیر ہاتھ باندھے اور امام کے صلوات و سلام
پڑھنا۔

(بزار، حاکم بسند ضعیف)
(فتح الباری، ۵: ۳۶۳ کتاب الوصایا)

اپنے رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات !!!

حافظ قسطلانی نے مواہب میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسولِ خدا منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

ان عبدًا خیرہ اللہ
بین ان یؤتیہ من
زھرۃ الدنیا ماشاء
و بین ما عندہ فاختر
ما عندہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک
بندے کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا
کی رعنائیوں کو پسند کرے یا اپنے رب
کے پاس جانا تو اس بندے نے اپنے
رب کے پاس جانا پسند کیا

یہ الفاظ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ!

آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے صدیقِ اکبرؓ کے اس عمل پر حیرانگی کا مظاہرہ کیا کیونکہ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ رسولِ خدا تو صرف ایک بندے کے بارے میں بتا رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اپنے پاس رہنے کا اختیار دیا ہے۔ اس میں رونے والی کونسی بات ہے۔ اس پر صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا:

”وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے وہ رسولِ خدا ہیں۔“

یوں صدیقِ اکبرؓ صحابہ میں سب سے زیادہ سمجھ دار تھے۔ (مسلم و بخاری)

یوں اس کے بعد آپ کے وصال کا وقت قریب آتا گیا۔ حافظ قسطلانی مواہب

میں خیر احادیث مبارکہ ذکر کریں اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ قبل اپنے وصال کے متعلق ہمیں بتا دیا تھا۔ جو یہی آپ کے وصال کا وقت قریب آیا ہم جناب عائشہؓ کے گھر پر جمع ہو گئے۔" آپ نے یہ الوداعی کلمات فرمائے۔

حیاکم اللہ بالسلام ورحمکم
اللہ جبرکم اللہ رزقکم
اللہ نصرکم اللہ رفعکم
اللہ آواکم اللہ اوصیکم
بتقوی اللہ واستخلفہ علیکم
واحذرکم اللہ انی لکم
فیہ نذیر مبین ان لا تلعوا
علی اللہ فی بلادہ وعبادہ
فانہ لی و لکم تلک الدار
الآخرۃ نجعلہا للذین
لا یریدون علواً فی الارض
ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین
وقال تعالیٰ ایس فی جہنم
مثنوی للمتکبرین۔

اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے۔ تم پر اللہ رحم فرمائے، اللہ تمہاری کیاں پوری کرے تمہیں رزق دے۔ تمہاری مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں رفعت دے اور تمہیں اپنی پناہ میں رکھے میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں اور اسی کا خوف دلاتا ہوں بلاشبہ اسی کی طرف تمہیں انجام سے باخبر کرنے آیا تھا تم اللہ کے شہروں اور اس کے بندوں میں تکبر مت کرنا کیونکہ میرے اور تمہارے لئے وہ آخرت ہے جس کے بارے میں فرمان ہے کہ اسے ہم نے صرف ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد کا

ارادہ نہ کرے اور آخرت متیقین کی ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم نہیں؟

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا وقت وصال کونسا ہے۔ فرمایا اس جہاں سے

جدائی اور رب کے ہاں لوٹنے کا وقت قریب آچکا ہے اور پھر اس جہاں سے کوچ کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کی طرف جانا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے؟ فرمایا اہل بیت میں سے میرے قریبی رشتہ دار عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز میں کفن دیا جائے۔ فرمایا مجھے میرے انہیں کپڑوں میں ہی دفن کرنا۔ اگر تم چاہو تو مصری سفید کپڑے یا مینی چادر میں۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کون صلاۃ پڑھے گا؟ فرمایا: تم مجھے تجہیز و تکفین کے بعد اسی چار پائی پر قبر کے کنارے رکھنا۔ اس کے بعد کچھ وقت مجھے سے دور ہٹ جانا کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر جبرئیل صلاۃ پڑھے گا پھر میکائیل اور اسرافیل اور اس کے بعد ملک الموت صلاۃ پڑھے گا اور ان کے ساتھ ملائکہ کا ایک گروہ ہوگا۔ اس کے بعد تم گروہوں کی شکل میں مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھنا۔ پس سب سے پہلے اہل بیت کے مرد حضرات مجھ پر صلاۃ پڑھیں۔ اس کے بعد اہل بیت کی عورتیں پھر تم اور پھر میرے وہ صحابہ جو موقع پر موجود نہیں۔ پھر شخص جن قیامت تک میرے دین کا پیروکار ہوگا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو قبر انور میں کون اتارے؟ فرمایا میرے رشتہ دار ملائکہ کے ساتھ مجھے قبر میں اتاریں گے۔ امام طبرانی نے اسے حدیث کو نقل کیا۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام حالت صحت میں فرمایا کرتے تھے۔

”کوئی بھی نبی اس وقت تک دنیا سے پردہ نہیں کرتا جب تک وہ جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔ پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا آخرت میں نبی علیہ السلام کو بھی جب مرض وصال لاحق ہوا اور ملک الموت حاضر ہوا تو اس وقت آپ کا سراقدس میری گود میں تھا۔ اور آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو مکان کی صحبت

کی طرف دیکھا اور فرمایا اللہم فی الرفیق الاعلیٰ میں نے کہا۔ پھر اپنے ہمیں اختیار نہ کیا۔ میں سمجھ گئی تھی کہ یہ وہ بات ہے جو نبی اکرم نے اپنے وصال سے قبل حالتِ صحت میں ہی ہمیں بتادی تھی۔

جب آپ کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔ میرے والدِ گرامی کو کس قدر تکلیف ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا آج کے بعد تم اپنے والدِ پیروں کو ٹی تکلیف محسوس نہیں کر دو گی۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔
علماء کی رائے ہے کہ وقت وصال نبی علیہ السلام کو جو تکلیف ہوئی وہ محض آپ کے درجات کی بلندی کے لیے تھی۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے پاس ملک الموت آیا تو اس وقت آپ کا سرِ اقدس حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔ ملک الموت نے اجازت مانگتے ہوئے کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت علیؓ نے ملک الموت سے کہا واپس چلے جاؤ۔ ہم اہم کام میں مصروف ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:
ہذا ملک الموت ادخل اسے آنے دو یہ ملک الموت ہے۔
راشدًا۔

جب ملک الموت داخل ہوئے تو اس نے کہا:

ان دبت یقرئک السلام۔ اے رسول آپ پر آپ کا رب سلام بھیجتا ہے۔
مجھے بعض روایات سے معلوم ہوا ہے کہ ملک الموت نے اس سے قبل نہ کسی اہل بیت پر سلام کہا تھا اور نہ اس کے بعد کہے گا۔

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو تین دن قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا محمد ان الله قد
ارسلنی الیک اکراماً لک
وتفضیلاً لک و خاصةً
لک یسألک عما هو اعلم
به منك یقول کیف
تجدک فقال أجدنی یا
جبرئیل مغموماً وأجدنی
مکروباً ثم اناہ فی یوم
الثانی فقال له مثل ذلک
ثم جاء فی یوم الثالث
فقال له مثل ذلک ثم
استاذن علیہ صلی اللہ علیہ
وسلم ملک الموت فقال
جبرئیل یا محمد هذا
ملک الموت یتاذن علیک
ولم یتاذن علی آدمی قبلك
ولا یتاذن علی آدمی بعدک
قال اذن له فدخل ملک
الموت فوقف بین یدیه۔

اے محمد! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی
عزت کی خاطر آپ کی طرف بھیجا اور
خاص کر آپ کے لیے بھیجا ہے۔
حالانکہ باری تعالیٰ آپ کے بارے میں
زیادہ جانتا ہے۔ وہ آپ سے پوچھتا
ہے کہ آپ کی طبیعت مبارکہ کیسی ہے؟
نبی علیہ السلام نے فرمایا اے جبرئیل
غم اور کرب کی حالت میں ہوں۔ حضرت
جبرئیل علیہ السلام دوسرے دن پھر حاضر
ہوئے اور وہی کچھ کہا پھر تیسرے دن
حاضر ہوئے اور اجازت چاہی۔
پس جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا
یہ ملک الموت ہے اور یہ آپ سے
اجازت چاہتا ہے۔ ملک الموت نے
آپ سے قبل نہ کسی سے اجازت چاہی
ہے اور نہ آپ کے بعد اجازت
لے گا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے
اجازت دیدو۔ ملک الموت نے حاضر
ہو کر عرض کیا:

یا رسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیکر بھیجا ہے کہ میں آپ کی
میں اطاعت کروں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کی روح کو قبض کر لوں اور اگر

آپ حکم دیں تو میں اسے چھوڑ دو۔

اس موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے حضور سے کہا :

ان الله قد اشتاق الى لقائك۔
اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے :

یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا :

فامض يا ملك الموت لما امرت به۔
اے ملک الموت آپ کو اللہ رب العزت کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے وہ جلدی پورا کرو۔

اس موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ زمین پر میرا آج یہ آخری چکر ہے۔ جب ملک الموت نے حضور علیہ السلام کی روح مبارکہ قبض کر لی۔ اور آپ وصال فرما گئے تو گھر کے کونے سے اس طرح کی آواز سنی :-

السلام عليكم اهل البيت
ورحمة الله وبركاته، كل
نفس ذالقة الموت وانما
توفون اجوركم يوم القيامة
ان في الله عزاء من
كل مصيبة وخلفاً من
كل هالك ودرکاً من
كل فائت فبالله

اے اہل بیت تم پر سلامتی اور اللہ کے
رحمت ہو برکات ہوں۔ ہر نفس موت کا
ذائقہ چکھنے والا ہے اور تمہیں تمہارے
اعمال کا قیامت کے دن پورا پورا اجر
دیا جائے گا۔

اور ہر ہلاک ہونے والے کا خلف ہے۔
ہر فوت ہونے والے کا درک ہے۔
پس اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ۔

فتقوا وایاه فأرجوا فانما المصاب من حرم الثواب السلام
علیکم ورحمة الله وبركاته۔

حضرت علی نے پوچھا اے لوگو تم جانتے ہو کہ یہ کون تھے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ امام بیہقی نے اسے دلائل النبوة میں ذکر کیا ہے۔

اللہ حی لا یموت قال عمر

نواللہ لکانی لم اتل ہذہ

الایات قط۔

زندہ ہے، اس پر موت نہیں۔

عمر فرماتے ہیں یہ آیات کریمہ سن کر مجھے

یوں محسوس ہوا جیسے یہ میں نے پہلی بار سنی۔

ابن مینر فرماتے ہیں جب سرکار کا وصال ہوا تو لوگوں کی عقلوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ کچھ لوگ تو ایسے تھے جو دماغ کھو بیٹھے۔ مثلاً حضرت عمر فاروقؓ۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو بیٹھے اٹھ نہ سکتے تھے۔ مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو گفتگو کرنے کی ہمت نہ کر سکے مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ اور کچھ لوگوں پر تو حضور کی جدائی کا اتنا اثر ہوا کہ وہ صدمے کی شدت کی بنا پر وفات پا گئے جیسے حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت ابوبکر صدیق بار بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور آپ کے بال اور چادر لٹک رہی تھی۔ آپ نے آتے ہی نبی علیہ السلام کے چہرہ انور سے چادر اٹھائی، جھک گئے اور عرض کیا

یا رسول اللہ وصال سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں آپ پاک اور خوشبودار ہیں۔ اور آپ کے وصال سے وہ سلسلہ ختم ہو گیا جو کسی سابقہ نبی کی وفات سے نہیں ہوا تھا۔ آپ کی صفات کیا بیان کروں۔ آپ رونے سے بھی بلند ہیں۔ اگر آپ کی موت ہمارے اختیار میں ہوتی تو ہم آپ کے

ظیت حیاً ومیتاً والنقطع
لموتک ما لم ینقطع لموت
احد من الانبیاء نعظمت
عن الصفة وجلت عن
البکاء ولوان موتک کان
اختیارنا لجدنا لموتک بالنفوس
اذکرنا یا محمد عند ربک و

لنکن من بالک - بد لے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے

یا رسول اللہ! اللہ کے ہاں ہمارا ذکر کرنا اور ہمارا خیال رکھنا۔

امام حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری الفاظ یہ کہے "جلال ربی الرفیع (میرے رفیع رب کا جلال) حضرت سالم بن عبد اللہ الشحعی سے روایت ہے کہ جب سرکارِ دو عالم کا وصال ہوا تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ غمگین حضرت عمرؓ تھے۔ آپ کے دکھ اور اہم کا یہ حال تھا کہ آپ نے اپنی تلوار نکال لی اور یہ اعلان کرنے لگے جس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ سر کا انتقال فرما گئے ہیں میں تلوار سے اس کی گردن جدا کر دوں گا حضرت سالم فرماتے ہیں کہ لوگوں نے مجھ سے کہا تم صاحبِ رسول ابو بکر صدیق کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو وہاں پر ابو بکر صدیق کو دیکھا کہ وہ رو کر نہ ٹھہال ہو چکے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا اے سالم کیا سرکارِ وصال فرما گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا عمر فاروق کا تو یہ حال ہے کہ وہ یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ جس نے سرکار کے متعلق وصال کی بات کی میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق بنی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت بنی علیہ السلام کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ صدیق اکبر نے سرکار کے چہرے سے چادر اٹھائی اور اپنا منہ سرکار کے منہ سے لگایا۔ اور خوشبولی۔ اس کے بعد دوبارہ ڈھانپ دیا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے

وما محمد الا رسول

قد خلت من قبلہ الرسل

وقال تعالیٰ انک میت و

انہم میتون یا ایہا الناس

من کان یعبد محمداً

محمد رسول ہی ہیں اور آپ سے قبل بھی

رسول آئے اور چلے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے کہ اے اللہ کے رسول!

آپ پر بھی موت آتی ہے اور یہ بھی مرنے

والے ہیں۔ اے لوگو جو محمد کی عبادت

فان محمداً قد مات و کرتے تھے محمد وصال فرما گئے اور جو
 من كان يعبد الله فان شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ
 حضرت عائشہؓ سے امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق وصال
 کے بعد حضور کی بارگاہ میں آپ کے سر کی طرف سے آئے۔ اور منہ سے کپڑا ہٹایا۔ اور
 پیشانی مبارک چومی۔ عرض کیا و انبیاء اس کے بعد اپنا سر اوپر اٹھا لیا۔ دوبارہ وہی عمل
 کیا عرض کیا و اصفیاء۔ تیسری مرتبہ بھی وہی عمل دہرایا، عرض کیا و اخلیاء۔
 جب نبی علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کلمات

کہے:

یا ابتاہ اجاب ربا دعاه
 یا ابتاہ من جنت الفردوس
 ما واه یا ابتاہ من المح
 جبرئیل نتعاه۔
 اے میرے والد گرامی جنہوں نے
 اپنے رب کے بلانے کو قبول کیا اے
 میرے والد گرامی جن کا ٹھکانہ جنت
 الفردوس ہے۔ اے میرے والد گرامی
 جن کے وصال پر جبرئیل بھی روئے۔

ابونعیم نے حضرت علی کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ قبض کی گئی تو ملک الموت روتے ہوئے واپس آسمان
 کی طرف چلے گئے۔
 اس ذات کی قسم جس نے نبی علیہ السلام کو بطور نبی بنا کر بھیجا۔ میں نے آسمانوں
 میں ایک یہ آواز سنی:

والمحمداء کل المصائب
 تھون عند هذه المصيبة۔
 اے محمد! دنیا کے تمام مصائب و آلام
 آپ کے وصال سے ہونے والی پریشانی
 سے کم ہیں۔

ابن ماجہ نے سنن میں نقل کیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے مرض الموت میں فرمایا:

ایہا الناس ان احدا من المؤمنین اصاب مصیبة فليتعز بمصیبة بی عند المصیبة تصیبه لغيری فان احدا من امتی لیس اب بمصیبة بعد اشد علیہ من مصیبتی۔

اے میرے اقیو! میرے نہ ہونے ہوئے اگر تمہیں کوئی مصیبت آئے تو میرے ویسے سے اے دو کرو۔ کیونکہ میرے امتی کے یہ میرے وصال کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہ ہوگی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بالاتفاق پیر کو ہوا۔ جبکہ تدفین بدھ کے روز ہوئی کیونکہ صحابہ میں آپ کے وصال اور محل دفن کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا تھا۔

ابن عساکر نے ابی ذویب سے روایت کیا ہے کہ ہمیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی اطلاع ملی تو تمام اہل قریہ جاگتے رہے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو میری آنکھ لگ تو ایک ہاتھ غیبی نے کہا:

خطب اجل اناخ بالاسلام معین الخیل ومقصد الاطام
 ر عظیم مصیبت نے اہل اسلام کی پشت توڑ دی کھجوروں اور ٹیلوں کی سز زمین کے درمیان
 قبض النبی محمد فعیوننا تبری الدموع علیہ بالتجمام
 د نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ ہماری آنکھیں آپ کے غم میں چشموں کی طرح بہ رہی ہیں۔

میں پریشان ہو کر جاگ اٹھا اور آسمان کی طرف دیکھا کہ اسعد ذابح نامی ستارہ آسمان پر نہیں تھا۔ پس میں نے جان لیا کہ نبی علیہ السلام وصال فرما گئے ہیں۔ میں

فوراً مدینے آیا۔ آکر کیا دیکھتا ہوں کہ اہل مدینہ اس طرح رو رہے تھے جیسے وہ حجلج کو الوداع کر کے روتے تھے۔ پوچھا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگے کہ نبی علیہ السلام وصال فرما گئے ہیں۔ اس موقع پر حضرت حسان نے آپ کے بارے میں ایک مرثیہ لکھا:

كنت السواد لنظرى فعسى عليك الناظر

دمیری آنکھیں دیکھنے کے لئے تھیں مگر آپ کے وصال کے بعد دیکھنے سے

نابینا ہو گئیں)

من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر

دآپ کے بعد جو چاہے فوت ہو۔ غم اور حزن آپ کا ہی تھا

ابو داؤد اور امام حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ میں نے سرکار کو غسل

دیا لیکن وہ کچھ دیکھنے میں نہیں آیا جو کسی دوسرے میں ہوتا ہے بلکہ خوشبو آرہی تھی۔

جبکہ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو آرہی تھی جس

کی مثل نہیں۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سرکار کی تجہیز و

تکفین سے سوموار کے دن فارغ ہوئے اور آپ کو ایک چارپائی پر رکھ دیا گیا لوگ

وہاں پر آکر آپ پر صلاۃ و سلام بھیجتے تھے۔ جب صحابہ زیارت کر چکے تو پھر عورتوں نے

ایسا ہی کیا۔ جب وہ بھی فارغ ہو گئیں تو اس کے بعد بچوں نے سرکار پر صلاۃ و سلام

پڑھا۔ لیکن اس میں امامت کسی نے نہیں کروائی۔

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے ملائکہ نے حضور علیہ السلام پر صلاۃ و سلام

پڑھا۔ اس کے بعد اہل بیت نے پھر صحابہ اور صحابیات نے گروہوں کی شکل میں صلاۃ

و سلام پڑھا۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ کے حجرے میں دفن کر دیا گیا۔ تو

اس کے بعد حضرت فاطمہؓ حاضر ہوئیں اور ادا اسی کے عالم میں کہنے لگیں تمہارے دل کس طرح تیار ہوئے کہ تم سرکار پر مٹی ڈالو۔ آپ نے مٹی لی اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شتم تربة احمد ان لا یلتئم ردى الزمان غوالیا
(جو سرکار کی قبر انور کی مٹی ایک دفعہ سوگھ لے وہ پھر ساری عمر کسی خوشبو کو سونگھنے کا محتاج نہیں رہتا)

صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الايام صرن لیا لیا
(مجھ پر مصیبتوں کے اس قدر پہاڑ ٹوٹ پڑے اگر یہ مصیبتوں کے پہاڑ دنوں پر ٹوٹتے تو وہ رات کی شکل اختیار کر جاتے)

امام دارمی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے :
اسی طرح آقا علیہ السلام وصال فرما گئے۔ اور اس دن سے قبیح دن مجھے کوئی محسوس نہیں ہوا۔

ما رایت یوماً کان احسن ولا
اضوا من یوم دخل علینا
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم المدینة وما رایت یوما
کان اقبح والاظلم من یوم
مات فیہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم۔

میں نے اس دن سے بڑھ کر روشن
اور خوبصورت دن نہیں دیکھا جس دن
رسول خدا مدینہ تشریف فرما ہوئے اور اس
دن سے بڑھ کر تاریک اور قبیح دن
نہیں دیکھا جس دن آپ کا وصال ہو گیا۔

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی الفاظ یہ ہیں :
جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے

اضاء منها كل شى
اور جس روز آپ کا وصال ہوا ،
مدینہ کی ہر شے روشن ہو گئی
اظلم منها كل شى ۔
مدینہ کی ہر شے پر تاریکی چھا گئی ۔

اے اللہ یا رب العالمین ہمیں آپ کے معیت عطا فرما ۔ ہمیں آپ کی بارگاہ
میں ندامت و شرمندگی سے محفوظ رکھنا ۔ ہمارا خاتمہ خیر سے فرما ۔
الحمد لله رب العالمین !

راقم

محمد بن علوی بن عباس المالکی المالکی الحسنى
خادم السنة النبویہ بالبلد المحرم غفر له
ولوالبیہ و لمشاخه و للمسلمین كافة ۔

حضور
صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کے

رضاعی مائیں اور رضاعی بھائی بہنیں

تالیف

مفتی محمد حار قادی

عالمی دعوتِ اسلامیہ پنجاب

الحاج لطیف احمد چشتی

سربراہ انجمن تعمیرِ ملت لاہور

غلام شبیر قادری شرقپوری

آپ کی ولادت ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء بروز جمعہ المبارک بمقام کاکڑ افغانستان تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہوئی۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم اپنے دادا شیخ باوا محمد مستقیم چشتیؒ سے حاصل کی۔ باوا صاحبؒ خواجہ فخر جہاں دہلوی کے خلیفہ شاہ نیاز احمد چشتیؒ کے مریدِ خاں تھے۔ باوا صاحبؒ آپ کے استاذ ہی نہیں بلکہ روحانی شیخ بھی ہیں۔ کیونکہ چشتی صاحب انہیں کے بیعت ہیں۔

تحریک پاکستان میں حصہ

جب بانی پاکستان حضرت قائد اعظمؒ نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے لیے تحریک شروع کی تو چشتی صاحب اس وقت جوان تھے، فی الفور مسلم لیگ میں شریک ہو گئے۔ بہتر صلاحیت اور خدمات کے پیش نظر آپ کو امرتسر کی ضلعی مسلم لیگ کا جوائنٹ سیکرٹری اور درکنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں ہی آپ کی ملاقات مولانا عبدالستار خاں نیازی سے ہوئی جو اس وقت بحیثیت طالب علم رہنا تحریک پاکستان میں حصہ لے رہے تھے۔ ان تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے آپ کو دو دفعہ جیل جانا پڑا۔ ایک دفعہ امرتسر کی جیل میں پندرہ

دن تک سخت اذیت میں رہے خود بیان کرتے ہیں :

”مجھے تنگ کرے میں ایک بد معاش پہلوان کے ساتھ بند کر دیا گیا۔ پھر اتنا تھا کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا دشوار، پانی نہیں کہ غسل کیا جائے۔ لہذا میں بیٹھ کر اور چادر لپیٹ کر نماز ادا کرتا۔ میں نے پندرہ دن کے بعد سو سوج دیکھا۔ یہ میری زندگی کے اذیت ناک اور دشوار ترین دن تھے۔“

دوسری دفعہ آپ کو گرد اسپور جیل میں لے جایا گیا وہاں تحریک پاکستان کے یہ کارکن بھی تھے۔ میاں محمود علی قصوری۔ ملک شوکت علی۔ ڈاکٹر ایم ملک، ملک غلام نبی۔

وفد کی سربراہی

جمعیت العلماء پاکستان اس وقت سیاسی سطح پر مسلم لیگ کے ساتھ مل کر کام کر رہی تھی۔ ان دنوں اس کے سربراہ مولانا ابوالحسنات قادریؒ تھے۔ مسلمانان کشمیر کی خدمت کے لیے جمعیت نے ایک وفد تشکیل دیا جو ساز و سامان لے کر آزاد کشمیر گیا۔ اس وفد کے سربراہ الحاج لطیف احمد چشتی تھے۔ آپ نے اس وفد کی آمد و رفت کی روئیداد یوں بیان کی :

”ہمیں مولانا ابوالحسنات قادریؒ اور حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ نے سامان دے کر دسمبر ۱۹۴۸ء کو کشمیر روانہ کیا۔ ہم نے وہ سامان تراڑ خیل کے مقام پر جنرل طارق کے سپرد کیا۔ واپسی پر گوجرانوالہ پہنچے۔ اخبار دیکھا تو پتہ چلا کہ رات کو جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس پر مجھے سخت افسوس ہوا۔ مذکورہ دونوں راہنماؤں نے اس موقع پر جو تحریر دی تھی وہ میرے پاس محفوظ ہے۔“

۱۹۵۶ء میں آپ کو جمعیت العلماء پاکستان پنجاب کا خازن مقرر کیا گیا۔ جب

مسلم لیگ کی اصلاح کے لیے مولانا عبدالستار نیازی، پیرمانگی اور ارباب عبدالغفور نے تحریک شروع کی تو آپ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

بزرگوں کی صحبت

گھر میں مذہبی ماحول کی وجہ سے بچپن سے ہی ذہن بزرگوں کی طرف مائل تھا۔ لہذا اس دور کے تمام چیدہ چیدہ بزرگوں کی صحبت میں رہنے کا موقعہ بھی انہیں میسر آیا۔ بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

مولانا ضیاء الدین مدنی قادری۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ۔ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی۔ حضرت محدث کچھو چھوی۔ پیر سید ولایت شاہ۔ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی۔ قاری احمد حسن۔ ابوالبرکات سید احمد قادری، علامہ ابوالحسنات قادری۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی۔ مولانا نذیر احمد میرٹھی۔ مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی۔ قاری عبدالباسط عبدالصمد مصری۔ مولانا بدر عالم میرٹھی۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

تحریک ختم نبوت میں شرکت

۱۹۵۲ء میں جب مولانا ابوالحسنات قادری کی زیر قیادت تحریک ختم نبوت شروع کی گئی تو آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ کامونکے شہر میں آپ کا گھر ہی اس تحریک کا مرکز بنا۔ اس کی پاداش میں متعدد دفعہ جیل جانا پڑا۔ آپ کے گھر کا تمام سامان پولیس اٹھا کر لے گئی۔ جھوٹے مقدمات میں ملوث کر دیا گیا۔ ایک سال تک جیل کاٹی مگر اس مردِ درویش کے پاٹے استقلال میں ہرگز لغزش نہ آئی۔

۱۹۶۴ء میں جمعیت العلماء پاکستان نے سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کیا تو آپ

نے اس کے ساتھ تعاون کرنا شروع کیا۔ آج تک اسی جماعت کے ساتھ ہیں۔ اس میں ضلع گوجرانوالہ کے سیکرٹری، پنجاب کے نائب صدر اور صدر کے منصب پر فائز رہے۔ اس کے علاوہ جمعیت کے مرکزی اور صوبائی پارلیمانی بورڈ کے ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ مرکزی عاملہ کے رکن ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کے ٹکٹ پر صوبائی انتخاب بھی لڑا۔

انجمن تعمیرات

ملکی و قومی سطح پر خدمات کے علاوہ کاموں کے شہر میں آپ کی سرپرستی میں انجمن تعمیرات قائم ہے، جس کے تحت وہاں آٹے دن مختلف خدمتِ خلق کے کام ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ سات مساجد کی تعمیر۔

۲۔ دینی لائبریری کا قیام۔

۳۔ مدرسہ اسلامیہ کا قیام جس میں تقریباً ڈیڑھ صد کے قریب طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۴۔ خیراتی ہسپتال کا قیام۔

۵۔ سول ہسپتال کے قیام کے لیے زمین کا عطیہ۔

۶۔ ہسپتال برائے مولیشیا کے لیے زمین کا عطیہ۔

۷۔ ہائی سکول کامونکے کے لیے نو عدد کمرہ جات کی تعمیر۔

ان ہی خدمات کی وجہ سے آپ کامونکے کی معروف اور مقبول ترین شخصیت

ہیں۔

آپ گیارہ سال تک میونسپل کمیٹی کامونکے کے ممبر رہے۔

دربار رسالت میں حاضر می

اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ بھی کرم نوازی فرمائی ہے کہ آپ کو بیس دفعہ حج بیت اللہ اور بارگاہ نبوی میں حاضر می نصیب ہو چکی ہے۔ تین دفعہ سیدنا بلالؓ اور سیدنا علیؓ اور سیدنا غوث الاعظمؒ کی خدمت میں حاضر می دے چکے ہیں۔ تقریباً دس سے زائد ممالک کا سفر کیا ہے۔ ان میں ہندوستان، بنگلہ دیش، ایران، عراق، اردن، سعودی عرب، بحرین، شام اور مصر شامل ہیں۔ مصر میں جامعۃ الازھر بھی گئے۔ مدینہ طیبہ میں مولانا ضیاء الدین مدنی قادری کی صحبتیں متعدد دفعہ میسر آئیں۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ ان میں سے امجد علی چشتی انجمن طلبہ اسلام کے دو سال تک مرکزی صدر رہ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ اسلام اور پاکستان کی مزید خدمت کر سکیں۔

مرکزی دفتر جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور

نمبر ۸۱
مرکز جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور

ممبر جمعیتہ العلماء پاکستان
ممبر دفتر ایگزیکٹو ۴۲۶۶۷۵ لاہور KAP 185
کنوینشن نمبر ۱۰۰ من مولیٰ بورڈ ۲۰ من نور مولیٰ جراب اور اور مولیٰ
آپ کے نام سے جمعہ ۱۰ جون ۱۹۸۱ء کو لاہور میں جمعیتہ العلماء
پاکستان کے دفتر میں جمعہ ۱۰ جون ۱۹۸۱ء کو جمعہ ۱۰ جون ۱۹۸۱ء

مرکز جمعیتہ العلماء پاکستان
لاہور

مرکز جمعیتہ العلماء پاکستان
لاہور

چشتی صاحب کے نام مولانا ابوالحسنات قادری اور علامہ احمد سعید کاظمی کے جاری کردہ خط کا عکس

محبوبِ خدا کے خصائص پر مشتمل اردو میں پہلا کتاب

انتیازاتِ مصطفیٰ ﷺ

یہ کتاب شام کے عظیم محدث
شیخِ تحلیل ابراہیم ملاحطری

استاذ الحدیث مدینہ منورہ
کی تصنیف

”عظیمہ قدرہ و درعنا مکانہ عنہ ذر ذرہ“

کا اردو ترجمہ ہے جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام
کے درمیان ایک سو امتیازات جمع کئے ہیں :

خوبصورت ٹائٹل

صفحات ۲۲۴

مدینہ ————— ۴۰ روپے



قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَائِفُونَ

مَنَازِل

میں

خشوع و خضوع
کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

- امام ابن رجب حنبلی
- حضرت ملا علی قاری
- مفتی محمد خاں قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ

۲۰۵، شادمان لائبر، فن، ۴۰۰۰۰۰۰۵۸

قُلْ إِنَّمَا أَدَّبْتُكُمْ وَإِنَّمَا كُنْتُمْ بِنِعْمَتِي إِغْوَاءً مَن لَّدِي يُجْعَلُ لِلنَّاسِ أَدْبَارَهُمْ

اسلام اور احترامِ والدین

تالیف

مفتی محمد خاقان صاحب



جامعہ رحمانیہ، شادمان لاہور

محبتِ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے معطر
عالی و تحقیقی تصانیف

از مفتی محمد خان قادری

نائب امیر عالی دعوتِ اسلامیہ

- | | |
|-------------------------------------|-------------------------------------|
| ۱- شاہکار ربوبیت | ۲۲- ورفعالک ذکر کی کاہے سایہ تجھ پر |
| ۲- ایمان والدین مصطفیٰ | ۲۳- کیا رسول اللہ نے لوگوں کی |
| ۳- حضور کا سفر حج | اجرت پر بکریاں چرائیں؟ |
| ۴- امتیازات مصطفیٰ | ۲۵- حضور کی رضائی مائیں- |
| ۵- در رسول کی حاضری | ۲۶- ترک روزہ پر شرعی و عیدیں |
| ۶- ذخائرِ محمدیہ | ۲۷- عورت کی امامت کا مسئلہ |
| ۷- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی | ۲۸- عورت کی کتابت کا مسئلہ |
| محاسبہ | ۲۹- منہاج النحو |
| ۸- فضائلِ نعلین حضور | ۳۰- منہاج المنطق |
| ۹- شرح سلامِ رضا | ۳۱- معارف الاحکام |
| ۱۰- حبیبِ خدا سیدہ آمنہ کی گود میں | ۳۲- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم |
| ۱۱- نورِ خدا سیدہ حلیمہ کے گھر | ۳۳- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم |
| ۱۲- نماز میں خشوع و خضوع | ۳۴- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم |
| کیسے حاصل کیا جاسکتا؟ | ۳۵- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم |
| ۱۳- حضور نے متعدد نکاح کیوں فرمائے- | ۳۶- صحابہ اور محافلِ نعت |
| ۱۴- اسلام اور تحدید ازواج | ۳۷- صحابہ کے معمولات |
| ۱۵- اسلام میں چھٹی کا تصور | ۳۸- خواب کی شرعی حیثیت |
| ۱۶- مسلک صدیق اکبر- عشق رسول | ۳۹- مزاح نبوی |
| ۱۷- شب قدر اور اس کی فضیلت | ۴۰- تبسم نبوی |
| ۱۸- صحابہ اور تصور رسول | ۴۱- گریہ نبوی |
| ۱۹- مشتاقانِ جمالِ نبوی کی کیفیات | ۴۲- مجلسِ نبوی |
| جذب و مستی | ۴۳- فضائل و برکاتِ زمزم |
| ۲۰- اسلام اور احترام والدین | ۴۴- اللہ اللہ حضور کی باتیں |
| ۲۱- حضورِ رمضان المبارک کیسے | ۴۵- جسمِ نبوی کی خوشبو |
| گنارتے؟ | ۴۶- کیا سگِ مدینہ کھلوانا جائز ہے؟ |
| ۲۲- صحابہ کی وصیتیں | |

محبتِ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے معطر
عالی و تحقیقی تصانیف

از مفتی محمد خان قادری

نائب امیر عالی دعوتِ اسلامیہ

- | | |
|-------------------------------------|-------------------------------------|
| ۱۔ شاہکار ربوبیت | ۲۳۔ ورفعالک ذکر کی کاہے سایہ تجھ پر |
| ۲۔ ایمان والدین مصطفیٰ | ۲۴۔ کیا رسول اللہ نے لوگوں کی |
| ۳۔ حضور کا سفر حج | اجرت پر بکریاں چرائیں؟ |
| ۴۔ امتیازات مصطفیٰ | ۲۵۔ حضور کی رضائی مائیں۔ |
| ۵۔ در رسول کی حاضری | ۲۶۔ ترک روزہ پر شرعی و عیدیں |
| ۶۔ ذخائرِ محمدیہ | ۲۷۔ عورت کی امامت کا مسئلہ |
| ۷۔ محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی | ۲۸۔ عورت کی کتابت کا مسئلہ |
| محاسبہ | ۲۹۔ منہاج النحو |
| ۸۔ فضائلِ نعلین حضور | ۳۰۔ منہاج المنطق |
| ۹۔ شرح سلامِ رضا | ۳۱۔ معارف الاحکام |
| ۱۰۔ حبیبِ خدا سیدہ آمنہ کی گود میں | ۳۲۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم |
| ۱۱۔ نورِ خدا سیدہ حلیمہ کے گھر | ۳۳۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم |
| ۱۲۔ نماز میں خشوع و خضوع | ۳۴۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم |
| کیسے حاصل کیا جاسکتا؟ | ۳۵۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم |
| ۱۳۔ حضور نے متعدد نکاح کیوں فرمائے۔ | ۳۶۔ صحابہ اور محافلِ نعت |
| ۱۴۔ اسلام اور تحدید ازواج | ۳۷۔ صحابہ کے معمولات |
| ۱۵۔ اسلام میں چھٹی کا تصور | ۳۸۔ خواب کی شرعی حیثیت |
| ۱۶۔ مسلک صدیق اکبر۔ عشق رسول | ۳۹۔ مزاح نبوی |
| ۱۷۔ شب قدر اور اس کی فضیلت | ۴۰۔ تبسم نبوی |
| ۱۸۔ صحابہ اور تصور رسول | ۴۱۔ گریہ نبوی |
| ۱۹۔ مشتاقانِ جمال نبوی کی کیفیات | ۴۲۔ مجلس نبوی |
| جذب و مستی | ۴۳۔ فضائل و برکات زمزم |
| ۲۰۔ اسلام اور احترام والدین | ۴۴۔ اللہ اللہ حضور کی باتیں |
| ۲۱۔ حضور رمضان المبارک کیسے | ۴۵۔ جسم نبوی کی خوشبو |
| گنارتے؟ | ۴۶۔ کیا سگِ مدینہ کھلوانا جائز ہے؟ |
| ۲۲۔ صحابہ کی وصیتیں | |